㉑

اسلام اور جنسیات

فہرست عنوانات

پیش لفظ ۸۴۷
قانون حیات .... //
قانون پیدائش .... //
قانون بقائے نسل .... //
قانون توالد و تناسل ۸۴۸
مکمل انسان ۸۴۹
کثرتِ ازدواج کا نفسیاتی تجزیہ ۸۵۰
عناصر اربعہ .... //
غرض و غایت ۸۵۱
ابتدائی انسانی ضروریات .... //
خلع کی حقیقت ۸۵۲
صرف تین کام .... //
فطری تقاضے ۸۵۳
دوسرا پہلو ۸۵۵
غرض نکاح ۸۵۶
یہ ہر ایک کا کام نہیں ۸۵۷
عریانی و بے پردگی ۸۵۸
تین بنیادی اصول ۸۶۰
حقیقی اسلامی زندگی ۸۶۱
اسلامی ازدواجی ضابطہ ۸۶۲
نکاح کے فوائد ۸۶۴
نفسیات کا ایک لطیف مسئلہ ۸۶۶
حقوق ازدواج ۸۶۸
تعزیر کیوں؟ ۷۶۹
مقامات کا تعین ۸۷۰
علیحدہ علیحدہ نصیحت ۸۷۱
عورت کے لئے تاکید ۸۷۲
طلاق کے اصول اور قواعد ۸۷۳
پابندیاں ۸۷۴
حق مہر ۸۷۵
بعض احکامات ۸۷۶
خلع .... //
خلع کی پابندیاں ۸۷۷
شرعی عدالت ۸۷۸
عورت امہاتما بدھ کے عقیدہ میں ۸۸۰
اسلام میں عورت کا تصور .... //
دورِ جدید میں عورت کا درجہ ۸۸۱
جنسی بھوک ۸۸۲
حلال اور حرام کی راہیں .... //
عورت پر مرد کی فضیلت ۸۸۳
مرد کو عورت پر فضیلت ہے .... //
فلسفہ طب اور عورت ۸۸۴
حیض کی وجہ سے عورت ناپاک نہیں ۸۸۵
ماں کے پیٹ میں انسان کی غذا ۸۸۶
مرد کی ذمہ داری .... //
عورت نہ باندی اور نہ غلام ۸۸۷
اسلامی اور انسانی قانون میں تفاوت ۸۸۸
مرد اور عورت انسانیت کے درجے میں برابر ہیں ۸۸۹

عورت کو مرد کی سربراہی کی ضرورت ہے ۸۸۹
عورت ایک مقدس ہستی ہے ۸۹۲
سوکن ۷۹۳
سوتیلا پن ۸۹۶
مساوی حقوق ۹۰۱
مردانہ امراض ۹۰۴
(۱) خون کے امراض سے ضعف باہ پر اثرات ۹۰۵
(۲) منی کے امراض سے ضعف باہ پر اثرات .... //
(۳) استرخائے عضو مخصوص سے ضعف باہ .... //
جلق ۹۰۶
جلق کسے کہتے ہیں؟ .... //
جلق کے نقصانات ۹۰۷
جلق کے نقصانات ۹۰۸
جلق زیادہ مضر ہے یا کثرت جماع ۹۰۹
جلق اور فطری مردانگی ۹۱۰
جلق اور مستورات ۹۱۱
اسباب جلق ۹۱۲
علامات .... //
علاج بالتدبیر ۹۱۳
حلوہ مقوی اعصاب ۹۱۴
مٹھائی مقوی اعصاب .... //
سفوف مقوی اعصاب .... //
طلاء آبلہ انگیز .... //
طلاء آبلہ انگیز شدید ۹۱۵
طلاء مقوی شاہی .... //
جریان .... //
جنسی لذت ۹۱۶
جریان اور فرنگی ماہرین کی رائے ۹۱۷
اخراج منی بلا ارادہ ۹۱۸
قسم اوّل کی تینوں صورتیں ۹۱۹
جریان کے اسباب .... //
علامات جریان .... //
تشخیص مرض ۹۲۰
صرف ایک مرض .... //
جریان کا اصول علاج ۹۲۱
ذکات حس کا دور کرنا .... //
ذکات حس کے علاج میں غلطی .... //
فرنگی طب کی غلط فہمی .... //
تحریک اور سوزش کا علاج صرف تحلیل ہے ۹۲۲
ایک راز کی بات .... //
ماحول کا بدلنا .... //
غذا کی صحیح ترتیب .... //
علاج جریان بالا دویہ ۹۲۳
ایک راز کی بات .... //
جریان کے لئے مفرد ادویہ .... //
جریان کے لیے کشتہ جات .... //
جریان کے لئے اغذیہ .... //
جریان کے لئے گرم مفردات .... //
جریان کے لئے مجربات .... //
سفوف جریان ۹۲۴
حبوب جریان .... //
مٹھائی جریان .... //
اکسیر جریان .... //
تریاق جریان .... //
احتلام ۹۲۵
ماہیت احتلام .... //

احتلام کی شدید صورت ۹۲۵
احتلام کی خطرناک صورت .... //
احتلام کے اسباب ۹۲۶
علامات احتلام .... //
احتلام بہ نظریہ مفرد اعضاء .... //
اصول علاج ۹۲۷
غذائی علاج .... //
علاج بالمفرد ادویہ ۹۲۸
علاج بالمرکبات .... //
سرعت انزال ۹۲۹
سرعت انزال کی ماہیت .... //
امساک کی صورتیں .... //
تشخیص سرعت انزال ۹۳۰
غلط فہمی .... //
حقیقت سرعت انزال ۹۳۱
ایک خاص بات .... //
ایک اور غلط فہمی .... //
سرعت انزال کے اسباب ۹۳۲
تشخیص ۹۳۴
علاج سرعت انزال بالا دویہ .... //
ملذذ ادویہ .... //
راز کی بات ۹۳۵
کیمیاوی اور نفسیاتی نامردی اور ضعف باہ ۹۳۶
منی کے نقص سے ضعف باہ .... //
علاج بالغذاء ۹۳۷
علاج بالمرکبات .... //
علاج بالمفرد ادویہ .... //
نقص قوت تولید .... //
کجی قضیب ۹۳۹
قضیب کی بناوٹ .... //
ماہیت انتشار .... //
کجی کی ماہیت ۹۴۰
کجی کے اسباب .... //
کجی کی علامات .... //
اصول علاج .... //
غذا ۹۴۱
دوا .... //
جنسی قوت کے ضعف کے لئے اغذیہ اور ادویہ .... //
اغذیہ برائے جنسی قوت .... //
مفرد ادویہ برائے جنسی قوت ۹۴۲
مجربات برائے جنسی قوت .... //
جنسی قوت اور اقوال حکمائے قدیم ۹۴۳

پیش لفظ

قانون حیات

خداوندکریم نے یہ کائنات پیدا کر کے اس میں زندگی پیدا کردی ہے اور اس زندگی کو قانون کے تحت کردیا ہے۔ زندگی کے جس قدر بھی شعبے ہیں وہ تمام قوانین کے تحت عمل کرتے ہیں۔ ان میں پیدائش زندگی سے لے کر اختتام زندگی تک جن میں بھوک پر ضرورت کے مطابق کھانا پینا، گرمی سردی اور اخلاقی تہذیب کے مطابق لباس پہننا، بارش وطوفان اور دیگر خطرات کے تحت مکان میں رہنا، بیماری میں علاج کرانا، کائنات اور زندگی کو سمجھنے وترقی وکمال حاصل کرنے اور خالق کائنات وزندگی کو ذہن نشین کرنے کے لئے علم وحکمت حاصل کرنا اور اس زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جدوجہد کام دھندہ کرنا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جو لوگ اپنے اعمال کو صالح طریق پر قانون حیات کے تحت رکھتے ہیں وہ نہ صرف خوشگوار زندگی گزارتے ہیں بلکہ زندگی کا کمال حاصل کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی دُنیا میں باکمال شمار ہوتے ہیں۔

قانون پیدائش

قوانین حیات کا پہلا قانون پیدائش زندگی ہے۔ یہ ایک انتہائی اہم قانون ہے۔ اسی قانون کے تحت جمادات ونباتات اور حیوانات کی زندگیاں نمودار ہوئی ہیں اور اس قانون زندگی کا کمال انسان ہے۔ جس کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کی تائید کی ہے: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیْم ﴾ مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو طریق اور عمل پیدائش کی طرف کبھی غور نہیں کرتے۔ قانون پیدائش کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحیح پیدائش اور اس کی صالح تربیت کے بعد زندگی اپنا وقت عمدہ طریق پر نہ صرف گزار سکتی ہے بلکہ اپنے کمال تک پہنچ سکتی ہے۔ اور جو زندگیاں اپنے کمال تک نہیں پہنچ پاتیں وہ قانون پیدائش اور تربیت صالح سے ناواقف ہوتی ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اگر قانون حیات بقائے حیات ہے تو قانون پیدائش بقائے نسل ہے۔

قانون بقائے نسل

قانون پیدائش میں ایک صورت بقائے نسل بھی ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ دُنیا میں جس قدر مخلوق پیدا کی گئی ہے اس کی بقا اور نسل قائم رہے۔ اس لئے نباتات وحیوانات اور انسان میں توالد وتناسل کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ جمادات وادنیٰ نباتات اور ادنیٰ حیوانات میں صرف اسی مادہ میں رکھ دیا گیا ہے۔ جس سے اس میں نشوونما ہو کر توالد وتناسل اور بقا وتسلسل کی صورتیں قائم رہتی ہیں۔ لیکن اعلیٰ نباتات اعلیٰ حیوانات اور انسان میں یہ سلسلہ مذکر ومؤنث کے باہم ارتباط واتحاد اور اجتماع سے عمل میں آتا ہے۔ اس لئے دونوں میں ایک قسم کی کشش اور شوق پیدا کردیا گیا ہے۔ جس سے ان میں ایک طرف اپنی ذات میں طلب اور دوسری طرف مقابل ذات میں کھچاؤ کے اثرات پیدا کردیئے گئے ہیں۔ تاکہ ضرورت کے مطابق مذکر ومؤنث کا باہم ملاپ اور شرکت ہوسکے۔ جس کے نتیجہ میں توالد وتناسل اور بقا وتسلسل کی ضرورت قائم رہتی ہے۔ اس

طرح قانون بقائے نسل کام کرتا رہتا ہے۔

قانون توالد وتناسل

جمادات ونباتات اور حیوانات کا قانون توالد وتناسل ان کے احساس اور شعور کے ماتحت ہے۔ یہاں شعور کے معانی نفسیاتی اصطلاح ''غیر شعور'' ہے۔ اسی احساس وغیر شعور کے تحت مقررہ وقت ومقررہ اصولوں اور مقررہ قانون کے تحت توالد وتناسل اور احساس کے ساتھ تحت الشعور وشعور، نطق وضمیر، ادراک ووجدان اور افہام وتفہیم پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس پر معاشرہ ومعاشیات اور ثقافت واخلاق کی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ پابندیاں تین صورتوں میں قائم ہوتی ہیں:

۱ مذہبی پابندیاں جن کے خلاف کرنے سے گناہ عائد ہوجاتا ہے۔
۲ حکومت کی پابندیاں جن کے خلاف کرنے سے جرم وسزا کا مستحق ہوجاتا ہے۔
۳ معاشرہ کی پابندیاں جن کے خلاف کرنے سے اخلاق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

اس طرح قوم وملک میں معاشرہ ومعاشیات اور ثقافت واخلاق کی قدریں بگڑ جاتی ہیں۔ اس لئے مذہب وحکومت اور معاشرہ نے ایمان وقانون اور اخلاق کی اقدار مقرر کر رکھی ہیں۔ جن کے بغیر انسان توالد وتناسل کی زندگی نہیں گزار سکتا۔ ان پابندیوں کے خلاف توالد وتناسل کا سلسلہ قائم رکھنے والے کو گناہ گار مجرم اور ذلیل خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے مجرد انسان کو معاشرہ میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ان میں جنسی ناقابل اور جنسی باغی دونوں شامل ہیں جن کی کئی وجوہات ہیں:

۱ مجرد لوگ قابل اعتبار نہیں سمجھے جاتے۔
۲ مجرد لوگوں میں صحیح انسانیت اور ذہنیت کا فقدان تصور کیا جاتا ہے۔
۳ آئندہ اس کی نسل قائم نہیں رہتی۔
۴ اس کی دولت اور آمدنی اس کی ذات کے سوائے دوسروں پر خرچ نہیں ہوتی۔ گویا وہ معاشرہ کے لئے بے سود انسان ہے۔
۵ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر انسان صحیح جنسی زندگی اختیار نہ کرے تو اس کی جسمانی وذہنی اور روحانی نشو وارتقاء مکمل نہیں ہوتی جس سے وہ جسمانی طور پر نہ غیر معمولی انسان بن سکتا ہے اور نہ ذہنی طور پر غیر معمولی حساس آدمی بن سکتا ہے اور نہ ہی روحانی طور پر غیر معمولی خود شناس بشر بن سکتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے افراط وتفریط دونوں صورتوں میں پابندیاں لگادی ہیں۔

اسلام نے انسان میں متاہل اور ازدواجی زندگی کے لئے ذوق وشوق پیدا کیا ہے۔ تاکہ انسان کی ضروریات وقیام صحت کے ساتھ ساتھ توالد وتناسل قائم رہے۔ اس سلسلہ میں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٤]

''مردوں کو عورتوں اور اولاد کی محبت سے زینت ہے''۔

پھر عقد کے لئے پسند کو ضروری قرار دیتے ہوئے تعداد کی پابندی لگادی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ﴾ [سورة نساء : ٣]

''پس عورتوں میں سے نکاح کرو جس کو تم پسند کرو، دو دو تین تین اور چار چار، اگر خوف ہو کہ تم عدل نہیں کر سکو گے تو ایک ہی کرو''۔

اس سلسلے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

« تناکحوا تناسلوا فانی اباھی بکم یوم القیامۃ »

''نکاح کرو اور اولاد پیدا کرو، میں تمہاری افزائش نسل سے قیامت کے دن اور امتوں پر فخر کروں گا''۔

مشائے الٰہی اور ہدایت نبوی ﷺ میں جنسی ضرورت کے لئے ایک سے چار تک کی وسعت دی گئی ہے۔ بلکہ بے حساب باندیوں کی بھی اجازت ہے۔ لیکن اس تعاون میں نیکی اور خوف خدا کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ گناہ اور حد سے بڑھ جانے کو منع کیا ہے۔ اس وسعت کا مقصد یہ ہے کہ انسانی تخم اپنے صحیح اور جائز مقام پر گرے اور جگہ جگہ ناجائز طور پر حرامی بچے پیدا نہ کئے جائیں۔ ایسا کرنے والے کے لئے سخت گناہ کے ساتھ اس دُنیا میں بھی خوفناک تعزیریں مقرر کر دی گئی ہیں یعنی مجرم اگر غیر شادی شدہ ہے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کر دیا جائے تا کہ معاشرہ میں موجود گندے عناصر کو ختم کر دیا جائے۔ کیونکہ حرامی بچے نفسیاتی اور وراثتی اثرات کے تحت جنسی بھوک کے مریض ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے آئندہ یہ مرض وبائی جراثیم کی طرح بڑھتا اور پھیلتا ہے، جو معاشرہ کے لئے تباہی کا باعث بنتا ہے۔

مکمل انسان

دُنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مذہب وحکومت اور معاشرہ ہو جس نے جنسی ضرورت پر پابندی نہ لگائی ہو۔ ان پابندیوں سے ایک طرف انفرادی طور پر شخص کی جسمانی وذہنی اور روحانی زندگی میں تقویت پیدا ہوتی ہے تو دوسری طرف معاشرہ میں تعمیر پیدا ہوتی ہے۔ جس معاشرہ میں جنسی فعل کو ضرورت کی بجائے خواہش کے تحت پورا کیا جائے چاہے وہ جائز صورت میں بھی ہو تو امراض کا باعث ہوتا ہے اور وہ لوگ جو عورت کے بغیر جنسی خواہشات کو پورا کرتے ہیں جیسے جلق واغلام اور دیگر ذرائع حیوانی وغیرہ ایسے لوگ رفتہ رفتہ مقام انسانیت سے گر جاتے ہیں اور معاشرہ کے لئے تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ انہی اثرات کے تحت یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ جن لوگوں میں جنسی امراض اور خرابیاں پیدا ہو گئی ہوں صحیح علاج معالجہ ہی سے ان کو پھر مقام انسانیت پر قائم کیا جا سکتا ہے۔ جو انسان جنسی فعل کو ضرورت کے مطابق انجام دیں گے وہ جسمانی وذہنی اور روحانی طور پر مکمل انسان بن کر معاشرہ کے لئے مفید طاقت بن سکتے ہیں اور آئندہ ان کی اولاد بھی صحت مند پیدا ہو گی۔ یہ سب کچھ نظریہ مفرد اعضاء کے تحت پیش کیا گیا ہے جو دُنیا میں اپنے نظریہ کی پہلی کتاب ہے۔

خادم فن

صابر ملتانیؒ

14/ اکتوبر 1969ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کثرتِ ازدواج کا نفسیاتی تجزیہ

فرنگی نے اسلام کی تبلیغ اور بڑھتی ہوئی قوت کو روکنے کے لئے چار اُصول وضع کیے جس سے نہ صرف اسلام کی تبلیغ رُک گئی بلکہ مسلمان دُنیا میں پارہ پارہ ہوکر رہ گئے۔ فرنگی مدبر اپنے ان اصولوں پر نازاں ہے اور فخر کرتا ہے۔ اس کے وہ اصول درج ذیل ہیں:

1. دین اسلام کی تبلیغ کو ختم کر کے مادی فرنگی تہذیب کو رائج کیا جائے۔
2. دین اسلام کے حامل علماء کی تذلیل کی جائے۔
3. اسلام کے مرکز خانہ کعبہ کی اہمیت ختم کر دی جائے اور اس کی جگہ دیگر مرکز بنائے جائیں خاص طور پر پیرس، لندن اور واشنگٹن کی طرف رجوع کرایا جائے۔
4. اسلام کی واحدانی حکومت کا قیام ناممکن کر دیا جائے جہاں سے دینی قوت اور تبلیغ کا چشمہ اُبھرتا ہے۔ ان کی جگہ چھوٹی چھوٹی بے معنی اور مفلوج ریاستیں بنا دی جائیں جن میں اکثر غلام اور نیم آزاد لوگ رہیں اور یہ کوشش کی جائے کہ جو نیم آزاد ہوں وہ بھی آپس میں برسرپیکار رہیں۔

فرنگی کے ان چار اصولوں نے مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ کسی اسلوب عقل و دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن چار اصولوں سے بڑھ کر جس خفیہ ہتھیار نے اسلام کو نقصان پہنچایا وہ کثرت ازدواج کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا ہے۔ اس پروپیگنڈے نے سرد جنگ کا کام کیا اور اسلام کی نصف آبادی (عورت) کو ذہنی طور پر اسلام کے خلاف یعنی اس کا ذہن کسی بھی ایسے مذہب پر ایمان لانے کو تیار نہیں جس میں کثرت ازدواج کی اجازت ہو۔

اس سے نہ صرف مسلمان عورت کے دماغ میں فتور آ گیا، بلکہ غیر مسلمان عورت کے سامنے جب بھی اسلام کی اچھی تعلیم کا ذکر آیا تو اس نے کثرتِ ازدواج کے مسئلہ پر اسلام کی اچھی تعلیم سے بھی منہ موڑ لیا۔

عناصر اربعہ

فرنگی کے ان چار اصولوں کو اگر عناصر اربعہ قرار دیا جائے تو کثرت ازدواج کے خلاف پروپیگنڈا اسلام کی مخالفت میں روح کا کام دیتا ہے۔ اَن پڑھ، جاہل اور پڑھی لکھی نادان عورتوں نے فرنگی زہریلے پروپیگنڈے کی حمایت کرنی ہی تھی۔ بعض دین اسلام سے نابلد مردوں نے بھی

اپنی حماقت سے اسلام کی تبلیغ اور قوت کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ بعض نفس پرستوں نے اس کے تحت عورتوں کی آزادی کے لئے چیخنا شروع کر دیا اور عورت کے دردن خانہ کی پروقار اور پرشکوہ زندگی سے بازار میں لاکر مزدور کی صورت میں کھڑا کر دیا۔ جہاں وہ باپ دادا کی جائیداد، خاوند کی دولت، بھائی اور بیٹے کی کمائی پر عزت وشان کے ساتھ انسانی زندگی میں رنگ بھرتی تھی اب وہ بھکارن بن کر در بدر کی بھیک مانگتی پھرتی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ جب تک جوان ہے اور اس کے جسم میں حرارت ہے تو وہ اپنی روٹی آسانی سے کما لیتی ہے اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو سڑک کے کنارے بیٹھ کر تیز اور کرخت آواز میں راہ گیروں کے سمع وبصر کے لئے باعث اذیت بنتی ہے۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت جہاں جوانی میں رونق خانہ بنی رہے وہاں بڑھاپے میں جوانی سے بھی زیادہ باعزت وباعظمت زندگی گزار سکے۔ اسلام جس قدر عورت کو عزت اور آزادی دیتا ہے اس قدر نہ کسی مذہب نے دی ہے اور نہ ہی کسی تہذیب نے بخشی ہے۔

آج کے متمدن اور مہذب ممالک میں عورت کی زندگی اس قدر کٹھن ہے کہ وہ اب نہ اپنے گھر کی رہی ہے اور نہ ہی کسی گھاٹ پر اس کو سکون میسر ہے بلکہ ایک تیز قسم کے دھارے کے ساتھ بہتی چلی جا رہی ہے۔

غرض وغایت

فرنگی صرف چار عورتوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ ایک سے زائد نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اسلام چار سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے اور صاحب استعداد واقتدار کو چار بیویوں کے علاوہ (اگر جسمانی اور مالی طاقت ہو) ہزاروں باندیوں کی بھی اجازت دیتا ہے۔ جس میں نہ نکاح کی ضرورت ہے اور نہ خلع کا جھگڑا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ معمولی سے معمولی اور ادنیٰ سے ادنیٰ بلکہ بوڑھی سے بوڑھی عورت بھی گھر کی باعزت وباعظمت زندگی سے نکل کر بازاروں، دفتروں، فیکٹریوں اور کھیتوں میں ناجائز نفسانی خواہشات کا شکار بنتی پھرے۔

اسلام چاہتا ہے کہ عورت گھر میں بہترین طریقے پر بچوں کی تربیت کر سکے۔ جس کے صلہ میں وہ نان ونفقہ کے لئے بے فکر ہو جائے۔ وہ صحیح معنوں میں ماں بن جائے۔ ایسی ماں جس کے پاؤں کے نیچے واقعی جنت ہے۔

ابتدائی انسانی ضروریات

انسان کی ابتدائی ضروریات میں روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم، طبی امداد اور قدرتی ذرائع سے مستفید ہونا ہے۔ یہی ضروریات مرد کے ساتھ عورت کے لئے بھی ہیں۔ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔

انسان کی ان ابتدائی آزادیوں میں مذہبی آزادیوں، مجلسی آزادی اور اقتصادی آزادی بھی شامل ہے۔ ان میں بھی عورت مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔ اسلام کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔ ان کے علاوہ عورت کے لئے بھی بھلا اور کون سی ضرورت یا آزادی باقی رہ جاتی ہے۔

تڑپ تڑپ کر گھر سے باہر کا رُخ کرتی ہے اور کونسل تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے۔

کثرتِ ازدواج کا مسئلہ نہ اس قدر اہم ہے اور نہ ہی اس میں کوئی الجھن ہے۔ اسلام نے شادی کے معاملے میں عورت اور مرد کو برابر کی آزادی دی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف شادی نہ کریں۔ اور اگر شادی کے بعد کسی وجہ سے عورت پسند نہ ہو تو وہ جب اور جہاں بھی چاہے

طلاق دے سکتا ہے۔ اس میں کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے اور عورت کے لئے بھی یہی آزادی ہے کہ جب چاہے خلع حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے جگہ کی پابندی ہے کہ وہ قاضی کے پاس جا کر اپنا خلع طلب کرے۔ اس کو فوراً مل جائے گا۔ اس طرح اس کے لئے عدالت کی شہادت قائم ہو جاتی ہے۔

یہ صرف اس لئے ہے کہ عورت میں جذبات کی تیزی مرد سے زیادہ ہے۔ جہاں وہ فوراً خلع طلب کرتی ہے وہاں وہ واپس بھی جلد ہی لوٹ آتی ہے۔ اس لئے اس خلع کو قائم رکھنے کے لئے جگہ اور شہادت کا تعین ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اگر عورت کے پہلے خاوند سے حمل ہو تو اس کا بھی تصفیہ ہو جائے۔

پاک و ہند میں جہاں مرد کے طلاق کے حق کو برقرار رکھا گیا، وہاں عورت کے خلع کے قانون کو دبایا گیا۔ جس کے نتیجہ میں عورت نے اپنی فطری بے چینی سے تنگ آ کر اسلام اور خاص طور پر کثرت ازدواج کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہی مرضی فرنگی کی تھی جو بہت حد تک پوری ہوئی۔ اس کے بعد اس مسئلہ کی اس کثرت سے غلط تفسیریں کیں اور کرائی گئیں کہ یہ مسئلہ اور بھی الجھ کر رہ گیا اور یوں رفتہ رفتہ فرنگی کا یہی پروپیگنڈہ ایک قسم کی سرد جنگ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

خلع کی حقیقت

اصل مسئلہ خلع ہے جو عورت کے لئے آزادی کا قانون ہے یعنی جب عورت چاہے اپنے مرد سے آزاد ہو سکتی ہے۔ اس کی موجودگی میں کثرت ازدواج کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یعنی جب عورت مرد سے الگ ہو جائے۔ عورت اپنی شادی کے بعد اپنی مرضی کی مالک ہے کہ وہ مرد سے نباہ کرے یا جدا ہو جائے۔ اس کا خاوند دو بیویاں رکھے یا چار۔ بہر حال اگر اس کو اپنے خاوند کے اندر کسی قسم کی کشش معلوم ہوتی ہے تو رہے ورنہ خلع کر کے الگ ہو جائے۔ نہ جانے اس کے بعد ایسی کونسی الجھن باقی رہ جاتی ہے جس کے باعث اسلام کی اجازت تعدادِ ازدواج کو مطعون کیا جاتا ہے۔

جب ایک عورت کسی شخص سے شادی کرتی ہے تو وہ پہلی عورت کے سوکناپے کو برداشت کرتے ہوئے شادی کرتی ہے۔ اگر دونوں ہر قیمت پر اکٹھی رہ سکتی ہیں تو پھر کثرت ازدواج کا الزام مرد پر کیوں ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اچھی بھلی ایک عورت اپنے گھر میں آباد اور خوش و خرم تھی۔ دوسری عورت نے آ کر اس کا سکھ اور خوشی چھین لی۔ اوّل تو یہ قصور اس عورت کا ہے جو سوکن بن کر اپنی ہم جنس بہن پر نازل ہوئی ہے۔ اگر مرد کو قصوروار ٹھہرایا جائے تو بڑی سے بڑی ذمہ داری حاصل کی جاتی ہے اور ضرورت سے زیادہ زیور اور کپڑا طلب کیا جاتا ہے تا کہ لڑکے کی تمام پونجی تباہ کی جائے اور وہ دوسری شادی کا تصور کبھی ذہن میں نہ لا سکے۔ پھر جلد ہی یہ سختی بھی شروع ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے خاندان سے الگ ہو جائے اور اچھی طرح اپنی بیوی اور ان کے خاندان کے زیر اثر آ جائے۔ ایسی صورت میں مرد بھلا دوسری شادی کا تصور کیسے کر سکتا ہے۔

صرف تین کام

ہمارے ہاں عورت کے لئے شادی کے بعد تین کام ہی باقی رہ جاتے ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح سمجھی جا سکتی ہے:

① مرد اور اس کے خاندان کی دن رات برائیاں کرنا اور اپنی مظلومیت بیان کر کے رونا۔ گویا اس نے یہاں شادی کیا کر لی ہے، مصیبت

میں پڑ گئی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہتی ہے کہ اس کے لئے اس رشتہ سے کہیں اچھے رشتے ملتے تھے، مگر ماں باپ نے اس کو یہاں ڈبودیا ہے۔

۳ دِن رات کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا۔ یعنی ماں باپ، بہن بھائی کے گھر میں بلا روک ٹوک جانے کے علاوہ سہیلیوں، دوستوں، ہمسایوں اور بازار میں بلا روک ٹوک جانے کی اجازت ہو۔ مگر خاوند کو گھر سے غیر حاضر ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ خاوند تماشہ اور کھیل کے لئے باہر جائے تو روز جھگڑا اور اگر بیوی کو غیر مرد کے ساتھ سیر، سینما اور ٹینس کھیلنے کی اجازت نہ دی جائے تو مرد کو متعصب اور جنگلی کہا جاتا ہے۔

۴ دوسری شادی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا ان کا شغل ہے جہاں بھی بیٹھیں گی دوسری شادی کے قصے، سوکن کے جھگڑے اور برائیاں بیان کریں گی۔ مگر جب بھی موقع ملے خود کسی کی سوت وسوکن بن جانا اور پھر دن رات اس سوکن کو گلے سے اُتارنے کی کوشش میں لگے رہنا۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ مرد کی بیوی ہوتے ہوئے بھی اس سے طلاق لے لینا اور بیوی والے خاوند کے ساتھ شادی کر کے خود سوکن بن جانا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ شادی نہ کر سکتی ہوں تو ایسے مردوں کے ساتھ ناجائز تعلقات پیدا کر لینا جن کی پہلے سے ہی ایک یا دو بیویاں ہوں۔ گویا جو عورت سوکن کو برا خیال کرتی ہے وہی سوکن بن جاتی ہے۔ دراصل عورت کی افتادہ طبع کا اندازہ ذرا مشکل سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے یہاں کی عورت کے ذہن کو فرنگی پروپیگنڈے اور عیسائی مشنریوں کے متعصبانہ شدید اعتراضات نے مسموم کر دیا ہے۔ کاش کثرت ازدواج کے سلسلہ میں اعتراض کرنے والے فرنگی نے کبھی اپنی مذہبی کتب کو بھی اُٹھا کر دیکھا ہوتا کہ اُن میں کثرت ازدواج کی کس قدر مثالیں موجود ہیں۔ توریت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نو بیویوں اور دس حرموں کا ذکر پایا جاتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں اور تین سو حرم تھیں اور اس میں لونڈیوں کو بھی بیوی بنانے کا حکم بھی ہے۔ اسلام سے قبل کثرت ازدواج کا بے حد رواج تھا۔ بیویوں کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک تھی۔ باپ کی وفات کے بعد یہ بیویاں اولاد میں ورثہ کے طور پر قائم رہتی تھیں۔ سوائے اصل ماں کے باقی تمام بیٹے کی بیویاں بن جاتی تھیں۔ اس زمانے میں عورت کی حیثیت بھیڑ بکری سے زیادہ نہ تھی بلکہ عرب میں عورت کو ''ننگ انسانیت'' خیال کیا جاتا تھا اور اپنی عزت کو قائم رکھنے کے لئے ان کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

یہ صرف اسلام کی برکت ہے کہ عورت کو عزت دے دی گئی ہے۔ ان کو زندہ دفن کرنا گناہ قرار دے دیا گیا ہے اور بیویوں کی تعداد سینکڑوں ہزاروں سے گھٹا کر صرف چار کر دی گئی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ بھی یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ عدل قائم رکھنا از حد ضروری ہے۔

فطری تقاضے

اس امر سے انکار نہیں کہ اسلام کا مذہب عین دینِ فطرت ہے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرد اگر متعدد شادیاں کرے گا تو نہ صرف گناہ سے بچے گا بلکہ اس کی زندگی میں ہر حیثیت سے تکمیل ہوگی، لیکن یہ صرف انہی مردوں کے لئے ہے جن میں مندرجہ ذیل استعداد ہو۔

۱ عدل کر سکتے ہوں۔

۲ شدید ضرورت رکھتے ہوں۔ جن کی صورتیں درج ذیل ہیں:

(**الف**) اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اس میں افراد کی بے حد ضرورت ہے۔

(ب) ایک عورت دس ماہ میں ہی بچہ پیدا کر سکتی ہے (اگر چہ اس کے چار خاوند بھی کیوں نہ ہوں)۔ لیکن مرد دس ماہ میں چار (اگر باندیاں بھی ہوں) تو چار سے زیادہ بچے بھی پیدا کر سکتا ہے۔

(ج) ایک عورت جب حاملہ ہوتی ہے یا دودھ پلاتی ہے تو مرد سے پرہیز برتتی ہے۔ اگر پرہیز نہیں کرتی تو اس کے اندرونی اعضاء کی صحت اور بچے کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔

(د) مرد کا مطمح نظر عدل ہوتا ہے جو انسان کو آدمی بنا کر خداوند کریم کے قریب کر دیتا ہے۔

(ہ) چار بیویوں اور ان کے بچوں کے لئے کھانے کی جدوجہد اور ان کی نگہداشت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جنگ کے بعد اگر ضرورت پڑے تو اپنی قوم کی بیوہ عورتوں اور بچوں اور غیر قوم کی عورتوں کو اپنے ہاں سہارا دے سکتا ہے۔

(و) کثرت ازدواج تو ایک طرف، اسلام کے نزدیک تو ایک بیوی بھی اگر لذت، عیش کوشی اور نفس پرستی کے لئے کی گئی ہو تو یقیناً یہ عمل بھی اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے جس کے ہر نام لیوا کا یہ فرض ہے کہ وہ نہ صرف اپنے قول و فعل سے ہر وقت ہر جگہ اس کی تبلیغ میں لگا رہا بلکہ اس کا بیٹھنا اٹھنا، چلنا پھرنا، اوڑھنا بچھونا اور کھانا پینا اسلامی تعلیم کے مطابق یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے احکامات کے مطابق ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں بیوی کے ساتھ تعلقات بھی بالکل اسلامی زندگی کا آئینہ ہوں۔

دراصل میاں بیوی دونوں کے باہمی تعلقات کا مطمح نظر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور رسول اکرم ﷺ کے گھرانے کی پوری پوری پیروی ہے۔ دونوں کے تعلقات صرف اس لئے ہیں کہ ذہن میں ایسی اولاد کا تصور ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی مرضی اور پیروی کے مطابق پیدا ہو۔ پھر عین اسلامی تعلیم کے مطابق اس کی تربیت کی جائے۔ مرد حلال کی کمائی گھر لائے اور بیوی اس کے گھر کی نگرانی کرے۔ ان کا کوئی فعل ذاتی اور غیر اسلامی نہ ہو۔

اسلامی عقائد رکھنے والے افراد پر لازم ہے کہ وہ اپنے بالمقابل کا احترام کرے اور انتقامی جذبہ کو درمیان میں نہ لائے بلکہ ہر قیمت پر اس کی خوشی کو مقدم رکھے۔ نفرت کی بجائے خوشی کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوں۔ اگر بچے ہوں تو ان کا انتظام خوش اسلوبی سے کیا جائے جس کے پاس بچے رہ جائیں دوسرا رفیق بغیر کسی رکاوٹ کے بچوں سے مل سکے۔

اگر عورت کا تصور ایمان داری سے اپنی اولاد کی تربیت اسلامی اصولوں پر کرنا ہے جس سے اس کا اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ راضی ہو تو پھر اس امر کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے خاوند کے گھر میں ایک عورت ہے یا چار ہیں۔ جب سب کا مقصد اسلام کے لئے مبلغ اور غازی پیدا کرنا ہے، جس میں اپنے نفس کی خوشی مطلوب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی رضا اور خوشی درکار ہے۔ جب کوئی میاں بیوی اپنی ذاتی مسرت کی تلاش، اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی بجائے ذاتی محبت، دنیاوی زندگی زر و جواہرات میں تلاش کریں تو پھر لازماً تسلیم کرنا پڑے گا کہ پھر عورت اسلامی تصور کو چھوڑ کر ذاتی ملکیت کی طرف لپکتی ہے۔ خاوند سے نان ونفقہ کی بجائے اس کو اپنی محبت یا ملکیت کے نام پر غلام بنانے کی کوشش کرتی ہے۔

اگر چہ مرد اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور عورت کا وقتی طور پر رفیق زندگی ہے۔ اگر عورت وقتی طور پر اسلامی اصولوں کے مطابق اپنے رفیق زندگی میں سہولتیں حاصل نہیں کر سکتی تو پھر اس کا اوّلین فرض ہوگا کہ اس خاوند سے خلع حاصل کر لے اور ایسے انسان کی رفیق زندگی بننے کی کوشش کرے جو اس کی اولاد کو اسلامی زندگی میں ڈھالنے میں معاون ثابت ہو۔

اس امر سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ایک بچے کی پیدائش سات ماہ سے دس ماہ تک عمل میں آتی ہے۔ اس کے بعد عورت اس کو قریب قریب دو سال تک دودھ پلاتی ہے۔ حمل اور رضاعی دور میں عورت مرد سے فطرتاً دور رہتی ہے۔ یہ زمانہ زیادہ سے زیادہ پونے تین سال کا اور کم از کم دو سال کا بنتا ہے۔ اس عرصے کے بعد ہی عورت اس قابل ہوتی ہے کہ وہ اولاد کا تصور کرسکے۔ لیکن مرد اتنے عرصہ تک بغیر بیوی کے نہیں رہ سکتا۔ اگر عورت کے حمل اور رضاعی دور کے کم از کم زمانے کو چار پر تقسیم کریں تو چھ ماہ بنتے ہیں۔ یعنی حمل سے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک عورت اپنے مرد کو قریب آنے کی اجازت دے سکتی ہے۔ اس کے بعد مرد کو دوسری بیوی کا محتاج ہونا پڑے گا۔ پھر ہر چھ ماہ دوسری اور تیسری عورت کا۔ یہاں تک کہ پہلی عورت اپنے بچے کے دودھ سے فارغ ہوجائے۔ اگر مرد دوسرا اور چوتھا نکاح نہیں کرے گا تو لازمی امر ہے کہ وہ صبر کرے یا روزے رکھے اور یا حرام کاری کرے۔

ایسے تو صبر کرسکتے ہیں جن کی قوت مردمی اوسط درجے سے بھی بہت کم ہو اور ایسے مرد روزے بھی رکھ سکتے ہیں جو بہت غریب ہیں اور جن کے پاس عمدہ غذاؤں کے لئے پیسے نہیں ہیں اور دوسری طرف زیادہ بیویوں کے اخراجات کے لئے دولت نہیں ہے۔ لیکن جن کے پاس وافر دولت اور سرمایہ بھی ہو وہ بھلا کسی طرح اس قسم کے روزے رکھ سکتے ہیں اور ایک ہی بیوی پر کیوں کر صبر کرسکتے ہیں۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ مرد کو ہی مجبور کیا جاتا ہے جو عین فطرت کے خلاف ہے۔ پھر یقیناً حرام کاری کرتا ہے۔ جس سے معاشرہ میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس مقصد کے لئے باقاعدہ چکلے اور بازار حسن سرکاری طور پر کھولے جاتے ہیں اور خفیہ طور پر ہوٹلوں اور سراؤں میں بدکاری کے اڈے قائم کئے جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر عورت کے ضرورت مند مردگلیوں، محلوں اور ہمسایوں اور رشتہ داروں کی معصوم اور بے گناہ لڑکیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کو ورغلاتے ہیں اور موقع ملے تو بالجبر بھی اپنے جذبات کو تسکین دے لیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ کے طور پر شریف عورت برباد ہوجاتی ہے اور اکثر نوبت قتل وخون تک پہنچ جاتی ہے۔

دوسرا پہلو

اگر کوئی شریف آدمی فطرتاً بدکاری سے پرہیز کرتا ہے تو وہ اپنی حاملہ بیوی کو تنگ کرتا ہے اور حمل کے بعد بھی چند ہی دن گزرنے دیتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر ہر دس گیارہ ماہ بعد ایک بچہ پیدا ہوجاتا ہے جس سے عورت کی صحت بالکل تباہ ہوجاتی ہے اور اس کو عام طور پر دق لگ جاتی ہے۔

شاید بعض لوگوں کو معلوم نہیں کہ دق کی ابتدا ورم رحم سے ہوتی ہے اور وہ بیس پچیس سال کی عمر تک مشکل سے پہنچتی ہے اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنی آنے والی سوکن کے رحم وکرم پر چھوڑ کر قبر میں اپنا گھر بسالیتی ہے اور جس سوکن سے ڈرتی تھی وہ ہی اس کے گھر آ کر مالک بنتی ہے اور ساتھ ہی اس کے بچوں اور بچیوں کی نہ تعلیم ہوتی ہے اور نہ تربیت۔ ایسے بچے اور بچیاں اسلام کے غازی اور مبلغ بننے کی بجائے معاشرے کے لئے بھی دُکھ کا باعث بن جاتے ہیں۔

اکثر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ شادی کے بعد سال سال کے وقفہ سے اس کے کئی بچے ہوگئے اور خود سوکھ کر کانٹا ہوگئی۔ ہلکی ہلکی کھانسی سے دل گھٹتا ہے۔ دم چڑھ جاتا ہے۔ ہر وقت تھکن اور کمزوری کا احساس ہے۔ پھر بھی ایک بچہ پیٹ میں، ایک گود میں اور تین چار پہلو سے چمٹے ہوئے ہیں۔ سب کا دھیان اور رکھ رکھاؤ ضروری ہے۔ گھر کا کام دھندا اور کھانا پکانا لازمی ہے۔ اور اس پر ظلم یہ کہ رات کو مرد کے جذبات کی تسکین بھی ضروری ہے۔ وہ بھی اللہ کی بندی ایسی سخت جان ہے کہ جان دے دینے کو تیار ہے مگر کیا مجال کہ مرد دوسری بیوی کا نام تو لے۔

کہنا پڑتا ہے کہ عورت واقعی سخت جان ہے اور ضد کی پکی ہے۔ وہ زندگی کے مقصد کو نہیں سمجھتی۔ اسے مذہب کی تعلیم کا احترام نہیں۔

معاشرہ میں جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی پروا نہیں۔ صرف سوکن نہ ہونی چاہئے۔ بلکہ بعض دفعہ سوکن سے بچنے کے لئے خود مرد کا آلہ کار بن کر معاشرہ کو سخت نقصان پہنچاتی ہے لیکن سوکن کو برداشت نہیں کرتی۔ یہ صرف سوکن کا پروپیگنڈہ ہے۔ جس نے کثرت ازدواج کی برائیاں بیان کر کے اسلام کو بدنام کیا ہے۔ دوسرے صحیح اسلامی تعلیم سے بہت دور کر دیا ہے۔ تیسرے اسلام کی کثرت سے بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ چوتھے اسلامی تبلیغ اور جہاد میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے اور اس کے نتیجے میں مرد اور عورت صحیح ازدواجی زندگی کے اصل مقصد سے دور ہو گئے ہیں۔

غرض نکاح

نکاح کرنے والے ہر مرد کے ذہن میں یہ بات لازمی طور پر ہونی چاہئے کہ وہ نکاح محض لذت اور عیش کوشی کے لئے نہیں کر رہا بلکہ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حقوق العباد کی ادائیگی اور اسلام کی خدمت ہے۔ اور اگر نکاح نفسانی خواہش، لذت اور ذہنی عیاشی کے لئے کرتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا، مخلوق سے تعاون اور اسلام کی خدمت کا دخل نہ ہو، تو یقیناً ایسی شادی گناہ ہو گی۔ اسی طرح عورت کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ اپنے نکاح کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، صالح اولاد کی اسلامی معاشرہ میں پرورش و تربیت اور خدمت اسلامی ہی سمجھے۔ لیکن اگر وہ ان نیک مقاصد سے ہٹ کر جنس پرستی اور لذت کے لئے نکاح کر رہی ہے تو یقیناً یہ اسلامی اصولوں کے منافی ہو گا۔ ایسی صورت میں نہ اس دُنیا میں کامیاب ہو گی نہ دوسری دُنیا میں ہی جنت میں داخل کی جائے گی۔

اسلام ہر اس عمل کو شیطانی عمل کہتا ہے جس میں نفسانی خواہشات اور عیش کوشی کو دخل ہو۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے ساتھ یہ چیزیں بھی شامل ہوں تو ''ہم خرما اور ہم ثواب''۔ آخر لذت و آرام اور سکون بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے بنایا ہے، لیکن مسلمان اس کو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے عمل میں لاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو تو اس کو گناہ تصور کرتا ہے۔ اگر میاں بیوی دونوں میں سے کسی کی طبیعت میں نفس پرستی، لذت اور عیش کوشی کا جذبہ پیدا ہو جائے اور اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، صالح اولاد کی پرورش اور تربیت اور خدمتِ اسلام مدنظر نہ ہو تو لازمی امر ہے کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا بیوی اپنے مرد سے خلع کرا لے اور پھر دونوں اپنے عقیدے اور خیال کے مطابق دوسرا نکاح کر لیں۔ البتہ اس صورت میں اسلامی عقائد رکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنے بالمقابل کا احترام کرے اور انتقامی جذبہ کو درمیان میں نہ آنے دے۔ بلکہ ہر قیمت پر اس کی خوشی کو مقدم رکھے۔ نفرت کی بجائے خوشی کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوں تاکہ اس صورت کا اس فرد واحد اور اجتماعی طور پر تمام معاشرہ پر اچھا اثر پڑے۔

اگر دونوں کے بچے ہوں تو ان کا انتظام خوش اسلوبی سے کیا جائے۔ جس کے پاس بچے رہ جائیں، دوسرا فریق بغیر کسی وقت اور تکلیف کے بچوں کو مل سکے اور خوشی کا وقت ان کے ساتھ بغیر کسی پابندی کے گزار سکے۔

ہر شخص ایک سے زائد بیویاں تو کیا ایک بیوی بھی اپنے گھر لانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس کے پاس ان متعدد بیویوں کے لئے مکان، نان و نفقہ نہ ہو۔ ایک بیوی تو شاید تنگی ترشی اور غربت میں گزارہ کر بھی لے لیکن متعدد بیویاں ہمیشہ اچھے مکان اور اعلیٰ قسم کے نان و نفقہ سے کم پر کبھی کسی گھر میں نہیں ٹھہرتیں۔

یہ حقیقت ہے کہ دوسری اور تیسری بیوی ہمیشہ اسی گھر میں آتی ہے جہاں امیرانہ زندگی اور رئیسانہ ٹھاٹھ ہوں۔ بہت کم دیکھا گیا ہے کہ کسی سفید پوش کے گھر دوسری بیوی آ جائے۔ لیکن غریب کے گھر تو ایک بیوی بھی آنے کا نام نہیں لیتی۔

یہ ہر ایک کا کام نہیں

مرد جب مزید شادیاں کر کے عورتوں کو گھر لاتا ہے تو وہ اتنی قوت کا مالک ہوتا ہے کہ ان کو اپنے گھر میں رکھ سکے۔ ان کی ضروریات زندگی احسن طریقے پر پوری کر سکے۔ ان کی اور ان کے بچوں کی نگہداشت کر سکے۔

ان کے درمیان حکمت اور اعتدال سے زندگی گزار سکے۔ یہ ہر ایک کا کام نہیں کہ ایک سے زائد بیویاں اپنے گھر لائے۔ جب کوئی شخص ایک سے زائد بیویاں اپنے گھر لاتا ہے تو لازمی امر ہے کہ پہلی بیوی میں ضرور اس کے معیار کے مطابق کوئی کمی ہوگی۔ یہ کمی معاشرتی علمی اور مجلسی بھی ہو سکتی ہے۔

سب سے بڑی کمی جنسی عدم مطابقت بھی ہو سکتی ہے۔ نفسیاتی طور پر یہ ناممکن ہے کہ عورت مرد کے ذہنی ارتقاء اور جسمانی و جنسی معیار کے مطابق پوری ہو تو وہ دوسری بیویوں کا بوجھ برداشت کر کے اپنے آپ کو ذمہ داری میں گرفتار کرائے۔ جب ایک عورت کسی مرد کے پاس ہو، جس کو وہ معاشرتی و علمی، مجلسی اور جنسی طور پر اپنے معیار کے مطابق نہیں پاتی تو وہ فوراً ماں باپ کے گھر جا کر بیٹھ جاتی ہے اور علیحدگی کا سلسلہ شروع کر دیتی ہے تو پھر جب مرد غیر مطمئن ہو تو وہ کیوں نہ دوسری بیوی کو گھر لائے۔ باقی رہا پہلی بیوی کا معاملہ تو اس کو اگر اس گھر میں آرام نظر آتا ہے تو رہتی ہے ورنہ وہ بھی علیحدگی کا خیال کر لیتی ہے۔

دوسری آنے والی اپنی مرضی سے آتی ہے اور رہنے والی اپنے مفاد کے لئے رہتی ہے۔ تو پھر مرد پر کثرت ازدواج کا الزام کیوں ہے؟ بلکہ مردوں کا احسان سمجھنا چاہئے کہ دوسری بیوی کی موجودگی میں پہلی بیوی کو بھی رکھنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں تو ایسے مردوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے کہ وہ بیک وقت دو، دو۔ تین، تین اور چار، چار عورتیں رکھ سکتے ہیں۔ ان کے بچوں کی نگہداشت کر سکتے ہیں۔ ان کا مقابلہ ایسے مردوں سے کریں جو ایک بیوی بھی اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتے یا اگر ایک بیوی رکھ بھی لی تو تنگی ترشی سے اس کی زندگی کو اجیرن کر دیتے ہیں۔

کیا کوئی شخص اپنی بیٹی فاقوں پر دینے کو تیار ہے؟ اس طرح کوئی شخص اپنی لڑکی نالائق، نااہل، بدمعاش، بداخلاق، کنجوس، بے عزت جواری، شرابی، جنسی طور پر ناقابل اور بدنام شخص کو دینے کے لئے تیار ہے؟ بلکہ عورت جانے کو بھی تیار نہیں۔ اگر غلطی سے بیوی بن بھی جائے تو فوراً علیحدگی اختیار کر لی جاتی ہے۔ پھر ایسے مرد جو زیادہ عورتوں کو اپنے ہاں عزت اور آرام سے رکھنے کے قابل ہیں وہ واقعی قابل عزت اور باہمت انسان ہیں۔

ایسے قابل عزت اور باہمت مردوں کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب خدانخواستہ جنگ کے بعد قوم میں ایک طرف مردوں میں قحط الرجال پیدا ہو جاتا ہے، دوسری طرف بیواؤں اور یتیم بچوں کی کثرت ہو جاتی ہے جن کی نگہداشت اور پرورش کا مسئلہ ایک شدید قومی مسئلہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ایسے باعزت و باہمت مرد ہی ایسے وقت میں سامنے آ کر ملک اور قوم کی ایک زبردست ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔

گزشتہ جنگ عظیم دوم میں دُنیا کے اندر خاص طور پر جرمن، جاپان اور یورپ میں جو قحط الرجال پیدا ہوا ہے اور اس کے ساتھ بیواؤں اور یتیم بچوں کی جو کثرت ہوئی ہے وہ گزشتہ بیس سال میں پوری نہیں ہو سکی۔ جس کا نتیجہ بڑا خوفناک نکلا ہے۔ ایک طرف عورت نے ناجائز تعلقات کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ دوسری طرف ناجائز بچوں کی پیدائش نے یتیم بچوں سے بھی زیادہ ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے۔

ایسے عقدوں کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے اور وہ حل ہے ''تعدد ازدواج''۔

عریانی و بے پردگی

یہ جو دُنیا میں عورتوں کے اندر عریانی و بے پردگی کی روز بروز بڑھ رہی ہے اس کے تحت یہ امر بہت شدت سے کام کر رہا ہے کہ عورت کی جنسی ضرورت پوری نہیں ہو رہی اور وہ اس معاملہ میں بے حد بھوکی ہے۔

اگر ایک عورت کی جنسی بھوک اپنے خاوند کے ہاں باعزت طریقے سے پوری ہو رہی ہو تو وہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ اس کا جسم تو کیا اس کا چہرہ بھی کوئی غیر مرد دیکھے۔

ایک ماہر نفسیات کی حیثیت سے آپ ان عورتوں کا سائیکو انالیسس (نفسیاتی تجزیہ) کریں تو یقیناً آپ ایسی عورتوں میں جنسی بھوک پائیں گے۔ ان کے اندر یہ بھوک جنسی قوت کی زیادتی سے ہے یا جنسی بھوک کی تسکین نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اوران کو سیکس میںیا (جنسی مالیخولیا) کی وجہ سے جو حسن و عشق کے قصوں اور تصاویر کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

مجھے نفسیات کے مطالعہ کا عرصہ بیس سال سے زیادہ کا تجربہ ہے۔ میں نے علاج کے دوران میں ہزاروں کا نفسیاتی تجزیہ کیا ہے، میں بڑے دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میرا تجربہ ایک کم سو فیصدی صحیح ہے، ایک کم اس لئے کہ ممکن ہے کوئی خاص بات مجھ سے مطالعہ میں رہ گئی ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی نعمت عطا کی ہے جو بہت کم لوگوں کو میسر ہے یعنی فزیو سائیکالوجی پر گہرا تجربہ رکھتا ہوں یعنی انسانی اعضاء کی خرابی پر کیا اثرات پیدا کر دیتی ہے اور جذبات کی بے راہ روی اعضاء میں کس قدر خرابی کا باعث ہو سکتی ہے۔

میں اپنے اس تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ جنسی مالیخولیا میں اکثر وہی عورتیں گرفتار ہیں جو ایکٹریسیں بن چکی ہیں، طوائفیں بن چکی ہیں یا مغربی تعلیم کے زیر اثر آ چکی ہیں۔

ان کے برعکس جن مستورات کو مغربی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس زندگی سے نفرت پیدا ہو چکی ہے، ان پر مذہب یا مشرقیت کا اثر ہے۔ ان عورتوں میں جنسی بے راہ روی کا ذرا بھر اثر نہیں پایا جاتا، بلکہ ایسی عورتوں نے اکثر جگہ اصلاح اور تبلیغ کا کام کیا ہے۔ اکثر جگہ پر ان کا مذاق بھی اڑایا گیا ہے، مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہی ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ ہماری موجودہ عریانی اور بے پردگی میں جنسی بھوک کا بہت بڑا تعلق ہے۔ یہ سب کچھ کثرت ازدواج کے خلاف پروپیگنڈہ اور اس کو روکنا ہے۔ عورت کو اپنی ضرورت کے مطابق مرد کی ضرورت ہے۔ قطع تعلق اس کے کہ مرد کے پاس پہلے ایک بیوی ہے یا تین ہیں۔

اگر اس عورت کو کوئی مرد شکل و صورت کے لحاظ سے، علم و عقل کے لحاظ سے، جسمانی طور پر، ذہنی طور پر مطابقت کے علاوہ معاشرتی و مجلسی اور اقتصادی و سیاسی اعتبار سے اس کے معیار کے مطابق ہے اور جنسی اغراض کے لئے قوت کے لحاظ سے اس کو پسند ہے تو وہ مرد اس کی جنسی بھوک دور کر سکتا ہے اور اس کے جنسی جذبات کی تکمیل کر کے اس کو تسکین دے سکتا ہے۔

جنسی بھوک بے شک ایک جنسی جذبہ اور قوت ہے لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ یہ صرف جنسی ضرورت سے ہی پورا ہو کر تسکین پائے گا۔ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ اس کے ساتھ مندرجہ بالا تمام حقائق بھی کام کرتے ہیں۔ مرد کا ایک خاص تصور جو عورت کے دل میں اور عورت کا ایک خاص تصور جو مرد کے ذہن میں ہے وہی تصور، وہی وہم اور صرف وہی تعبیر اس جنسی خواب کی تفسیر پوری کر سکتی ہے۔

مثلاً یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ حسن پرست مرد اپنی جنسی بھوک کے لئے بھی بوڑھی، بدصورت اور سیاہ رنگ کی عورت کی طرف رجوع کرے

یا دولت پرست عورت کبھی اپنی جنسی ضرورت کے لئے کسی نوجوان خوبصورت مگر گندے بھکاری کی طرف رجوع کرے جو سربازار چلتے ہوئے مکھیوں کی بھنبھناہٹ میں سڑے گلے آم یا گڑ کی ڈلی کو مٹھائی سے بھی زیادہ عزیز سمجھ کر کھا رہا ہو۔

روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ مرد ہوں یا عورتیں، جب شادی کا سوال پیدا ہوتا ہے تو ان کی لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات اپنے ساتھی کو بھی اسی شکل میں دیکھنا چاہتی ہیں۔ وہاں صرف عورت مرد کا سوال نہیں ہوتا، بلکہ دو اجنبی اور غیر شعوری خواہشات (یعنی دولت مند، حسین، تعلیم یافتہ، صاحب ثروت، حاکم، زندہ دل، جسیم، پہلوان، غیر معمولی طاقتور گویا ہیرو وغیرہ) کے ہم آہنگ، ہمنوا ہونے کا سوال ہوتا ہے۔ یقیناً سچا ساتھی ہی صحیح طور پر جنسی بھوک کے لئے باعث تسکین ثابت ہو سکتا ہے۔

جب بھی کبھی ان رجحانات کے خلاف شادی یا جنسی ملاپ ہوگا تو وہ فوراً ہی نفرت اور جدائی میں تبدیل ہونا شروع ہو جائے گا۔ اسی لئے قرآن حکیم میں اس امر پر تاکید کی گئی ہے کہ ''عورت اور مرد کی مرضی کے بغیر کبھی بھی ان کو رشتہ ازدواج میں منسلک نہ کرو''۔

جب پہلی بار لڑکے لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو ماں باپ بڑی جرأت سے کہہ دیتے ہیں کہ کیا ہماری پسند سے زیادہ ہماری اولاد کی پسند ہو سکتی ہے؟ حالانکہ یہاں پسند اور نافرمانی کا سوال نہیں ہوتا بلکہ ان رجحانات کا سوال ہوتا ہے جو اس لڑکے کے اندر ماں باپ کا خون نطفہ اور تعلیم و ماحول سے پیدا ہوتے ہیں جو غیر شعوری طور پر اس کے ذہن میں محفوظ ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ جب تک ان کی تسکین نہیں ہوگی، زندگی خوشگوار نہیں بن سکتی۔ اگر کسی مرد کے پاس چار عورتیں رہنا پسند کرتی ہیں یا وہ مرد ان کو پسند کرتا ہے تو پھر غیر کو دیکھ کر دکھ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی عورت رہنا پسند نہیں کرتی تو یقیناً جدا ہو جائے گی اور مرد پسند نہیں کرتا تو ان کو جدا کر سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم کا یہی کمال ہے کہ وہ مرد یا عورت کو مجبور نہیں کرتا کہ بغیر مرضی کے کسی کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم کرے یا خلاف مرضی کسی کے ساتھ رہنے پر مجبور ہو جائے۔ یہ آزادی آج دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ نہ معلوم پھر بھی اسلام کو کثرت ازدواج کے لئے کیوں بدنام کیا جاتا ہے؟۔

اسلام تو عین فطرت کے مطابق انسان کو مسئلہ ازدواج کے متعلق آزادی دیتا ہے اور فطرت وہ مقام جہاں انسان پوری طرح نشو ونما اور ارتقاء کی منزلیں آسانی سے طے کر لیتا ہے، اسلام جہاں فطرت کے مطابق ہر عورت مرد کو مکمل آزادی دیتا ہے وہاں وہ صرف لفظ اسلام کی پابندی لگا دیتا ہے یعنی مسلمان کا ہر عمل اسلام کے مطابق ہو۔

اسلام کے معنی ہیں ''اطاعت'' یعنی ہر عمل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت پر مبنی ہو۔ اس میں عورت یا مرد کی ذاتی خواہشات کو دخل نہ ہو۔ اگر مرد عورت کا ایک دوسرے کو خوش کرنا بھی مقصود ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی خوشنودی ضروری ہے۔

اس تصور کے بعد ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو ایک خوشگوار، فطرت کے مطابق اور آرام دہ زندگی کا وعدہ کرتے ہیں اور پھر اس کے نتیجے کے خود طلب گار ہیں۔ یعنی زندگی میں جو مال، اولاد اور قوت میں اگرچہ سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول مقبول ﷺ کی خوشنودی ہی اسلامی زندگی کی روح ہے۔ اس میں اسلامی خواہشات خواہ وہ ماں باپ اور خاوند ہی کی کیوں نہ ہوں، رکاوٹ کا باعث نہیں بن سکتیں۔

''لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیک وصیت مانو، کیونکہ یہ تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ تم اس کے سوا اور کوئی حق نہیں رکھتے۔ وہ اس صورت میں کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اپنی خواب گاہ سے علیحدہ کر دو اور ان کو ہلکی مار مار دو اور جب تمہاری بات مان جائیں تو

پھر ان پر الزام لگانے کی صورتیں اختیار نہ کرو۔ بے شک ان کا تم پر اور تمہارا ان پر حق ہے''۔

''اسلام کی رو سے سلسلہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد میاں اور بیویاں اپنے اپنے حقوق اور فرائض میں برابر آزاد ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کا لباس ہیں''۔ [قرآن] کیونکہ اس امر پر مامور ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کریں۔ مرد کو صرف اس قدر برتری ہے کہ وہ اس کی نگرانی کا اولین ذمہ دار ہے۔ بس جس طرح حکومت انتظامی معاملات میں کسی کو کسی کا نگران مقرر کردے یا جیسے حکم ہے کہ جب کوئی سفر یا کام شروع کرو، اپنے میں سے کسی کو امیر بنالو۔

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ [سورة نساء : ٣٤]

''مرد عورتوں پر نظام قائم کرنے والے ہیں''۔

لیکن اگر کوئی مرد اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں غفلت برتے تو عورتوں کا فرض ہے کہ وہ اوّل اس کو تنبیہ کریں، پھر اس کی اطاعت سے باز رہیں، پھر بھی نہ مانیں تو خلع کرلیں۔

گویا ایک اسلامی گھر میں کسی پر کسی کی حاکمیت نہیں ہے۔ مرد صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نگران اوّل ہے۔ لیکن اگر اس سے کوتاہی ہوتی ہے تو اس کی بیویوں بلکہ اولاد تک کو حق حاصل ہے کہ وہ محبت اور حکمت سے اس سے جواب طلبی کرے۔ اگر وہ باز نہیں آتا تو اس سے قطع تعلق کرسکتے ہیں۔ ان حالات میں بھلا ایک مرد کی کیا مجال ہے کہ وہ زبردستی سے کثیر تعداد میں بیویاں اپنے گھر میں قید کرکے رکھ سکے۔

تین بنیادی اصول

اس کے اصولوں کو سمجھنے کے لئے تین اہم اصول ذہن نشین کرلینے چاہئیں۔

- حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔
- دین کی مکمل نعمتیں عطا ہوچکی ہیں۔
- ہر شخص اپنے فرائض کی ادائیگی اور اپنے حقوق کے مطالبے کے لئے آزاد ہے۔

ان اصولوں پر چلے بغیر کوئی گھر اسلامی گھر کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ حاکمیت کے متعلق چاہئے کہ ایک اسلامی گھر میں نہ صرف عورت کی ملکیت ہے اور نہ مرد عورت پر کلی اختیار ہی رکھتا ہے۔ دونوں کا صرف اسی حد تک تعلق ہے جس حد تک ان کے اپنے اپنے حقوق اور فرائض کا تعلق ہے۔ ورنہ دونوں اپنی اپنی زندگی کے گزران اور تکمیل میں مصروف ہیں۔ اور خداوند کریم کے سامنے اپنے نیت اور تقویٰ کے مطابق جواب دیں گے۔ ایسی صورت میں ایک گھر میں ایک عورت ہو یا چار، کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ہر عورت اپنے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کے مطابق فرائض ادا کررہی ہے۔ جہاں وہ کمی یا خرابی پاتی ہے، اس کی اصلاح کرتی ہے۔ اگر اصلاح ناممکن ہوجاتی ہے تو خلع لے لیتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک مرد چار عورتوں اور ان کی کثیر اولاد کا خرچ کیسے برداشت کرسکے گا؟

یہ سوال بالکل بے معنی ہے۔ اوّل رزق اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہی جس کو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا تنگی کرتا ہے۔ کوئی انسان دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے دولت، عقل سے کمائی ہے یا اپنی طاقت سے حاصل کی ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ دعویٰ تسلیم بھی کرلیا جائے تو پھر بھی آخر یہ عقل اور طاقت بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی دین ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک غریب آدمی ہے اور اس کی دوسری یا

تیسری شادی کا اتفاق ہوا اور وہ دولت مند ہو گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے کا مکمل بھروسہ ہو تو وہ دوسری بات ہے۔ سیدھا اور صاف راستہ ہے کہ عورت غریب مرد سے خلع کرا کے کسی اُمیر سے شادی کر لے لیکن اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہر اسلامی گھر میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے:

''اللہ ہی تمہارا رب اور پرورش کرنے والا ہے اور ملک اسی کا ہے''۔ [فاطر]

''لہٰذا حکم صرف اسی کے لئے جو اعلیٰ اور اکبر ہے''۔ [المومن]

''اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا''۔ [الکہف]

ایک اور جگہ پر خاص طور پر واضح کر دیا گیا ہے کہ:

''لوگ پوچھتے ہیں کہ آیا حکم میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے، کہہ دو کہ حکم سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے''۔

اس پر بس نہیں کی گئی بلکہ جو احکامِ الٰہیہ کی پوری پوری تعمیل نہ کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے فرمایا ہے:

''اور جو اس قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے تو ایسے لوگ کافر ہیں''۔ [المائدہ]

عوام تو رہے ایک طرف، نبیوں کو بھی تاکید ہے کہ وہ بھی نفسانی خواہشات کی بجائے حق کی پیروی کریں۔ جیسے فرمایا گیا ہے:

''اے داؤد! ہم نے تم کو خلیفہ مقرر کیا ہے، لہٰذا تم حق کے ساتھ لوگوں کے درمیان حکومت کرو اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے وہ تم کو بھٹکا لے جائے گی''۔

حقیقی اسلامی زندگی

جہاں تک دین کا تعلق ہے، قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ اس دُنیا میں زندگی اور کائنات جن قوانین پر چل رہے ہیں قرآن ان پر نہ صرف پوری طرح روشنی ڈالتا ہے بلکہ ذہن نشین کراتا ہے۔ پھر تاکید کرتا ہے کہ دین ایسا راستہ اور عمل ہے جس کا ردِّ عمل صالحیت ہے یعنی اس راستہ پر چلنے والا انسان صراطِ مستقیم حاصل کر سکتا ہے۔ جس میں نتیجہ کے طور پر نشوو ارتقاء حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا نام دین اسلام رکھا گیا ہے یعنی ایسا دین جس کی اتباع بہر صورت لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہی دین پسند ہے۔

''تحقیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے''۔

یعنی ایسا دین جس میں اطاعت کو فضیلت حاصل ہے جس کے نتیجہ میں سلامتی اور امن پیدا ہوتا ہے جو شخص دین اسلام کے بیان کردہ صراطِ مستقیم پر نہیں چلے گا، یقیناً وہ ان حالتوں سے خالی نہیں ہے یا وہ ظالم ہے یا گمراہ۔ ظالم وہ ہے جو جانتا ہے اور اس پر نہیں چلتا۔ اس پر یقیناً اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا اور جو یہ راستہ نہیں جانتا وہ گم گشتہ راہ ہے اور یقیناً اندھے گڑھے میں گرے گا۔ اس دین کے کھل جانے کے متعلق صاف صاف کہہ دیا گیا۔

''تمہارا دین مکمل کر دیا گیا۔ ہر قسم کی نعمتیں جو اس دُنیا میں زندگی اور کائنات کے لئے ہو سکتی تھیں، ختم کر دی ہیں۔ میں تمہارے دین اسلام کے لئے راضی ہوں''۔

کیا پھر اس کے بعد بھی کسی کے لئے گنجائش رہ جاتی ہے۔ لہٰذا اس کی انفرادی یا اجتماعی اور گھریلو زندگی تلخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ لیکن اگر ایک شخص پوری طرح دین اسلام پر عامل ہی نہیں ہے، اس کے باوجود اپنی زندگی کی تلخی کا رونا روتا ہے تو پھر اس میں دین اسلام کا کیا قصور ہے؟

''اور جو لوگ بھی ایمان کے بعد اس دین کو جھٹلاتے ہیں یا اس پر عمل نہیں کرتے، کیا اللہ تعالیٰ تمام حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے''۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی حاکیت اور دین اسلام کی مکمل روشنی میں اپنی زندگی گزاریں۔ دوسرے انسان کے معاملہ میں اتنا ہی دخل دیں جس قدر اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ ہر شخص سے اس کے اعمال کے متعلق پوچھا جائے گا۔ یہ نہیں کہ خاوند نے بیوی کے ساتھ کیا سلوک کیا یا بیوی نے خاوند کے ساتھ کیا برتاؤ کیا بلکہ صرف یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی بیوی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا یا تم نے اپنے خاوند کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ خاوند امیر اور صحت مند ہو یا غریب اور لاغر، بیوی حسین اور سلیقہ مند یا بدصورت ہو یا پھوہڑ۔ جب آپس میں رہنا پسند ہو تو ضروری ہے کہ اسلام کے اصولوں پر رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض ادا کریں۔ اگر ذہن اور طبیعت کا ملاپ نہیں ہے تو بہتر صورت یہ ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں یعنی جب بھی میاں بیوی اپنی اس ازدواجی زندگی کو ایمانداری سے دکھ سمجھیں یا یہ کہ نفسانی خواہش کے ماتحت نہیں بلکہ واقعی یہ زندگی دین اسلام کے خلاف ہے تو علیحدگی اختیار کر لیں۔ یاد رہے کہ ان کا دکھ یا تکلیف دین اسلام کی قدروں کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ ہو اور ان میں ذاتی خواہشات اور جذبات کا بالکل دخل نہ ہو۔

اسلامی ازدواجی ضابطہ

اس حقیقت سے یہ امر پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی زندگی ازدواجی رشتہ اسی صورت میں جائز اور صحیح ہو سکتا ہے جب اسلامی قوانین (دین) کو اللہ تعالیٰ کی حاکیت کے تحت اس طرح تسلیم کیا جائے کہ ہر مسلم کو اپنے قوم اور فعل کا جواب قیامت میں دینا ہے۔

اگر یہ صورت نہیں ہے تو پھر کسی ازدواجی زندگی کو اسلامی قوانین کے مطابق نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ازدواجی زندگی دین اسلام اور اطاعت قرآن کے مطابق ہے تو پھر ایک بیوی ہو یا چار ہوں، کوئی خرابی پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ رحمت خداوندی ہے۔ جو مرد (مرد تو شاید ایمان داری سے نہ کریں) یا عورتیں کثرت ازدواج کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں یا کرتی ہیں تو وہ انسانی زندگی خصوصاً انسانی جسم، اعضائے انسانی قوائے انسانی کی تشریح افعال اور اثرات سے قطعاً واقف نہیں ہیں۔

صرف جذبات اور خواہشات نفسانی کے ماتحت اپنے جوش وخروش اور خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

عورتوں میں خاص طور پر یہ جذبہ پایا جاتا ہے کہ ایک بیوی کی صورت میں وہ گھر اور خاوند پر حکومت کریں گی اور خاندان کی مساوی دولت ان کی اور ان کے بچوں کی ہوگی اور کسی قانون کی پابندی ان پر لازم نہ ہوگی۔

ایسی عورتیں نہ صرف اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے قوانین سے منحرف ہوتی ہیں بلکہ حکومت اور سوسائٹی کے قوانین کی بھی ان کے دل میں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

سچ کہا گیا ہے کہ وہ عورت بڑی جرأت کی مالک ہوگی جو کسی قانون (چاہے اس کا ذاتی بھی بنایا ہوا کیوں نہ ہو) کی پیروی کرے گی۔

قانون ایک بندش کا نام ہے۔ اس کو تسلیم کر کے اس پر عمدگی سے عمل کرنا یقیناً بڑی مستقل مزاجی اور استقامت کا کام ہے۔ کامیابی صرف استقامت ہی کا دوسرا نام تو ہے۔

اسلام سے قبل جہاں تک تاریخ کی روشنی میں پتہ چلتا ہے، عورت کا سوسائٹی میں کوئی مقام نہیں تھا اور نہ اس کے حقوق تسلیم کیے گئے تھے بلکہ عورت کو صرف بھیڑ، بکری اور گائے کی حیثیت سے خریدا اور فروخت کیا جاتا تھا۔ صرف زمانہ جاہلیت ہی میں نہیں بلکہ انتہائی تہذیب وتمدن کے زمانوں میں بھی مرد کا ایک صرف اور صرف ایک دل بہلاوہ ہی خیال کیا گیا ہے۔

یہاں تک کہ دُنیا کی دیگر تمام اقوام نے بھی عورت کو کوئی درجہ نہیں دیا بلکہ اس کو ہمیشہ روحانی اور اخلاقی ترقی میں رکاوٹ کا باعث قرار دیا۔ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ عورت میں روح ہی نہیں ہوتی۔

یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے مرد اور عورت کو برابری کا مقام عطا کیا۔ خاوند کو صرف (قوام) محنتی اور منتظم و طاقتور ہونے کی وجہ سے عارضی طور پر ایک درجہ دیا ہے اور جب کوئی خاوند نہیں رہتا تو اس پر کسی عورت کا کوئی درجہ نہیں۔

اسی طرح عورت کو بھی مرد پر درجے دیئے ہیں۔ مثلاً ماں کا بڑا درجہ ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا مرد کیوں نہ ہو مگر ماں سے بڑھ کر اس کا درجہ نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح بڑی بہن یا رشتہ میں کوئی بھی بڑی عمر کی عورت ہو بلکہ ہر مسلمان عورت جو عمر میں بڑی ہو، قابل عزت اور درجہ کے اعتبار سے بڑی ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ﴾ [سورة حجرات : ١٣]

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی قابل عزت اور بزرگ ہے جو متقی اور پرہیز گار ہے"۔

اس میں مرد پر عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

کیا بدھ، برہمن اور جین لوگ اپنی مذہبی کتب سے ویدوں سے عورت کے درجے کو بیان کر سکتے ہیں۔ کیا یہودی اور عیسائی اپنی کتب توریت اور انجیل میں عورت کا اس قدر بلند مقام دکھا سکتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ آج بھی جبکہ دُنیا اپنے آپ کو انتہائی مہذب کہتی ہے، کیا اس نے عورت کو اس قدر آزادی اور درجہ دے رکھا ہے جو اسے اسلام نے بخشا ہے؟ لاقانونی آزادی اور چیز ہے اور صحیح حقوق کا حصول اور شے ہے۔

ان حقائق کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں، جن کی نگاہ زندگی کے حقائق پر ہو۔ ظاہرداری و عریانی اور جذبات و نفسانی خواہشات میں زندگی کی تفسیریں نظر نہیں آ سکتیں۔

ان تمام مذاہب و تہذیبوں کے خلاف اسلام نے عورت کو نہ صرف مرد کے ساتھ مساوی درجہ اور بلند مقام دیا ہے بلکہ ثابت کیا ہے کہ مرد کی روحانیت بغیر عورت کے مکمل ہی نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے ازدواجی زندگی کو ہر مرد اور عورت کے لئے بلکہ آزاد اور غلام دونوں کے لئے خیر و برکت کا سبب قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

"تم اپنے میں سے بن شوہر کی عورتوں کا (خواہ کنواری ہوں یا بیوہ) اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں صلاحیت رکھنے والوں کا نکاح کر دیا کرو۔ اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ گنجائش والے اور علم والے ہیں"۔

اس سے ثابت ہوا ہے کہ ازدواجی زندگی تندرست انسان کے لئے نہایت اہم اور خیر و برکت کا موجب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کی ضروریات میں اضافہ کے باعث اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل اور رحمت زیادہ نازل فرمائیں۔ پھر زیادہ اولاد سے رزق میں زیادہ برکت ہو جائے۔ کنبہ وسیع ہونے پر زیادہ طاقت بڑھ جاتی ہے۔

جتنی بیویاں، اتنی رشتہ داریاں، تعلقات اور قوت میں اضافہ، ایسی صورت میں جب ایک شخص پر ہر طرف سے بوجھ پڑتا ہے تو ایک نکمے سے نکما آدمی بھی جدوجہد کرنے لگتا ہے۔ جدوجہد اور عمل کا نام ہی تو زندگی ہے۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں جب بھی کسی شخص نے غربت کی شکایت کی تو اس کو ہمیشہ نکاح کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ یہاں

تک کہا جاتا ہے کہ جب ایک یا دو بیویاں گھر میں لانے کے بعد بھی غربت رفع نہیں ہوتی تو تیسری اور چوتھی بیوی لانے کو کہا گیا اور پھر اس گھر سے غربت چلی گئی۔ ہمارے ہاں ذہن میں پہلے ہی یہ بیماری جاگزین ہے کہ دولت ہو تو شادی کی۔ گویا دولت سے شادی کی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ ﴾ [سورة حجرات : ۱۳]

''تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگی اس کو ہے جو زیادہ متقی ہے''۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر متقی کے اوصاف پر فکر و نظر سے کام لیا جائے تو دولت پرستی کا جذبہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''نکاح میری سنت ہے۔ جو میری سنت سے روگردانی کرے گا اس کا تعلق مجھ سے نہیں ہے''۔

اسلام دراصل حضرت رسول اکرم ﷺ کی پیروی ہی کا نام ہے۔ اور جو شخص بھی سنت کا تارک ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس حدیث شریف میں خاص طور پر اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ میری سنت خاص طور پر سنت نکاح سے روگردانی کرنے والا میری اُمت میں شمار نہیں ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنا ہر انسان کے لئے نہایت اہم ہے۔

نکاح کے فوائد

قرآن حکیم نے نکاح کی اس اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے نکاح کے فوائد بیان کئے ہیں:

- اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون پاؤ اور تمہارے درمیان پیار اور محبت پیدا کر دیا ہے۔ بیشک اس میں سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۳۰/۱۱، پ۲۱ع۴]
- نکاح کی غرض تقویٰ حاصل کرنا ہے۔ [پ۴ انساء]
- نکاح بطور ایک قلعہ کے ہے جس سے انسان بدی سے محفوظ رہتا ہے۔

کیونکہ قرآن مجید نے زوجین کے لئے ﴿ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ﴾ [سورة نساء: ۲٤] کی شرط عائد کی ہے۔

مندرجہ بالا فوائد میں ذیل کی باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) بیویوں سے تسکین (۲) باہم پیار و محبت سے تقویٰ (۳) بدی سے روکنے والا قلعہ۔

تفصیل درج ذیل ہے:

اوّل انسان جب جوان ہوتا ہے تو نفسیاتی طور پر اپنے اندر عورت کے لئے پیار و محبت اور کشش کا جذبہ پاتا ہے۔ جب تک اس کی یہ نعمت (عورت) میسر نہیں ہو جاتی اس کے جسم میں ایک آگ اور دل میں اس کے بغیر اُداسی رہتی ہے۔ گویا عورت اس کے پیار و محبت اور کشش کا مرکز ہے۔ اور جب تک وہ اس کو نہیں پا لیتا اس کے دل و دماغ اور جسم کو تسکین نہیں ہوتی۔

بعض دفعہ تو یہ طلب اتنی شدید ہوتی ہے (جس کو عشق کہتے ہیں) کہ مرد کو دیوانہ اور سودائی بنا دیتی ہے۔ جس کا انجام اکثر موت یا خودکشی ہوتا ہے۔

پیار و محبت اور کشش کی صورت میں عورت کا تسکین بخش ہونا ضروری ہے۔ اس کا کچھ وہی لوگ اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں جنھوں نے

جذبہ عشق ومحبت کی تلخی کو کسی قدر چکھا ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں (مرد ہو یا عورت) زندگی اور صحت کے چند فطری تقاضے رکھے ہیں جن پر انسانی زندگی قائم ہے۔ مثلاً منہ اور ناک کے ذریعے اندر کی ہوا کا صاف ہونا، پسینے سے خون کا صاف ہونا اور پیشاب سے تیزاب کا اخراج پانا۔

اسی طرح دیگر فضلات، گندگیوں اور میل کچیل سے انسانی جسم ہر وقت صاف ہوتا رہتا ہے۔ یہ فضلات انسان کے جسم میں ایک خاص حد تک رہ سکتے ہیں۔ اگر وہ پوری طرح اخراج نہ پائیں یا زائد وقت تک ٹھہرے رہیں۔ ضرورت سے زیادہ بے طریق خارج ہوں یا بے اعتدال، کم وبیش ہوں تو یقیناً انسان بیمار ہو جاتا ہے۔

بالکل یہی صورت اس وقت بھی وارد ہوتی ہے جب یہ جنسی مادہ بھی خارج نہ ہو پائے یا بغیر ضرورت کے یا ضرورت سے زیادہ بے طریق اور بغیر اعتدال کے خارج ہو جائے جو جنسی وظائف کی صورت میں اخراج پاتا ہے۔ ایسی صورت میں بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دماغی خرابی، خاص طور پر پاگل پن (۲) فالج، لقوہ اور ادھرنگ وغیرہ (۳) دمہ اور موٹاپا اور عورتوں کے امراض۔

جب مرد یا عورت شادی شدہ ہوتے ہیں تو اس فطری وظیفہ ازدواج کی وجہ سے اکثر امراض سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ گویا اس حیثیت سے بھی عورت مرد کے لئے تسکین کا باعث ہے۔

نکاح کا لازمی نتیجہ اولاد ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ اولاد باعث تسکین قلب ہے۔ جن لوگوں کے ہاں اولاد نہیں ہے وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اولاد کے بغیر ان کے دل کس قدر بے چین اور بے قرار ہوتے ہیں۔ اس لئے عورت کی شکل میں ایسی ہستی ہے جو اولاد کو جنم دیتی ہے۔ اور اس کی پرورش کرتی ہے۔ اور مرد کے لئے تسکین کا باعث بنتی ہے۔

دوسرے صرف عورت ہی ایک وہ ہستی نہیں ہوتی جو اپنے پیار سے مرد کے دل کو گرما دیتی ہے بلکہ اس کے ماں باپ، بہن بھائی، بلکہ سارے کنبے اور برادری کے دلوں میں محبت اور پیار کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ خاندان کے تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور جذبہ محبت اور ارادت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جہاں برادری اور کنبے بڑھتے ہیں، وہاں پیار ومحبت کے ساتھ دونوں کی طاقت بڑھتی ہے۔

تیسرے اسلامی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ انسان کو متقی بنا دے کیونکہ یہ قرآن کا بنیادی (Basic) اور ابتدائی مقام ہے۔ اس کے بعد وہ صابر و عابد اور مومن کی منزلوں سے گزر کر مسلم بنتا ہے اور غائب پر ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، کتب اور قیامت پر ایمان وغیرہ متقی بننے کے لئے اہم باتیں ہیں۔

متقی ایک ایسا اعتدال پسند انسان ہے جس کی صالح جبلت نے فطرت کے اصولوں پر تربیت پائی ہو اور پروان چڑھی ہو۔ ازدواجی رشتہ ہی ایک ایسی بندش ہے جو انسان کو بہت حد تک تقویٰ کی حدود کے اندر رکھتا ہے اور اسے بے راہ روی سے روکتا ہے۔

چوتھے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو ایک خاص قسم کے معاشرہ کے قلعہ میں قید کرنا چاہتا ہے۔ وہ قلعہ ہمیشہ معاشرہ کی خرابیوں کو روکتا ہے۔

اس قلعہ کا نام ﴿مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾ پاک دامن رہنے والے نہ کہ شہوت زنی کرنے والے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام اخلاق کی بنیاد پاکدامنی پر رکھتا ہے اور ہر برائی کی جڑ شہوت پرستی کو قرار دیتا ہے۔ گویا دنیا بھر کی برائیاں اسی جنسی بھوک کے تصور ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔

زر، زمین اور زن کی جو برائیاں بنیادی بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں زر اور زمین حصول زن اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے ہیں۔ خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز۔ لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عورت ہی کے لئے مکان، کوٹھی یا محل اور اس پر خرچ کرنے کے لئے زر و جواہرات اور دولت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی سے عورت کا حسن و عشق، پیار و محبت اور ارمان و کشش نکال دیں تو یقیناً جنسی بھوک کا بھوت بھاگ جاتا ہے اور جب بھوک کا بھوت بھاگ جاتا ہے تو باقی اخلاقی قدریں صحیح شکل و صورت میں اپنی جگہ قائم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اسلام ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے پاک دامنی کا ایک قلعہ قائم کرتا ہے جو جنسی بھوک کی روم تھام کرے۔

چونکہ انسانی فطرت اپنا صحیح ساتھی اور ہم خیال چاہتی ہے اور ساتھ ہی مرد کی جنسی بھوک کی تسکین بھی ضروری ہے اس لئے اسلام اس کی تو اجازت دیتا ہے کہ مرد دو دو، تین تین اور چار چار شادیاں کریں اور عورت اپنے پسندیدہ خاوند کو چھوڑ کر دوسرے یا تیسرے یا چوتھے علیٰ ہذا القیاس مردوں کو چھوڑ کر کسی اور مرد سے نکاح کرے لیکن دونوں میں سے کوئی بھی زنا کا مرتکب نہ ہو۔

نفسیات کا ایک لطیف مسئلہ

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک مرد کے گھر بیک وقت دو، تین یا چار بیویاں ہوں اور اس کو ان کا نان ونفقہ اور ضروریات زندگی ایمان داری سے پوری کرنی پڑیں تو وہ کبھی بھی اپنے اندر جنسی بھوک کو محسوس نہ کرے گا۔ گویا شہوت زنی کا تصور ہی ختم ہو جائے گا۔ جب معاشرہ میں برائی کی جڑ ہی ختم ہو گئی تو معاشرہ خود بخود صحیح اور صحت مند قدروں میں رواں دواں ہو جائے گا۔ ایک مرد جو دو تین یا چار شادیاں تو نہیں کرتا مگر اپنے فطری تقاضے کو ناجائز طور پر تسکین دیتا ہے۔ اس کو چار عورتیں تو کیا چار سو عورتیں بھی تسکین نہیں دے سکتیں۔

اسی طرح ایک عورت کو اگر جائز طریقے سے اپنے خاوند اسے اپنے فطری تقاضے کی تسکین کی صورت نہیں ہو سکتی تو پھر ناجائز طریقے سے ایک سو مرد بھی اس کی جنسی بھوک کو ختم نہیں کر سکتے۔ بازار حسن کی رنڈی اس کی شاہد ہے۔

قرآن حکیم ارشاد فرماتے ہیں کہ عورتوں میں جو تم کو خوش لگیں یعنی پسند ہوں۔

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ﴾ [سورة نساء : ۳]

"پس نکاح کرو دو دو، تین تین اور چار چار، ان عورتوں میں جو تم کو خوش لگیں"۔

یعنی نکاح میں یہ امر ضروری ہے کہ دِل میں شوق ہو اور عورتیں دِل کو بے حد پسند ہوں۔ لفظ ﴿ مَا طَابَ ﴾ میں دِل کا شوق اور پسند دونوں باتیں آ جاتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسانی شوق اور پسند پر کوئی قدغن نہیں ہے۔

بعض لوگ جو کثرت ازدواج پر پابندی، شرائط یا حکومت کی طرف سے بندش لگانا چاہتے ہیں ان کے لئے جائز نہیں ہے، بلکہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ کی منشاء کے خلاف ہے۔

قرآن حکیم تو نفسیاتی طور پر مرد کے جذبۂ دِل یعنی شوق اور پسند کو دلیل بناتے ہیں۔ پھر اس پر پابندی لگانا کہاں تک صحیح ہے۔ یہ نفسیات کا ادنیٰ سا مسئلہ ہے کہ کوئی انسان بھی اپنے شوق اور پسند کے بغیر کسی شے کے حصول کی طرف توجہ نہیں کرتا اور پھر اسی قدر حاصل کرتا ہے جس قدر کہ وہ برداشت کر سکے یا وہ اتنا بوجھ برداشت کر سکے۔

یہ ناممکن بات ہے کہ کوئی انسان اپنے اندازے سے زیادہ بوجھ اُٹھا لینے کی کوشش کرے گا تو ناکام رہے گا یا گرا دے گا۔ اس لئے تاکید کی گئی ہے کہ اگر تم انصاف نہ کر سکو تو پھر ایک ہی نکاح کرو۔

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ ﴾ [سورة نساء: ٣]

''اگر تمہیں ڈر ہو کہ ان میں عدل قائم نہ رکھ سکو گے تو پھر ایک ہی نکاح کرو یا صرف ایک ہی لونڈی کافی ہے''۔

یہاں بھی نفسیاتی طور پر دِل کو ہی دلیل بنایا گیا ہے۔ کیونکہ ہر صحیح اور غلط شے کا اندازہ دِل اچھی طرح سے لگا سکتا ہے۔ یا قرآن حکیم کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر دِل میں اچھائی اور برائی کے سمجھانے کے لئے الہام فرماتے ہیں:

﴿ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ [سورة شمس : ٨-١٠]

''پس جی میں ڈال دی گئی برائی اور بھلائی اختیار کی کامیاب ہوا اور وہ نامراد ہوا جس نے برا کیا''۔

گویا اللہ تعالیٰ ہر شخص کے دِل میں ہر شے اور ہر عمل کی اچھائی اور برائی کا ہر گھڑی اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اب صرف مسلمان ہونا شرط ہے یعنی خداوند کریم اور حضرت محمد رسول مقبول ﷺ کا فرماں بردار ہونا شرط ہے تا کہ جذبات کی رو میں نہ بہہ جائے۔ گویا ذہن میں یہ بھی ہر گھڑی رہے:

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ [سورة نازعات : ٤٠، ٤١]

''اور اس پر جو اپنے ربّ کے جلال سے خائف ہیں اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتے ہیں یقیناً ان کا ٹھکانہ جنت ہے''۔

اس سے ثابت ہوا کہ جب خود اللہ تعالیٰ انسان کے دِل کو نیکی اور بدی کا احساس کراتے رہتے ہیں اور وہ انسان مسلم (فرمانبردار) بھی ہے۔ پھر اس سے کب ممکن ہے کہ وہ بغیر ضرورت کے دو دو چار چار شادیاں کرے گا۔ وہ تو صرف ایک ہی پر قناعت کرے گا اور اگر وہ ایک کے قابل بھی نہیں ہے تو وہ اپنی لونڈی کو ہی اپنے لئے کافی خیال کرے گا اور خود لونڈی کے قابل بھی نہیں ہے اور لونڈی جوان ہے تو پھر خداوند کریم کا یہ حکم اس کے سامنے کہ اپنی جوان لونڈیوں کا نکاح کر دو تو لازماً ان کا بھی اللہ تعالیٰ کسی ضرورت مند کے ساتھ نکاح کر دے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو''۔

یاد رہے کہ لباس جہاں انسان کے لئے ایک سجاوت ہے اور عزت کا باعث، وہاں انسان کی عیوب کی ستاری بھی کرتا ہے۔

انسانی زندگی کا حقیقی احساس اور ادراک ہو جانے کے بعد بھی فرمان خداوندی یہ ہے:

﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ [سورة نساء : ٣]

''یہ زیادہ اغلب ہے کہ بے انصافی کرو''۔

اس لئے نکاح کرنے کے معاملے میں اور اگر نکاح کر لو تو اپنی ایک یا زیادہ بیویوں کے حقوق کے معاملے اور اپنے فرائض ادا کرنے میں ان سب کے درمیان عدل قائم رکھنے میں انتہائی جدوجہد سے کام لو۔ اس پر بھی احتیاط رہے کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اس میں تمہارے مدنظر عیش پرستی اور لذت نہیں بلکہ:

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی ﴾ [سورة نساء : ٣]

''اور یقیناً دِل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر رہے کہ یتیموں میں انصاف نہ کر سکیں گے''۔

اس ساری بحث کے اسباب پر کوئی صاحب بصیرت و فراست ہی انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ اسلام کن حالات اور کس صورت میں کثرت ازدواج کی اجازت دیتا ہے اور اس سے اس شخص کی نسبت اس کی ازدواج اور معاشرہ کو کس قدر کثیر فوائد حاصل ہیں۔

باقی رہی عدل میں کمی تو یہ صرف انتہائی عدل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ انسان انتہائی عدل کے بعد بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے عدل میں کوئی کمی یا نقص باقی نہیں رہ گیا کیونکہ نفسیاتی طور پر انسان اپنے تمام حواس اور شعور پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ اس سے غلطی ممکن ہے۔ سوائے نبی کے۔ کیونکہ اس کا تعلق بلا واسطہ خدا سے ہوتا ہے۔ البتہ کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔ ایسی پابندیوں کے بعد اگر چار شادیاں بھی کر لی جائیں اور بیویاں بھی مسلم اور مومن ہوں تو کیا ایسی شادیاں مبارک اور معاشرہ کے لئے مفید نہ ہوں گی۔

> ''جو لوگ اسلام کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھا کر متعدد شادیاں کر لیتے ہیں اور پھر غیر مسلموں کی طرح اپنی من مانی کارروائیاں کرتے ہیں۔ انہیں اسلام کو بدنام نہیں کرنا چاہئے''۔

جب تک کوئی کسی قانون پر پورے طور پر عمل درآمد نہ کرے تو اسے کیا حق حاصل ہے کہ اس کو بدنام کرے۔ لیکن متعصب، جاہل اور غیر مسلم، خاص طور انگریز اسلام کے خلاف اس طرح کا غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں، تا کہ اس کو بدنام کیا جائے۔

اسلام کے قانون کی پورے طور پر سے شرائط کے ساتھ پابندی کرنے کو ''حدود اللہ'' کا نام دیا گیا ہے اور یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ ﴾ [سورۃ بقرہ: ۲۲۹]

''عورت اور مرد دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم رکھیں''۔

اس صورت میں میاں اور بیوی کے درمیان تلخی اور فساد کی صورت ہرگز ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی اور اگر کبھی کسی قسم کی کوئی غلط فہمی پیدا ہو بھی تو وہ فوراً خداوند کریم کے خوف سے رفع ہو جاتی ہے۔

حقوق ازدواج

زن و شوہر کے حقوق بیان کرنے میں اسلام نے ایسے حقائق بیان کئے ہیں کہ انسان کی بصیرت حیران رہ جاتی ہے اور عقل اس کا نعم البدل تلاش نہیں کر سکتی۔ میاں بیوی کے تعلقات کو ایسے لطیف انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ بڑی سے بڑی مطول کتب میں بھی ان کی تشریح ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم فرماتے ہیں:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [سورۃ بقرہ: ۱۸۷]

''عورتیں تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو''۔

یاد رہے کہ لباس جہاں انسان کے لئے ایک سجاوٹ اور عزت ہے وہاں انسان کے عیوب کی ستاری بھی کرتا ہے۔ پھر انسان کے لئے لباس اور شرم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مقصد یہ ہوا کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی شرم اور عیوب سے واقف ہیں اور ایک دوسرے کا لباس ہونے کی صورت میں ایک دوسرے کے برابر عزت اور شان کے حق دار ہیں اور پھر اس کی تشریح اس طرح کر دی کہ:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ [سورۃ بقرہ: ۲۲۸]

''عورتوں کے حقوق دستور کے مطابق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے لئے عورتوں پر۔ مردوں کو ان پر صرف ایک درجہ حاصل ہے''۔

اس سے ثابت ہے کہ عورتوں اور مردوں کے حقوق اور درجات چاہے وہ مذہبی ہوں یا سیاسی، معاشرتی ہوں یا معاشی، بالکل برابر ہیں۔ صرف ایک درجہ کی فوقیت وہ بھی صرف اس لئے کہ عورت اطاعت کے ایک نظام میں باندھ دی جائے۔ نماز کی حالت میں ایک امام کی پیروی، جنگ

کی حالت میں ایک جرنیل کی اطاعت اور دیگر دنیاوی معاملات میں امیری کی فرمانبرداری، اس صورت میں دونوں کے حقوق کی برابری میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ ایک درجہ کی تشریح ان کے نان ونفقہ کی ادائیگی میں کی گئی ہے۔ قرآن حکیم نے عورت کی جو تعریف کی ہے اس سے بہتر اور عمدہ تعریف ممکن نہیں ہے:

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ [سورة نساء : ٣٤]

''نیک بیبیاں وہ ہیں جو فرمانبردار ہیں اور مردوں کی غیر حاضری میں ان کی اولاد مال کی پوری حفاظت کرتی ہیں''۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کو یہ جو ہلکی پھلکی سزا کا حکم اسلام میں دیا گیا ہے یہ عورت پر زیادتی ہے۔ حیرت ہوتی ہے ایسے معترضین کی بصیرت کو کیا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر قانون چاہے وہ کسی انسانی حکومت کا ہو یا سوسائٹی سے تعلق رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مذہب کے قانون میں ہر شخص کے لئے ہے جو قانون کی پیروی نہیں کرتے۔ اگر مرد کو حق ہے کہ مجرم عورت کو سزا دے تو ضرورت کے وقت حکومت خود اس مرد کو سزا دیتی ہے۔ ہاں! صحت مند معاشرہ کے لئے کوئی سزا نہیں ہے۔ اگر سزا تعزیر نہ ہو تو معاشرہ میں خرابیوں کی کبھی بھی اصلاح نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ایک دن بھی نہیں چل سکتا اور ختم ہو جاتا ہے۔

تعزیر کیوں؟

عورتوں کی نافرمانی پر مارنے کے متعلق قرآن حکیم فرماتا ہے کہ ''جن بیویوں کے نشوز کا تم کو خطرہ ہو ان کو اولاً سمجھاؤ اور خواب گاہوں میں انہیں الگ ڈال دو۔ پھر بھی نہ مانیں تو انہیں مارو۔ پس وہ اگر تمہارا کہنا مان لیں تو پھر ان کے خلاف الزام کی راہیں تلاش نہ کرو''۔

عورتوں کے مارنے کی صورت صرف ان کی ایک ہی حالت ہو سکتی ہے جسے ''نشوز'' کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی حالت میں بھی عورت کو مارنا جائز نہیں۔ نشوز کی تفسیر میں علماء اور مفسرین نے ایسی صورت کو بیان کیا ہے کہ جب عورت اپنے خاوند کی بجائے غیر کی طرف دیکھے اور اپنے حدود سے نکلنے کی کوشش کرے یعنی برائی اور بداخلاقی کی طرف مائل ہو۔

بعض مفسرین نے نشوز کا نافرمانی اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ ان دو کے علاوہ تیسری صورت تو واضح ہے کہ وہ علانیہ خاوند کریم اور حضرت رسول مقبول ﷺ کے احکام کی نافرمانی کرے اور اطاعت سے گریز کرے۔ بہر حال عورت کیا ہر اس شخص کے لئے سزا ہے جو قوانین کی خلاف ورزی کرے۔ عورت کی بعض نافرمانیوں کی سزا اس کے خاوند کے ذمہ لگا دی ہے تاکہ معاشرہ میں خرابیوں کو جلد روکا جا سکے۔ لیکن مارنے کا جو حکم ہے۔ اس میں بھی ہدایت کر دی گئی ہے کہ چوٹ سخت نہ لگے اور عورت کے کسی عضو کو نقصان نہ پہنچے گویا اس مار کا مقصد تنبیہ ہے۔ بدسلوکی نہیں ہے۔

کیونکہ اسلامی تہذیب میں بدسلوکی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر عورت کا جرم اتنا ہی شدید ہو جس کے لئے انسانی جذبات اس سے وحشیانہ سلوک کرنا چاہتے ہیں تو اس کا علاج صرف طلاق ہے۔ زخمی اور بدشکل کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے حضرت رسول مقبول ﷺ نے عورت کی فطرت کو ایک لطیف پیرائے میں ذہن نشین کرایا ہے کہ عورت کے ساتھ نیکی کیا کرو۔ ان کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے۔ اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے کام لے سکو تو لے لو، سیدھی کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ بیٹھو گے۔

اگر قرآن حکیم کے فرمان اور حجۃ الوداع کے خطبہ کو سامنے رکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے، جب تک عورت کھلی بے حیائی، بداخلاقی اور اطاعت اللہ اور حضرت رسول مقبول ﷺ نہ کرے تو اس کو مارنا نہیں چاہئے۔ صرف زبانی تنبیہ اور خواب گاہ سے علیحدگی ہی کافی ہے۔

مقامات کا تعین

مذہب اسلام نے ہر مسلمان مرد اور عورت کو بنیادی حقوق عطا کئے ہیں اور ان کو ایک ہی انداز میں ایک ہی پیانہ پر نصیحت کی ہے اور ساتھ ہی تخصیص کر دی گئی ہے کہ نیک عورتیں نیک مردوں کے لئے ہیں اور بدکار مرد، بدکار عورتوں کے لئے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلْمُحْصَنٰتُ لِلْمُحْصِنِیْنَ ﴾ ''نیکی میں پابند مرد نیکی میں پابند عورتوں کے لئے ہیں''۔

﴿ الصَّالِحَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ ﴾ ''پاکیزہ عورتیں، پاکیزہ مردوں کے لئے''۔

اور اس کے برعکس ﴿ اَلْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ ﴾ ''برے مرد، بری عورتوں کے لئے ہیں''۔

اسلام نے یہیں بس نہیں کی بلکہ قرآن حکیم میں ایک لمبی فہرست بیان کی گئی ہے جس میں ایک طرف مردوں اور عورتوں کی خوبیاں اور مساوی درجات کا ذکر کیا گیا ہے، دوسری طرف مرد اور عورت کے مدارج اور مقام ارتقاء کو درجہ بدرجہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں اس طرح فرمایا گیا ہے:

> ''اے ایماندارو! پاکیزہ چیزوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے حرام مت ٹھہراؤ اور حد سے مت بڑھو، اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں رکھتا''۔[۶/۵۶، پ۸،۶ ع۷]

انسان دُنیاوی خواہشات اور نفسانی جذبات کے پیچھے اس لئے دوڑتا ہے کہ وہ کامیاب ہو اور ترقی کر کے اعلیٰ مقام حاصل کرے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان برکت اور رحمت کے متعلق کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کس طرح زیادہ سے زیادہ حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی برکت و رحمت والے ہیں۔ وہ صرف ان کے فرمان پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت رسول اللہ ﷺ کو ازدواج مطہرات کے متعلق تاکید کرتے ہیں:

> ''اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تم دُنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دے دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ اور آخرت کو چاہتی ہو تو آؤ اللہ تعالیٰ نے تم میں نیکی کرنے والوں کے لئے بڑا اجر رکھا ہے''۔[۲۹/۳۳، پ۲۱ ع آخر]

یعنی اسلام قبول کرنے والے مرد اور عورت کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے تحت زندگی گزارے ورنہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''جو لوگ مردوں اور مومن عورتوں کے لئے فتنہ قائم کرتے ہیں، ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے''۔[۶۰/۸۰، پ۳۰]
>
> ''جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے برا کام کیا ہو، ایذا دیتے ہیں ان پر اس بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ ہوگا''۔[۸۸/۳۳، پ۲۲ ع]

چونکہ ''زنا'' اسلام میں ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اس لئے قرآن حکیم اس کے ناجائز الزام اور بہتان پر بھی سرزنش کرتا ہے:

> ''زنا کی تہمت پر اگر کوئی گواہ نہ پیش کئے جائیں تو اس تہمت پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس سے بیزاری کا اعلان کرنا چاہیے''۔[پ۱۸، سورہ نور، ع۳]

ساتھ ہی اس کے متعلق تاکید کر دی ہے:

"زنا کے نزدیک مت جاؤ یہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے"۔ [۲۳/۱۷، پ۱۰،۲ع۸]

"زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو"۔ [۲/۲۴، پ۱۸، ۱ع]

"لیکن پاک دامن عورت پر زنا کے الزام کے ثبوت میں چار گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے۔ وگرنہ ایسے شخص کو اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں اور آئندہ کے لئے اس کی گواہی کو کبھی قبول نہ کیا جائے"۔ [۴/۲۴، پ۱۸، ۱ع]

"البتہ اگر لونڈی اگر نکاح میں آچکنے کے بعد زنا کرے تو اس کی سزا آزاد عورت کی سزا کی نصف ہوگی"۔ [۲۸/۴، پ۵،۲ع۱]

"مگر یاد رہے! اپنی عورت پر زنا کا الزام لگانے کی صورت میں چار گواہوں کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بالمقابل چار قسمیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مطالبہ ہوگا"۔ [۶۰/۲۴، پ۱۸، ۱ع]

اسلام نے صرف اللہ تعالیٰ کا خوف، نفس کی تنبیہ اور سزا کی حد ہی مقرر نہیں کی بلکہ برائی سے بچنے کے لئے مناسب تدابیر بیان فرمائی ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ:

"مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور عورتیں اپنی زینتوں کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو حصہ ضرورتاً کھلا رہتا ہے اور چاہئے کہ وہ اپنے شوہروں کے، اپنے باپوں کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہر کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورت یعنی غیر عورت پر بھی اپنی زینت ظاہر کرنا منع ہے۔ اس لحاظ سے ایک عورت کا پردہ دوسری عورت سے ہونا چاہئے یا اپنی لونڈی یا غلاموں یا مردوں میں ان پر جو عورت کی حاجت نہیں رکھتے یا لڑکوں پر جو عورتوں کی چھپی باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے زیورات اور ان کی آرائش کے سامان ظاہر ہو جائیں"۔ [۳۱/۲۴، پ۱۸،۴ع۱۰]

مقام حیرت ہے کہ کہاں اسلام میں عورت زینت کو چھپانے کے لئے یہ کوشش کرے کہ عورت کے زیورات کی آوازیں بھی غیر نہ سنیں اور کہاں یورپ و امریکہ کی تعلیم عریانی اور اس کے مقابلے اور ڈانس اور صحت کی حفاظت کے لئے، سمندر کے کنارے یا باغات میں سن باتھ (Sun Bath)۔ کیا یہ تہذیبیں اسلام کی پرامن تہذیب کا مقابلہ کر سکتیں ہیں؟ اس تنبیہ اور تدبیر کے بعد قرآن حکیم تاکید کرتا ہے کہ:

"عقل سے کام نہ لینے والوں پر اللہ تعالیٰ نجاست ڈال دیتا ہے"۔ [۱۰۰/۱۰، پ۱۱،۱۰ع۱۵]

قرآن حکیم میں یہ ارشاد بھی ہے:

"جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ مرد ہو یا عورت البتہ مومن ہو یقیناً ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے"۔ [۱۸/۱۶، پ۱۴،۱۳ع۱۹]

علیحدہ علیحدہ نصیحت

اجتماعی طور پر مرد اور عورت کو تلقین کرنے کے بعد پھر ایک ایک کو الگ الگ بھی تاکید کی گئی ہے۔

عورت کے لئے تاکید

۱. نیک بیویاں وہ ہیں جو فرماں بردار ہیں اور اپنے خاوند کی غیر حاضری میں بھی ان کے مال اور عصمت کی حفاظت کرتی ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔

۲. ظالموں سے مت ڈرو، صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ [۱۳۵/۳، پ۴، ۱۸ع۲]

۳. ان لوگوں سے کنارہ کرو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور اس دُنیا کی زندگی نے ان کو دھوکہ دے رکھا ہے۔ [۲۹/۶، پ۷، ۸ع۱۲]

۴. خدا اسراف کرنے والوں (فضول خرچ) کو پسند نہیں کرتا۔ [۱۴۲/۶، پ۸، ۷اع۴]

۵. اگر شیطان تجھے وسوسہ میں ڈالے تو خدا کے نام کی مدد سے شیطان کی بابت پناہ مانگ جو لوگ نیک ہوتے ہیں جب شیطان ان کو کوئی تحریک کرتا ہے تو خدا کا نام پکارتے ہیں اور ہر چیز کو غور سے دیکھتے ہیں اور ہوشیار اور بیدار ہو جاتے ہیں۔ [۱۹۹/۷، اعراف، ع آخر]

۶. جو تم سے جاتا رہے اس کا غم مت کھاؤ اور جو تم کو دیا جاتا ہے اس پر فخر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی فخر کرنے والے، متکبر کو اپنا دوست نہیں رکھتا۔ [۲۴/۵۷، پ۲۷، الحدید ۳ع۱۹]

۷. مومن بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ اے ایماندارو! ایک قوم دوسری قوم سے ہنسی نہ کرے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کی ہنسی اڑائیں اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگاؤ نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھو۔ بدظنی کرنے سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو۔ ایک دوسرے کی پیٹھ کے پیچھے برا نہ کہو۔ [پ۲۶، الحجر، اع دوم]

”عورتوں کی بیعت یہ ہے کہ وہ شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور بہتان لگانے سے باز رہیں اور کسی اچھی بات میں رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی نہ کریں“۔ [۱۳/۶، پ۲۸، ع آخر]

”ست نہ بنو، غم نہ کھاؤ۔ تم ہی غالب رہو گے اور اگر تم ایماندار ہو“۔ [۱۳۳/۳، پ۴، ۱۴ع۵]

”مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور عورتیں اپنی زینتوں کو ظاہر نہ کریں سوائے اس حصہ کے جو ضرورتاً کھلا رہتا ہے اور چاہئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ عورتیں اپنی زینت کو کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے باپوں یا اپنی عورتوں یا اپنی لونڈیوں یا غلاموں یا اپنے مردوں سے جو عورتوں کی حاجت نہیں رکھتے یا لڑکوں سے جو ابھی عورتوں کی چھپی ہوئی باتوں سے واقف نہیں ہیں اور وہ اپنے پیر زمین پر نہ ماریں کہ ان کے چھپے ہوئے زیور اور ان کی آرائش کے سامان ظاہر ہو جائیں“۔ [۳۱/۲۴، پ۱۸، ۴،ع۱۵]

”میں بڑا سوچ سمجھ کر عورت کے متعلق یہ بیان دینے پر مجبور ہوں کہ عورت میں شر انگیزی کی بڑی قوت موجود ہے۔ اگر عورت کا وجود نہ ہوتا تو دُنیا میں ہر طرف امن و امان ہوتا“۔ [سقراط]

اسلام میں جہاں نکاح میں سہولتیں پیدا کی ہیں کہ ایک مسلمان مرد کئی قسم کی قومی اور نسلی تفریق کے باوجود چار شادیاں کر سکتا ہے وہاں وہ مرد کو اختیار بھی دیتا ہے کہ جب چاہے ان میں سے کسی ایک یا تمام کو طلاق کے ذریعے سے اپنے سے جدا کر دے اور اسی طرح عورت کو بھی حق بخشتا ہے کہ وہ جب چاہے کسی مرد سے علیحدگی حاصل کر لے۔ اسلام یہاں ہندو اور عیسائی مذہب کی طرح تنگی نہیں رکھتا کہ ایک بار مرد عورت نکاح کے بندھن میں جکڑے جانے کے بعد تا زندگی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ خواہ میاں بیوی ایک دوسرے سے کس قدر نفرت ہی کرتے

ہوں یا کیسی ہی خوفناک مرض میں مبتلا ہوں یا اولاد پیدا کرنے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں۔ پھر بھی دونوں مجبور ہیں کہ وہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے۔ ان کے خلاف یورپ اور ہندوستان میں مذاہب کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی۔ کئی مذاہب پیدا ہوئے۔ آخر حکومتوں نے نئے قانون بنا دیئے۔ لیکن ان قوانین نے اس رشتہ کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں اور اس قدر کمزور اور نزاکت پیدا کر دی کہ یہ ازدواجی رشتہ موم کی ناک ہو کر رہ گیا۔ اب یورپ امریکہ اور روس میں ازدواجی رشتہ کی وہ مٹی خراب ہے کہ ایک جوڑا صبح نکاح کرتا، جس پر کل دو منٹ خرچ ہوتے ہیں اور شام کو طلاق حاصل کر لیتا ہے۔ جس پر گیارہ منٹ خرچ ہوتے ہیں۔ جس کے مقابل اسلام کے اصول طلاق اور خلع بالکل مطابق فطرت ہیں۔ ان میں افراط و تفریط نہیں ہے۔

''نہ کوئی مرد بغیر کسی شرط کے طلاق دے سکتا ہے اور نہ کوئی عورت بغیر وجہ کے خلع حاصل کر سکتی ہے''۔

کیونکہ اسلام نے ازدواجی زندگی کے متعلق بنیادی شرط اور مقصد یہ رکھا ہے کہ میاں بیوی باہم محبت و مروّت اور صلح و آشتی سے رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا خیال خداوند تعالیٰ کے خوف کے تحت فیاضانہ طور پر ادا کریں۔ اگر وہ اپنے اندر یہ جذبات مفقود پائیں تو پھر بہتر ہے کہ طلاق یا خلع سے جدائی کرا لیں۔ کیونکہ یہ محبت و مروّت کا رشتہ پھر کہیں نفرت اور دشمنی میں تبدیل نہ ہو جائے اور پھر یہ زہر انفرادیت سے نکل کر اجتماعیت میں اثر نہ کر جائے اور خاندانوں میں ایک طویل دشمنی کی بنیادیں مستحکم نہ ہو جائیں۔

طلاق کے اصول اور قواعد

طلاق دینے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ طلاق ایک ایسا اختیار ہے جو مرد کو دیا گیا ہے جس کی رو سے وہ جب چاہے دائمی طور پر اپنی نامرغوب بیوی سے علیحدگی اختیار کر سکتا ہے۔

طلاق کی دو صورتیں ہیں:

اوّل: بیک وقت تین طلاقیں دے دے اور عورت کو ہمیشہ کے لئے اپنے سے علیحدہ اور جدا کر دے۔

دوم: وقفہ کی طلاق جسے طلاق رجعی کہتے ہیں۔ اس میں تین ماہ صرف ہوتے ہیں۔ یہ بھی تین طلاقیں ہیں جو ایک ایک ماہ کے بعد دی جاتی ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جب عورت حیض سے طہارت کرے تو اس کو ایک طلاق کہہ دیا جائے۔ اسی طرح جب وہ دوسری طہارت کرے تو اسے دوسری طلاق کہہ دیا جائے۔ اگر ایک ماہ کے دوران میں مرد اور عورت اپنی ضد سے باز آجائیں یا باہمی ناراضگی ختم ہو جائے تو پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں اور صلح صفائی کر لیں اور محبت و مروّت سے رہنا شروع کر دیں۔ اگر صلح کی صورت پیدا نہ ہو تو دوسری طلاق کہہ دی جائے اور پھر یہی صورت تیسری طلاق تک بھی قائم رہے۔ لیکن اس سارے وقفہ میں عورت گھر میں رہے۔ تین طلاقوں کے بعد وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔ اگر ان کا پھر رجوع کرنا ضروری ہو یا ان کا باہم مغالطہ نکل گیا ہو تو پھر عورت کا حلالہ ہونا ضروری ہے۔

اوّل قسم کی طلاق کو مغلظہ کہتے ہیں۔ یہ اسلام میں اس قدر ناپسندیدہ ہے کہ گناہ کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب طلاق مغلظہ گناہ کی حد تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کو جائز کیوں رکھا گیا۔ یہ صرف اسی صورت میں دی جا سکتی ہے جب مرد اور عورت کی زندگی میں کچھ اس قسم کی رکاوٹ حائل ہو جائے جس کا پاٹنا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہو۔

طلاق دیتے وقت مرد کے دل پر پوری طرح خوفِ خدا غالب ہو اور وہ غصہ جلد بازی اور دیوانگی سے کام نہ لے رہا ہو اور اس وقت فوری تین طلاقوں (مغلظہ) کے دوسری متبادل صورت سامنے نہ ہو۔ طلاق مغلظہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [سورۃ نساء: ۱۹]

’’ان کے ساتھ جیسا کہ چاہئے ویسا ہی سلوک کرو اگرچہ تم ان کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ بے شک بھلائی کی صورت پیدا کردیں‘‘۔

اسی طرح حضرت نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ غیض میں لانے والی طلاق ہے۔ اسی طرح فرمایا ہے کہ شادیاں کرو اور طلاق نہ دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مزے چکھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ لیکن جب طلاق بہرصورت ناگزیر ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے فرمان کو ضرور مدنظر رکھنا چاہئے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا زمانہ گنتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو گھروں سے نکال نہ دو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس کے کہ وہ کسی کھلی بدکاری کی مرتکب ہوئی ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ تجھ کو کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اصلاح کی صورت پیدا کردے پھر جب وہ مدت مقررہ کے اختتام کو پہنچنے لگیں تو یا ان کو نیکی کے ساتھ روک لو یا ان کو نیکی کے ساتھ جدا کردو یعنی آخری طلاق دے دو جو بائن ہوگی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص بیک وقت تین طلاقیں دیتا ہے تو اس کو قائم رکھے مگر اس مرد کو مارتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا اپنے رب کی نافرمانی کرنا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اگر لوگ طلاق کی ٹھیک ٹھیک حدود کا لحاظ کرتے تو کسی شخص کو اپنی بیوی کے جدا ہونے پر نادم نہ ہونا پڑتا۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بیان میں طلاق کا حقیقی معیار بیان کردیا ہے۔

پابندیاں

اسلام نے جہاں طلاق میں آسانیاں پیدا کی ہیں وہاں اس پر چند فطری پابندیاں بھی لگادی ہیں تاکہ انسان نفسیاتی طور پر اپنے جذبات کو سمجھتے ہوئے طلاق دینے کی جرأت کرے۔ ان تمام پابندیوں کے علاوہ ایک ایسی پابندی لگادی ہے کہ اس میں ایک زبردست کراہت داخل کر دی گئی ہے۔ یعنی کوئی شخص جب تین طلاقیں دے دے چاہے وہ مغلظہ ہوں یا بائن۔ اس کے بعد اپنی بیوی کی طرف اس وقت تک رجوع نہیں کرسکتا جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور دوسرا مرد اس سے لطف اندوز ہونے کے بعد بغیر دباؤ کے اپنی مرضی سے طلاق نہ دے دے۔ اس صورت کو حلالہ کہتے ہیں۔ یہ صورت وہی لوگ عام طور پر کرتے ہیں بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ طلاق کی صحیح پوزیشن کو نہیں سمجھتے اور بعد میں نادم ہوتے ہیں۔ حلالہ میں بعض لوگ ایسی صورت اختیار کرلیتے ہیں کہ اپنی بیوی کا نکاح کسی مرد سے کرادیتے ہیں۔ پھر اس کو لالچ یا دباؤ سے مجبور کرتے ہیں کہ بغیر تعلق پیدا کئے طلاق دے دے۔ یہ چیز اسلام میں ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے صاف تصریح فرمادی ہے کہ تحلیل کے لئے نکاح تزویج کافی نہیں بلکہ اپنے خاوند کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک دوسرا شوہر اس سے تعلق پیدا نہ کرے اور وہ طلاق بغیر دباؤ کے اپنی رضا کے ساتھ نہ دے۔ جو شخص اپنی مطلقہ عورت کو اپنے لئے حلال کرنے کی خاطر کسی سے اس لئے نکاح کرائے اور جو اس غرض سے نکاح کرائے ان دونوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعات نے اس صورت کو غلط ثابت کیا ہے۔ بارہا ایسا دیکھا گیا ہے کہ عورت کے حلالہ کی خاطر کسی غیر مرد سے نکاح کرادیا گیا لیکن تعلق پیدا ہوجانے کے بعد عورت نے یا مرد نے خود یا دونوں نے متفقہ طور پر طلاق سے انکار کردیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شادی اور طلاق کا تعلق انسان کیا اپنے دل و دماغ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں دباؤ اور لالچ نامفید ہیں اور نہ ہی معاشرہ کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ اسلام تو

ناپسندیدگی کی حالت میں بھی تعلیم دیتا ہے کہ ایمانداری سے نباہتے چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس میں بھلائی پیدا کر دیں گے۔ گویا نکاح اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے لئے پسندیدہ فعل ہے اور طلاق ناپسندیدہ۔ اسی لئے آپ نے فرمایا: ''نکاح کرو اور طلاق نہ دو''۔ پھر فرمایا: ''نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو اس کو چھوڑتا ہے گویا وہ مجھ سے نہیں ہے''۔

حق مہر

نکاح اور طلاق میں حق مہر کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ جو شخص بھی نکاح کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقررہ رقم جو نکاح کے وقت باہمی فیصلہ سے طے پائی تھی اور جس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، ادا کرنی لازمی ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

> ''محرمات کے علاوہ باقی تمام عورتوں میں سے جو تم حاصل کرنا چاہو اسے اپنے مال کے بدلے نکاح میں لا سکتے ہو۔ لیکن شہوت رانی کے لئے نہیں۔ پس تم جو متمتع ہوئے ہو اس کے بدلے میں ان کے مقررہ مہر ادا کرو''۔ [سورۃ النساء]

یہ رقم اوّل نکاح کے ساتھ ہی ادا کر دینی چاہئے نہیں تو معاہدہ کے مطابق یا جب عورت طلب کرے یا طلاق کے وقت ضرور اور خوشی سے ادا کر دینی چاہئے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ ''عورتوں کے مہر خوشی سے ادا کرو''۔ یہ صرف مومنہ عورت کے لئے مخصوص نہیں بلکہ غیر اہل کتاب اور لونڈی کا حق مہر ادا کرنا بھی فرض ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

> ''تمہارے واسطے مومنوں میں سے پاک عورتیں حلال کی گئیں اور پاک عورتیں ان سے بھی جن کو پہلے کتاب دی گئی، جب کہ تم ان کے حق مہر ادا کرو''۔ [سورۃ نساء]

اور یہ بھی حکم ہے کہ:

> ''حق مہر کے علاوہ جو کچھ بیویوں کو دیا ہوا ہے واپس مت لو بلکہ اپنی طرف سے کچھ زیادہ دے کر رخصت کرو لیکن عورتیں اگر بخوشی تم کو معاف کر دیں یا مہلت دے دیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر کوئی تنگی نہیں ہے''۔

اب ذرا غور کیجئے کہ جو شخص اپنی محبت، عورت کی خوشی، مقررہ حق، نان ونفقہ، سنت رسول اللہ ﷺ کے احترام، اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے، اپنی صحیح ضرورت کی خاطر (شہوت رانی کے لئے نہیں) نکاح کرتا ہے، تو پھر بغیر وجہ کے طلاق کیوں دینے لگا۔ جبکہ اس کو اپنے جذبہ محبت کا احساس ہے، تین طلاق وقفہ سے دینی ہیں، اور مقررہ حق مہر، نان ونفقہ اور عورت کو جو کچھ دیا گیا، سب نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ پھر سب سے کراہت والی شے یہ ہے کہ اگر واپس اپنے نکاح میں لائے گا تو تحلیل لازمی ہوگی۔ اسی صورت میں یقین کرنا پڑتا ہے کہ ایک مسلمان کو جو طلاق کا اختیار دیا گیا ہے وہ کچھ نفسیاتی طور پر اتنا سہل نہیں جیسا کہ اس کے خلاف دشمنوں نے پروپیگنڈہ کیا ہے کہ مسلمانوں میں جتنی چاہے شادیاں کر لی جائیں اور جب چاہے طلاق دے دی جائیں۔ یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں صالح مسلمان کہاں مل سکتے ہیں۔ اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے ہی فرما دیا ہے کہ:

> ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل عزت وہ ہیں جو تم میں سے متقی ہیں''۔

لیکن یہاں نکاح میں مرد اور عورت کے لئے جو معیار رکھا گیا ہے۔ وہ یہ ہے: دولت، حسن، حکومت۔ تقویٰ اور شرف وفضیلت کو کون پوچھتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں یہ تمام ازدواجی خوبیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

بعض احکامات

- حق مہر نکاح کی ضروری شرط ہے۔ ہاں بدکار اور پوشیدہ، آشنا رکھنے والی عورت کا حق مہر ضبط کیا جاسکتا ہے۔ [۴/۲۲-۲۶، پ۵، ابتداء]
- اللہ تعالیٰ تو انصاف، احسان اور اقربا کو بخشش کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور بغاوت اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم پختہ کر چکے ہو اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد مت توڑو۔ [۶/۹۳، پ۱۳، ع۱۹]
- حاملہ عورت اگر مطلقہ ہو اس پر خرچ کرتے رہو جب تک وہ بچہ نہ جن لے۔ اس کے بعد اگر وہ تمہارے لئے دودھ پلائے تو اُسے اجرت دو۔ [۶۵/۶، پ۲۸، سورۃ طلاق اوّل]
- عورتوں سے اپنی بے رخی مت برتو کہ ان کو درمیان میں لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔ یعنی ایسا نہ کرو کہ نہ ان کو بساؤ اور نہ ان کو طلاق دو۔ اگر تم آپس میں صلح کرلو گے اور خداوند تعالیٰ سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ [۴/۱۲۸، پ۵، ۱۹ع۱۶]
- تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں۔ ان کی مائیں وہ ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ وہ بیہودہ اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً بخشنے والے ہیں۔ جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں، ایک غلام آزاد کریں جو کوئی غلام نہ پائے تو وہ دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے، یہ بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ [پ۸، ع اوّل]
- عورت کے پاس جانے پر قسم کھا لینے کی میعاد چار ماہ ہے یعنی چار ماہ کے اندر اندر ان کو فیصلہ کر لینا چاہئے کہ وہ رجوع کریں یا طلاق دے دیں۔ [۲/۲۲۶، پ۲، ۳۸ع۱۲]
- کسی ایک طرف بالکل نہ جھک پڑو کہ دوسری کو گویا معلق رکھ چھوڑو۔ [سورۃ نساء]
- پھر اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو یا لونڈی جو تمہارے قبضہ میں ہو۔ یہ زیادہ تر قرین مصلحت ہے تاکہ تم حق سے متجاوز نہ ہو جاؤ۔ [سورۃ نساء]
- اور ان کو ستانے اور زیادتی کرنے کے لئے نہ روک رکھو۔ جو ایسا کرے گا وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہ بناؤ۔ [سورۃ بقرہ]

خلع

عورت کا وہ حق ہے جو اسلام نے عورت کو دیا ہے کہ جس مرد سے وہ نباہ نہ کر سکتی ہو یا اس کا خاوند اس کو پسند نہ ہو، اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ بالکل اسی طرح جیسے مرد کو طلاق کا حق ہے کہ مرد خود ہی تین طلاقیں بیک وقت یا وقفہ کے ساتھ دے سکتا ہے۔ مگر عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ قاضی کی عدالت میں اپنا مطالبہ پیش کرے اور اپنے خاوند سے علیحدگی حاصل کرے۔ جس کے بعد اس کو اختیار ہے کہ وہ نکاح دیگر کرے۔ بغور دیکھیں تو طلاق کی صورت میں مرد پر مندرجہ ذیل پابندیاں عائد کی ہیں:

(الف) احکام اسلام کی پابندی۔

(ب) خداوند تعالیٰ کا خوف دل پر ہو۔

(ج) پھر ناپسند ہونے کے باوجود بھی رکھنے کی تاکید۔

(د) اس کے بعد تین طلاقوں کی قید۔

(ہ) گھر میں رکھنا اور کوئی تنگی نہ دینا۔

(ی) باہمی تصفیہ کا اہم خیال کرنا اور طلاق دینا۔

گویا اس قدر ذمہ دلدیاں اس کے سر پر ہوتی ہیں۔ مرد کو اس لئے اختیار دیا گیا کہ حق مہر ادا کرنا، نان ونفقہ کی ذمہ داری جو کچھ عورت کو دے چکا ہو، اسے واپس نہیں لے سکتا اور پھر مطلقہ کو دے دلا کر عزت سے رخصت کرنا۔ گویا جہاں اختیار ہے وہاں ذمہ داریاں بھی ان گنت ہیں اور یہ چیز جسے فوقیت سمجھ لیا گیا ہے یہ دراصل ذمہ داریاں بوجھوں اور نقصانات ہی کا نام ہے۔ لیکن یہی آزادی ایک طرح سے عورت کو بھی ہے اگر وہ حق مہر معاف کر دے یا کچھ رقم دے دلا کر ہی طلاق حاصل کر لے گویا مرد پر ذمہ داری نہ ڈالے۔

خلع کی پابندیاں

عورت کو جب یقین ہو جائے کہ اس کے ازدواجی رشتہ میں:

۱ حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکیں گی یعنی مرد اسلام پر ایمان اور عمل صالح سے دور ہو چکا ہے۔

۲ نامرد مجبوب، خصی، جذامی، مبروص، مجنوں (پاگل)، نابالغ یا ناپسندیدہ ہے۔

۳ مفقود الخبر ہو گیا ہے تو ایسی تمام صورتوں میں اگر چاہے تو عورت خلع کرا سکتی ہے۔

ان تمام صورتوں اور حالات کے متعلق فقہی مسائل تقریباً ہر ائمہ کی طرف سے موجود ہیں۔ جن کے متعلق حسب ضرورت قاضی (مگر مسلمان قاضی شرط ہے اور اس کا فیصلہ بھی کتاب وسنت کے ماتحت ہوگا) فیصلہ دے کر خلع کرا سکتا ہے۔

دُنیا کا کوئی مذہب اس قدر فطری نہیں ہے کہ وہ مرد کے علاوہ عورتوں کے نازک ترین جذبات کا بھی احترام کرتا ہے اور جب بھی عورت کے کسی نازک جذبہ کو صدمہ پہنچے یا اس کا کوئی جذبہ مجروح ہو تو عورت اس مرد سے خلع حاصل کر سکتی ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ:

''اسلام جہاں فطرت اور عقل کے مطابق ہے وہاں جذبات کا احترام بھی کرتا ہے''۔

ہم مثال کے طور پر چند واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت ام المومنین بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے۔ آپ کی پہلی شادی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جو رسول کریم ﷺ کے غلام کے لڑکے اور متبنیٰ تھے (جن کا ذکر قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے)۔ ان دونوں کی نیکی اور دین سے واقفیت کے متعلق کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ مگر بی بی زینب صاحبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت زید رضی اللہ عنہ پسند نہ تھے۔ حضرت رحمۃ اللعالمین ﷺ نے انتہائی کوشش کی اور دونوں کو سمجھایا لیکن ان میں نہ بنی۔ آخر ان کی علیحدگی ہو گئی اور بعدۂ حضرت نبی کریم ﷺ نے انہیں خود اپنے عقد میں لے لیا۔

بریرہ رضی اللہ عنہا ایک لونڈی تھی۔ انہیں اپنا خاوند پسند نہیں تھا۔ وہ ان کی طرف التفات سے پیش نہیں آتی تھیں۔ ان کے خاوند نے حضرت رسول کریم ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے بریدہ رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند کی طرف ملتفت ہونے کو کہا۔ بریدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں''۔ پھر بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''کیا رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے؟'' فرمایا: ''نہیں! صرف میرا مشورہ ہے''۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''کیا یہ میری مرضی پر منحصر ہے کہ میں آپ ﷺ کا مشورہ قبول کروں یا نہ کروں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرے

مشورے پر عمل کرنا یا نہ کرنا تمہاری مرضی پر منحصر ہے''۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''مجھے اپنا خاوند پسند نہیں ہے''۔ چنانچہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔

اس مشہور واقعہ میں جہاں خلع کی اہمیت کو ظاہر کیا گیا ہے وہاں اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ شادی کے بعد اگر خاوند پسند نہ ہو یا اس کی طرف طبیعت ملتفت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول کریم ﷺ کی طرف سے اجازت ہے لیکن اس میں بے حد اجر ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی جلد ہی بہتر صورت پیدا کر دیں گے۔ دوسرے اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ شادی سے قبل اور شادی سے بعد کچھ عرصہ تک ایک خاوند نہ صرف پسند تھا بلکہ محبت تھی تو ایسا خاوند ناپسندیدگی میں جدا نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ کسی اور نقص سے خلع لیا جا سکتا ہے۔

خلع کا ایک مشہور واقعہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا ہے جو ایک بدصورت انسان تھا۔ اس کی دو بیویوں نے اس سے خلع لیا۔ ایک بیوی کا نام جمیلہ بنت ابی ابن سلول (عبداللہ بن اُبی کی بہن) دوسری کا نام حبیبہ بنت سہل الانصاریہ تھا۔ اوّل الذکر نے جب رسول کریم ﷺ شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اس کا دیا ہوا باغ واپس کر دو گی؟''

اس نے عرض کی کہ ''بلکہ کچھ زیادہ دینے کو بھی تیار ہیں''۔

پھر حضور ﷺ نے ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ''وہ باغ واپس لے لیں اور اس کو طلاق دے دیں''۔ یوں علیحدگی ہو گئی۔

اسی طرح حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شکایت کی کہ میرا اور قیس کا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اس نے بھی قیس کا دیا ہوا سب کچھ واپس کر دیا اور علیحدگی اختیار کر لی۔

قیس رضی اللہ عنہ کی بدصورتی کے متعلق جمیلہ نے اس طرح اظہار کیا تھا:

''اگر مجھے خداوند تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو میں ثابت بن قیس کے منہ پر تھوک دیتی''۔

عیسائیت اور ہندو مذہب میں سرے سے طلاق ہے ہی نہیں۔ البتہ یورپ، امریکہ اور ہندوستان کی عدالتوں نے طلاق کے جو قوانین وضع کئے ہیں ان کی بعض لوگ بے حد تعریف کرتے ہیں مگر اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ لوگ اسلامی طلاق اور خلع کے قوانین سے واقف نہیں ہیں ان قوانین میں اس قدر نزاکت اور لطافت کے ساتھ فطرت کے اصولوں کو اپنایا گیا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں ان کی پیروی کریں تو معاشرہ سے سو فیصدی خرابیاں دور ہو جائیں۔

شرعی عدالت

خلع کے لئے یہ لازم ہے کہ عدالت شرعی ہو۔ اگر عدالت شرعی نہ ہو تو خلع کا فیصلہ جائز نہ ہوگا۔ ہندو پاکستان میں شرعی عدالتیں نہیں ہیں بلکہ وہاں پر ابھی تک رومن اور یورپی قانون مروّج ہے۔ اس لئے اکثر عورتیں خلع حاصل نہ کرنے کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار رہتی ہیں یا ان کی زندگی دُکھ اور مصیبت میں گزر رہی ہے۔ یا انہوں نے حدود اللہ توڑ کر ناجائز تعلق قائم کر رکھے ہیں۔

اس کے لئے آسان صورت یہی ہو سکتی ہے کہ حکومت کم از کم ہر ضلع میں ایک شرعی عدالت قائم کر دے تاکہ عورتوں پر سے یہ مصیبت رفع ہو جائے۔ اگر حکومت فی الحال ایسا بھی نہیں کر سکتی تو اس کا متبادل طریق صرف یہ ہے کہ عدالت فیصلہ کرنے سے قبل عورت کو صرف یہ کہے کہ وہ اپنے فرقہ کے سربراہ عالم مفتی کا فتویٰ لائے یا میاں بیوی دونوں جدا جدا فتویٰ لائیں اور پھر ان دونوں فتوؤں کی روشنی میں فیصلہ دے کر علیحدگی کرا دی جائے۔

اس طرح نکاح ثانی میں جو کراہت ہے وہ رفع ہو جائے گی۔ جہاں تک یورپ اور امریکہ کی عورت اور ان کی تقلید کا تعلق ہے وہ یقیناً انسانیت اور معاشرہ کے لئے تباہ کن ہے۔ ان ممالک میں عورت اور اس کے متعلق قوانین کی خرابیاں اس نہج تک پہنچ چکی ہیں کہ اب وہاں عوام طبقہ سخت مصیبت میں گرفتار ہے اور ذہین طبقہ پریشان ہے۔ عوام تو خیریت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں اور خواص اس غور و فکر میں مبتلا ہیں کہ امریکن اور یورپین عورت کی بے راہروی سے جو برائیاں پھیل گئی ہیں ان سے معاشرہ کو کس طرح پاک کیا جائے۔

آج یورپ میں عورت کی آزادی کا یہ حال ہے کہ وہ گلی کوچوں، ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں نہ صرف عریاں گامزن ہے بلکہ ان کو جنسی لذت اور شوق پورا کرنے کی ہر طرح کی قانونی آزادی ہے۔ لیکن یورپ کی اس تحریک آزادی (جو دراصل بربادی ہے) سے قبل عورت موجودہ غیر معمولی آزادی کے مقابلے میں غیر معمولی طور پر قید و بند میں گرفتار غلام اور مظلوم ہستی معلوم ہوتی ہے۔

کیونکہ یوحنا کی تعلیم کی رو سے تو دُنیا اور دُنیا کے خطرناک درندوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور وحشی درندہ عورت ہے۔

جتنی نفرت شیر، سانپ اور بچھو سے کی جاتی ہے اس سے زیادہ نفرت عورت سے کرنی چاہئے۔ رومن قانون کے مطابق عورتوں کو ہر قسم کے ذمہ دار عہدوں سے الگ کر دیا گیا۔ ضمانت اور گواہی سے عورت کو محروم کر دیا گیا۔ ساتھ ہی عورت سے اپنی وصیت کرنے کا اختیار چھین لیا گیا اور شوہر کو یہاں تک حق دے دیا گیا کہ وہ بعض جرائم کی سزا میں اپنی بیوی کو قتل بھی کر سکتا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں عیسائی پادریوں نے اعلان کیا کہ عبادت کے اوقات میں کوئی عورت صلیب کے نزدیک نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ بعض علاقوں میں عورتوں کو دیوتاؤں کا پوجنا ممنوع کر دیا گیا۔ یہ صرف اس لئے کہ عورت کے اندر روح نہیں ہے اور اس کا جسم نجس ہے۔ اسی وجہ سے دیوتا اس کو پسند نہیں کرتے۔ خود قوم لوط علیہ السلام کا عورتوں کو پسند نہ کرنا اور ہم جنسی سے آلودہ ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس قوم کو عورت سے کس درجہ نفرت تھی۔ اب بھی بعض ممالک اور مقامات پر عورت کی بجائے مرد کو جنسی بھوک مٹانے کے لئے زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ ارسطو کے قول کے مطابق جزیرہ کریٹ میں جب کہ اس کی تہذیب وتمدن زیادہ کاملیت پر تھی۔ اغلام بازی کو قانونی طور پر جائز قرار دے دیا گیا تھا۔ بعض صورتوں میں یہ جذبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ ایسے لوگ جن کو ایک کیا ہزار عورتیں میسر تھیں، انہوں نے بھی اپنی جنسی بھوک مٹانے میں اکثر لڑکوں کو عورتوں پر ترجیح دی۔

حکیم سقراط کے زمانے میں جب کہ یونان دُنیا بھر میں علم وحکمت اور فن طب کا رہنما خیال کیا جاتا تھا۔ جنسی برائیوں کی اس قدر کثرت تھی کہ شہوت رانی تہذیب وتمدن کا جزو اور فیشن بن چکی تھی۔ جس میں عورت انتہائی برائی کی حالت تک غرق تھی۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے حکیم سقراط عورت کے متعلق بیان کرتا ہے کہ ہر معاملہ میں پورے سوچ سمجھ اور غور وفکر کے بعد یہ بیان کرنے پر مجبور ہوں کہ عورت میں شر انگیزی کی زبردست قوت موجود ہے۔ اگر عورت کا وجود نہ ہوتا تو دُنیا میں ہر طرف امن وامان ہوتا۔ ہندوستان میں تو عورت کا درجہ کتے اور شودر کے برابر تھا۔ چنانچہ اگر عورت شودر یا کتا کسی بت کو چھو لیتے تو بت کو از سر نو پاک کرنا پڑتا تھا۔

یاد رہنا چاہئے کہ بچہ کی پرورش، گھر کی نگرانی اور خاوند کی معاونت سے عورت بچہ کی مالک نہیں بن سکتی، صرف ماں ہی رہتی ہے۔ اس طرح گھر پر قبضہ نہیں جما سکتی البتہ جو کچھ خاوند اس کو دے دے وہ اس کا ہوگا۔ اس طرح خاوند کی معاونت کرتے ہوئے خاوند اس کو اپنا غلام اور نوکر سمجھنا شروع کر دے اور نہ ہی اپنے آپ کو اپنے خاوند کی ملازم اور باندی سمجھنا شروع کر دے۔

عورت! مہاتما بدھ کے عقیدہ میں

مہاتما بدھ کا عقیدہ تھا کہ عورت ایک خطرناک مصیبت اور مجسم گناہ ہے۔ مرد کو اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے کیونکہ یہ پرہیزگاری کے خلاف ہے۔ ان تمام اُمور سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا درجا ایک حیوان سے زیادہ نہیں تھا۔ جسے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے مردوں نے رکھا ہوا تھا۔

ایک طرف یہ تفریط تھی اور دوسری طرف آج کل مادر پدر امریکن اور فرنگن عورت کی افراط۔ دونوں ایسی خبریں ہیں جن سے معاشرہ صحت مند نہیں بن سکتا۔ اس کی صورت تو جب ہو سکتی ہیں:

- عورت کو کھلی آزادی ہو۔
- ان کو انسانیت کا درجہ دیا جائے۔
- اور ان کے حقوق ادا کئے جائیں۔

لیکن معاشرہ میں ان کی وجہ سے جو برائی پیدا ہونے کا امکان ہے اس پر کڑی نگرانی کی جائے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب عورت کو مقام تقدس اور احترام دے دیا جائے۔ جو عورت آج تک غلام، مظلوم، جلتی بھوک کی تسکین اور نفسانی خواہشات کا سکون رہی ہے، اس کو جب تک تقدس اور احترام مریم علیہا السلام اور پاکبازی اور حرمت میں فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کا مقام نہ دیا جائے یا ان میں پیدا نہ کیا جائے، اس وقت تک ہمارے معاشرہ کی خرابیاں اور برائیاں دور نہیں ہو سکتیں۔ جب عورت نیکی اور اخلاقی قدروں کے ساتھ اپنی اولاد کو پرورش کرتی ہے اور جن کی مٹھی میں اقوام کی تقدیر ہے۔

اسلام میں عورت کا تصور

اسلام دُنیا کے سامنے ایسی ہی عورت کا تصور پیش کرتا ہے۔ میں اسلام کی تعریف اس لئے نہیں کر رہا کہ میں اسلام کا ادنیٰ نام لیوا ہوں، بلکہ اس لئے کہ میں نے عرصہ ۲۰ سال تک نفسیات کا مطالعہ کیا ہے اور خاص طور پر نفسیات کے شعبہ فزیو سائیکالوجی کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔

میرا دعویٰ ہے کہ نہ صرف پاکستان اور بھارت میں بلکہ دُنیا بھر میں چند ہی لوگ ہوں گے جنہیں اس شعبہ میں کچھ دسترس ہوگی، اس علم سے انسانی اعضاء کا جو اثر انسانی جذبات پر اور انسانی جذبات کا جو اثر انسانی اعضاء پر ظاہر ہوتا ہے ان سے نہ صرف انسانی کیفیات کو سمجھا جا سکتا ہے بلکہ انسان کے مبادی جذبات (جبلتیں) کی پیدائش کی حد بندی کی جا سکتی ہے۔ مجھے اس علم کے تحت عورت کا گہرا نفسیاتی مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ صدیوں کی وہ تاریخ جس میں عورت کو ایک ادنیٰ حیوان سے لے کر سر کا تاج بنا دیا لیکن وہ شمع محفل ہی رہی۔ البتہ اس کو اس کا صحیح مقام نصیب نہ ہوا۔ بلکہ اس کی صالح قدروں کا تعین بھی نہ کیا گیا۔ ہاں ان مشاہدات و تجربات اور مطالعہ کے بعد عورت کا معاشرہ میں جس صحت مند مقام کا تعین کیا جا سکتا ہے یا جن صالح قدروں کو تجویز کیا جا سکتا ہے ان سب کو فقط اسلام میں بااحسن طریق پر موجود پایا۔

میرا مقصد یہ نہیں کہ میرے اس مطالعہ اور فیصلہ کرنے کے بعد ہر انسان اندھی پیروی کرے۔ کیونکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ آج ہی سے عورت کے اس معاملہ میں اسلام کی پیروی شروع کر دے بلکہ عقل و فہم اور سائنس و حکمت سے کام لے کر جانچا جائے تا کہ قلبی تسکین ہو۔ بعض لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دُنیا آج تک یہ غور و فکر اور سوچ و بچار کرتی آئی ہے۔ اس نے جانچ اور پڑتال ہی سے عورت کے متعلق نظریات اور

قوانین اخذ کئے ہیں۔ یہ سب بالکل صحیح ہے لیکن اسلام کا دعویٰ ہے کہ اسلام کے قوانین کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں ہیں بلکہ جس خالق وحکیم نے یہ دُنیا بنائی ہے۔ یہ قوانین اس کی طرف سے ہمارے پاس بھیجے ہوئے ہیں تاکہ ہم صحیح اصولوں اور قاعدوں سے زندگی گزار سکیں۔ پھر یہ حقیقت ہے کہ صانع حقیقی سے بہتر اس چیز کو اور کون سمجھ اور بیان کر سکتا ہے۔ البتہ سمجھنا، جانچنا اور تجربہ کرنا عقل مندوں اور علم والوں کا کام ہے۔ ہم تھوڑی دیر کے لئے اسلام کے اس دعوے کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ خالق مطلق اور حکیم کل کے تجویز کردہ قوانین ہی مخلوق اور معاشرہ کے لئے درست ومفید اور صحیح صالح ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ان کی جگہ انسانی تحقیقات اور صدیوں کی معلومات کو پیش نظر رکھ کر از سرِنو غور وفکر کرتے ہوئے ایسی قدروں کا تعین کرتے ہیں جن پر چل کر صحت مند معاشرہ کی تدوین کر سکیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانی معاشرہ کی قدروں کا تعین کس قانون اور قاعدے پر کیا جائے۔ یہ قانون اور قاعدے کم از کم ایسے ہونے چاہئیں جن پر انسان اعتماد کر سکے یا کم از کم ان سے کوئی بھی اختلاف کی صورت پیدا نہ ہو سکے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہم کو ہزاروں سال قدیم انسانی تہذیب مثلاً پتھر کے زمانے کی طرف رجوع کرنا پڑے گا یا کم از کم ایسے دور کی طرف لوٹنا پڑے گا جب انسان ابتدائی زندگی میں جدوجہد اور تگ ودو کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ بقائے حیات ونسل کے لئے رواں دواں اور سرگرم ہے لیکن آزاد ہے۔ ہر زمین اس کی ملکیت ہے جہاں چاہے غار بنا لے۔ ہر درخت اس کو اپنا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے چاہے اس کا پھل توڑ کر کھا لے۔ ہر چرند وپرند اور درندہ جس پر قابو پا لے یا شکار کر لے، اس پر اس کا ذاتی قبضہ ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جانور اپنے بقائے حیات کے لئے ہر جگہ جنگل میں رہنے اور کھانے پینے کا حق رکھتے ہیں۔ پھر بقائے نسل کے لئے بھی تقریباً جانوروں کی طرح صورتیں رائج تھیں۔ جب عورت اور مرد جوان ہو جاتے تو وہ اپنی جبلتوں سے مجبور ہو کر قدرتی جذبات کے تحت ایک دوسرے کی طرف کھنچتے اور ساتھی یا رفیق زندگی تلاش کر لیتے۔ جس کے نتیجے میں بقائے نسل کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر ایک انسان کے لئے تین صورتیں نہایت اہم ہیں: ① قیام حیات ② بقائے نسل ③ آزادی جدوجہد تک انسان اس دُنیا میں اپنا زمانہ زندگی احسن طور پر گزار سکے۔

دورِ جدید میں عورت کا درجہ

اگر غور سے دیکھا جائے تو آج بھی انسان کے لئے یہی تینوں صورتیں قائم ہیں۔ فرق صرف اتنا پڑ گیا ہے کہ:

۱ طاقتور اور اُمیر نے بہت کچھ قابو کر لیا ہے اور کمزور اور غریب محتاج ہو گیا ہے۔

۲ طاقتور نے قبیلے اور گروہ قائم کر کے اجتماعی طور پر اپنی طاقت کو زیادہ منظم اور مضبوط بنا لیا ہے۔ ان کے مقابلے میں خود زیادہ کمزور ہو کر رہ گیا ہے۔

۳ قبیلے اور گروہ اجتماعی زندگیاں اور منظم طاقتیں سرداروں، سرپنچوں، راجاؤں، مہاراجوں، نوابوں اور بادشاہوں بلکہ شہنشاہوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام حکومت، سلطنت رکھ لیا ہے۔

پھر زمانے کے ساتھ یہی حکومتیں اور سلطنتیں اسلحہ سے مسلح ہوتی گئی ہیں۔ جو ایک پتھر سے شروع ہوا تھا اور ایٹم بم کی شکل اختیار کر گیا ہے جس کے نتیجے میں نہ ہی قیام حیات کی سہولتیں رہیں اور نہ ہی، بقائے نسل کے لئے آسانیاں رہیں اور نہ ہی جدوجہد رہی۔ طاقتور اور زیادہ اُمیر اور طاقتور ہو کر بے شمار زمین اور محلوں کا مالک بن گیا۔ جہاں اس کے دل بہلانے اور جنسی تسکین کے لئے دلربا اور ماہ جبینیں بھر دی گئیں۔ ساتھ ہی ان کے محلوں میں ان کی ذاتی نسل کی درستی اور پرورش بھی بہترین طریق پر انجام دینے کے اسباب قائم رہے۔ ان کے مقابلے میں کمزور اور غریب کی اوّل تو پیٹ کی بھوک دور نہ ہو سکی، جنسی بھوک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہائش کے لئے بھی مکان تو رہا ایک طرف، جھونپڑا بھی مشکل سے نصیب

ہوا۔ اگر کبھی جنسی بھوک بھی دور ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں اس کے گھر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ طاقتور اور اُمیر کی ہوس رانی کا شکار ہوگئی۔ آخر نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ غریب اور کمزور مرد اپنی بھوک کو مٹانے اور ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے اپنی محنت اور مزدوری اونے پونے فروخت کرتا ہے۔ اسی طرح ایک غریب اور کمزور عورت بھوک مٹانے کے لئے اپنے حسن اور عصمت کو مجبوراً پیش کر دیتی ہے۔ پھر دونوں ان اعمال کے اس قدر عادی ہو جاتے ہیں کہ ان امور کو ضروری اور فطری تصور کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان کی آزادی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔ طاقتور اور امیر اس طرح ناجائز فوائد حاصل کر لیتا ہے۔ مگر معاشرہ کی قدروں میں جو خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس کے نتائج دوررس ہوتے ہیں۔ کم از کم اس حقیقت سے ہر شخص آگاہ ہے کہ طاقتور اور امیر کا نطفہ محل سے جھونپڑے میں منتقل ہو جاتا ہے اور محل میں گندے معاشرے کے جو جراثیم پرورش پاتے ہیں ان سے محل کی فضا رفتہ رفتہ متعفن ہو جاتی ہے اور وہاں پر گندے معاشرے کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس سے محل کی بہو بیٹی محفوظ نہیں رہ سکتی پھر مکافات عمل کے قوانین کے تحت طاقتور اور امیر کی بہو بیٹی غریب ملازمین کو وہ بدلہ چکا دیتی ہے۔ پھر یہ چکر قائم ہو جاتا ہے۔

جنسی بھوک

اسلام نے جہاں انسانی ضروریات اور بھوک کو رفع کرنے کا ایک نظام مقرر کیا ہے وہیں پر انسانی آزادی اور جنسی بھوک کے مسئلہ کو بھی احسن طریق پر حل کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ حل کیا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرہ میں زنا کا مرض ختم ہو جائے۔ اس کے نزدیک معاشرہ میں سب سے گندہ مرض زنا ہے۔ اس کے نتائج نہ صرف دوررس ہیں بلکہ قوموں کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ آج تک جو قومیں تباہ و برباد ہوئیں تباہی کے وقت ان میں یہ مرض نہ صرف انتہائی کثرت سے تھا بلکہ ان میں تہذیب و تمدن اور فیشن کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ قدیم تہذیبوں میں فلسفہ و حکمت کے دعوے دار یونان، علم و قانون کا مرکز روم، فنون اور طاقت کا گہوارہ مصر بہترین شہادتیں ہیں۔ یونان کے بادشاہ، اسلام کے شہنشاہ (درحقیقت اسلام بادشاہت کے خلاف ہے) اور یورپ کی موجودہ تہذیب و تمدن اور فیشن قوموں اور ممالک کی تباہی پر زبردست دلائل ہیں۔ اس تاریخی اور تجرباتی شہادت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حلال اور حرام کی راہیں

یہاں اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ بعض صورتوں اور حالات میں نیکی اور بدی، حلال و حرام کی راہیں ایک ہی ہیں۔ ان میں تفاوت صرف چلنے والے کی نیت پر ہے۔ مثلاً نکاح حلال ہے تو زنا حرام ہے لیکن فطری جذبہ یا طریق اور لذت دونوں برابر ہیں۔ حلال کی صورت میں مرد اپنی بیوی اور اولاد کے دکھ سکھ اور ضروریات زندگی کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے بقائے حیات و نسل اور آزادی کو قائم رکھنے کے لئے جائز و حلال اور نیکی اور صالحات پر قائم رہنا ازبس ضروری ہے۔ کیونکہ ہر شخص میں بقاو حیات و نسل اور آزادی کا خیال رکھنا بھی اس کا فرض ہے۔ گویا اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض کا بھی احساس قائم رہے۔ تا کہ کہیں بھی باہم تصادم پیدا نہ ہو۔ کیونکہ یہیں سے معاشرہ کی خرابی کا اصل اور سرچشمہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ بے شک کسی کی کوئی شے کھلے خزانوں میں پڑی رہے یا پیٹ کا سامان اور جنسی لطف اندوزی کے سامان کھلے بندوں میسر آئیں یا خلوت و اجاڑ اور خفیہ و تنہائی میں حاصل ہوں۔ پھر بھی اپنے فرائض کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ وہاں بھی جائز و ناجائز، حلال و حرام، نیکی و بدی کو مدنظر رکھا جائے تا کہ معاشرہ مجروح نہ ہو۔ اسلام نے جہاں حلال و حرام، جائز و ناجائز اور نیکی و بدی کے لئے کچھ قدریں مقرر کی ہیں وہاں پر یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک و خالق کے علاوہ سمیع و بصیر اور علی کل شیءٍ قدیر بھی ہیں۔ گویا انسان لوگوں اور عوام کی نظروں سے تو بچ سکتا ہے لیکن اللہ

تعالیٰ کی نظروں سے نہیں بچ سکتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ حیات بعد الموت کا تصور بھی پیش کیا ہے۔ جس میں ہر زندگی کا حساب کتاب ہوگا۔ اس میں حقوق کی طلب اور فرائض کی ادائیگی کو حلال و حرام، نیکی و بدی کی مقررہ قدروں سے ناپا تولا اور وزن کیا جائے گا۔ پھر جن کے نیک اعمال بھاری ہوں گے ان کے لئے دائمی جنت عیش و مسرت ہوگی اور جن کے اعمال خراب ہوں گے ان کے لئے دوزخ، دائمی دکھ اور رنج ہوگا۔ ان اسلامی مقررہ قدروں اور قوانین کے بعد اوّل تو انسان کو کوئی حق نہیں کہ ان کی خلاف ورزی کرے یا ان کے متعلق سوچے۔ اگر بعض ذہین طبع چاہتے ہیں کہ وہ معلوم کریں کہ اسلام نے مرد کو عورت پر جو تھوڑا بہت درجہ دیا ہے اس کی وجہ کیا ہے یا ایک مرد کو کیوں حق دیا ہے کہ وہ ایک سے زائد بیک وقت چار بیویوں کو اپنے پاس رکھے۔ کیا یہ درست ہے یا فطری تقاضا ہے۔ ان اُمور کو سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ مرد اور عورت کے باہمی تفاوت و تخالف صورتوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تاکہ دونوں کا صحیح نقشہ سامنے آجائے۔

عورت پر مرد کی فضیلت

جاننا چاہئے کہ ہزاروں سالوں سے امر زیر بحث چلا آرہا ہے کہ کیا مرد عورت سے افضل ہے یا دونوں برابر ہیں۔ یہ حقیقت تو مسلمہ ہے کہ عورت نے ہمیشہ برابری کا دعویٰ کیا ہے اور فضیلت کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن اسلام اس مسلمہ حقیقت کے خلاف یہ کہتا ہے کہ افضلیت کا معیار اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی کا مرد ہونا نہیں بلکہ مرد و عورت کے اعمال ہیں۔ ان میں جو بھی ایمان تقویٰ اعمال کے لحاظ سے بہترین ہیں، وہی بہتر ہیں۔ اس معیار میں اگر عورتیں بہتر ہیں تو مردوں سے افضل ہیں۔ اگر صالح عورتوں کو ان کے ایمان تقویٰ اور اعمال کے لحاظ سے درجہ میسر نہ ہو تو روز قیامت ان کو یہ درجہ دیا جائے گا۔ البتہ اس دُنیاوی زندگی میں نظام حیات اور بقائے نسل کے لئے صرف خاوند کو اپنی بیوی پر قوام بنا دیا ہے۔ تاکہ وہ اپنی بیوی کی ضروریات زندگی اور نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے ورنہ عام انسانوں میں نہ مرد کو عورت پر درجا اور نہ عورت کو مرد پر فضیلت۔ البتہ جن کا ایمان تقویٰ اور عمل احسان ہوگا اسی کو فضیلت حاصل ہوگی۔

یہ ناممکن ہے کہ ایک غیر صالح مرد کو صالح عورت پر فضیلت ہو۔ غیر صالح کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ غیر صالح مرد کو صالح عورت کے مقابلے میں وصیت سے عاق کیا جاسکتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ غیر صالح مرد کا عقد صالح عورت سے نہیں ہوسکتا۔ پھر اگر غلطی سے نکاح ہو بھی جائے تو عورت کے لئے لازم ہے کہ خداوند تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے غیر صالح مرد سے خلع کرے نہیں تو اس کی ذاتی زندگی بھی غیر مشروع ہوجائے گی اور اس کے ایمان، تقویٰ اور اعمال میں غیر صالحیت پیدا ہوجائے گی۔

صالح عورت کی فضیلت کی دلیل یہ ہے کہ عام صالح انسان بھی اس امر کا تصور نہیں کرسکتا کہ وہ کسی حیثیت میں حضرت مریم علیہا السلام، امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور بی بی فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے درجہ میں بلند ہوسکتا ہے۔ ان بزرگ ہستیوں کا تصور تو ایک طرف، کوئی اشارۃً اپنے کو اپنی والدہ اور دیگر بزرگ مستورات سے افضل نہیں کہہ سکتا۔ البتہ بعض مرد صالح بعض صالح عورتوں سے افضل ہیں۔ کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ ایک خاص درجہ کا صالح مرد اپنی درجہ کی صالح عورت سے کچھ درجہ رکھتا ہے۔ وہ بھی صرف انتظامی معاملات کی قیادت کے لئے اسلام کا فیصلہ ہے کہ قیادت ہمیشہ مرد کی ہونی چاہئے۔ مثلاً نماز، سفر، جنگ میں کبھی بھی کسی عورت کو قائد تسلیم نہیں کرنا چاہئے۔

مرد کو عورت پر فضیلت ہے

صالح مرد کو اپنے درجہ کے مطابق صالح عورت پر فضیلت کے علاوہ صالح خاوند کو بھی اپنی صالح بیوی پر کچھ فضیلت حاصل ہے۔ وہ

صرف اس لئے ہے کہ وہ اپنی بیوی کا نان ونفقہ اور ضروریات زندگی پوری کرتا ہے۔ اسلام نے عورت کی بحث کہ ان میں کون اعلیٰ و بہتر ہے اور کون ادنیٰ اور کمتر ہے۔ اس احسن طریق پر ختم کر دی ہے کہ آج تک کوئی مذہب یا قوم اور ملک اس کا صحیح فیصلہ نہیں کر سکا۔ البتہ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مرد کا جسم، روح، قویٰ عورت کی نسبت زیادہ مضبوط اور طاقتور ہیں۔ ان سے افعال بھی بہتر صادر ہوتے ہیں۔ اس لئے مرد عورت سے ہر حیثیت سے افضل ہے۔ یہ دعویٰ بغیر دلیل کے ہے۔ کیونکہ یہ اجسام وارواح اور قویٰ کا مضبوط ہونا حقیقت پر مبنی نہیں۔ اور نہ ہی تجربہ، مشاہدہ بلکہ تاریخ اس کو صحیح ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ ہر معمولی عقل وفہم کا انسان بھی اس امر سے پوری طرح واقف ہے کہ بعض عورتیں بعض مردوں سے جسمانی، روحانی وذہنی حیثیت سے زیادہ ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ افضل ہیں۔ مرد کو جسمانی، روحانی اور ذہنی طور پر عورت سے کلی طور پر افضل جب کہا جاسکتا ہے کہ مرد ہر عورت سے افضل ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ سونا ایک قیمتی دھات ہے اور یہ حقیقت ہے کہ سونے کا ہر ٹکڑا دیگر دھاتوں کے ٹکڑوں سے کلی طور پر بہتر اور افضل ہے۔ پھر قدیم تاریخ سے لے کر آج تک سینکڑوں نہیں ہزاروں عورتیں پہلوان، جنگجو، شمشیر زن، آج کل ہواباز، نشانہ باز بھی ہیں۔ اور روحانی طور پر انتہائی نیک، عابد، زاہد پیغمبروں، رسولوں، اولیاء اللہ کی مائیں، بہنیں اور بیٹیاں، اسلام میں صحابیات کی ایک لمبی فہرست پائی جاتی ہے ان کے بعد کے زمانہ میں بھی ہزاروں صالحات اور رابعہ صفت پیدا ہوئیں۔ اگر ذہنی طور پر دیکھا جائے تو ان کی ایک طویل فہرست سامنے آجاتی ہے جس میں بڑے سے بڑے درجہ کی عالمہ اور فاضلہ سے لے کر اعلیٰ درجے کی حکیمہ وطبیبہ، فلسفی ومعلمہ اور سائنسدان پائی جاتی ہیں اور بعض اپنے علم وحکمت اور فن میں وہ کمال رکھتی تھیں کہ تاریخ ان کا جواب پیدا نہ کر سکی۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ مرد جسمانی، روحانی اور ذہنی طور پر عورت سے افضل نہیں ہے۔

فلسفہ طب اور عورت

مرد اور عورت میں اگر کہیں فرق ہے تو صرف ان کے اعضائے مخصوصہ کی بناوٹ کی وجہ سے ہے اور بس۔ لیکن یہ صرف ایک فرق ہے اور اسے برتری اور افضلیت اور کمتری وتذلیل کا پہلو پیدا نہیں ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور بناوٹ ہے کہ کائنات اور زندگی کو رواں دواں رکھنے کے لئے مختلف جمادات اور حیوانات پیدا کر دیے ہیں اور ان کے اختلاف ان کے خواص ان کے اعمال کی وجہ سے ہیں۔ بہر حال ہم ان سب کو جمادات، نباتات اور حیوانات کا درجہ دیتے ہیں۔ اس طرح انسان کا ایک درجہ ہے جس میں مرد اور عورت دو مختلف خواص اور اعمال کے مظہر ہیں۔ بس انہیں اختلاف خواص کی وجہ سے کبھی ان کو حیوان سمجھا گیا، کبھی غلامی کی وجہ پر رکھ کر اس کو باندی بنالیا گیا۔ جب کبھی اس کا ستارہ چمکا تو اس کو شہزادی ملکہ اور سر کا تاج بنالیا گیا مگر صحیح مقام متعین نہ کیا گیا۔

اور اگر اس کی صحیح قدر ومنزلت کا کسی نے تعین کیا ہے تو فقط دین اسلام ہے۔ اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ عورت میں بھی نفس کے ساتھ روح ہے۔ اس کی روح بھی اعلیٰ مدارج حاصل کر سکتی ہے۔ وہ نیکی اور تقدس کے اعلیٰ مقام تک فائز ہو سکتی ہے۔ ایسا مقام اختیار کر سکتی ہے جہاں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مرد نہیں پہنچ سکے اور نہ ہی پہنچ سکتے ہیں بلکہ کروڑوں انسانوں کی گردنیں ان کی نیکی اور تقدس کے سامنے جھکتی رہی ہیں اور آج بھی جھکی ہوئی ہیں۔

خواص اور اعمال نے عورت کے مقام اور درجہ میں استقامت پیدا نہیں ہونے دی۔ وہ مخصوص اعضاء کی بناوٹ ہے جن کی تشریح اور تجزیہ تو کتب تشریح الابدان میں مفصل درج ہے۔ ان کا یہاں بیان کرنا طوالت اور غیر دلچسپی کا باعث ہوگا۔ البتہ ان کے افعال کا تذکرہ افادیت اور دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اگرچہ ان اعضاء کے افعال بھی تفصیل کے ساتھ علم افعال الاعضاء (Physiology) کی کتب میں درج ہے۔ ہم یہاں اس

قدر بیان کریں گے جس قدر اس کا تعلق مسائل کے ساتھ ہے، تا کہ صحیح طور پر اعضاء اور مسائل کو تطبیق کیا جا سکے۔

مخصوص افعال الاعضاء زنانہ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا چاہئے کہ وہ اس طریق انداز اور صورت پر بنے ہوئے ہیں کہ مرد کا نطفہ قائم، پرورش اور تربیت پا سکے۔ جس کو مجموعی طور پر رحم کہتے ہیں۔ تقریباً نو دس ماہ بچے کا رحم میں قیام رہتا ہے۔ اس کے بعد تولد ہو کر اس کارگاہ حیات میں اپنی زندگی کے دن پورے کرتا ہے۔ جب تک وہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے اس کو ماں کے جسم ہی سے غذا ملتی ہے جو خون کی صورت میں ہوتی ہے۔ نطفہ قرار پانے کے فوراً بعد شریانوں اور وریدوں کے ذریعے خون کا تعلق بچے سے ہو جاتا ہے۔ جو اس کی پیدائش تک رہتا ہے۔ یہی خون جو عورت کی زندگی کا جوہر اور قوت ہے۔ نسل انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ بقاء نسل انسانی کے لئے حکیم مطلق کی ربوبیت ہے اور عورت ذات کی طرف سے مردوں پر ایک زبردست احسان ہے۔ مگر یہی خون عورت کے لئے زیادہ حقارت اور تذلیل کا باعث بن گیا ہے۔ اسی وجہ سے بڑے بڑے علماء وفضلاء وحکماء اور عقلاء نے عورت کو گندگی کا مجسمہ اور تعفن کا ڈھیر کہا ہے اور پلید حیوان قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے عورت کو دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی خون جس سے بقائے نسل انسانی ہے جب یہ رحم سے خارج ہوتا ہے تو اس کو حیض کہتے ہیں۔ یہ حیض لڑکی کو اس وقت آنا شروع ہوتا ہے جب وہ بالغ ہونا شروع ہوتی ہے۔ یہ عام طور پر پانچ سے سات یوم تک مسلسل رحم سے خارج ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جب جنسی تعلقات کی صورت پیدا ہوتی ہے تو نطفہ قرار پایا جاتا ہے۔ یعنی حمل ہو جاتا ہے تو ماہواری خون نطفہ کی پرورش پر خرچ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے بچے کی پیدائش کے دنوں میں حیض عام طور پر نہیں آتا اور بچہ کی پیدائش کے بعد بھی یہ حیض (خون) اس وقت تک نہیں آتا جب تک بچہ دودھ پیتا ہے۔ گویا یہ خون (حیض) دودھ کی شکل میں منتقل ہو جاتا ہے اور آب حیات کا کام دیتا ہے۔

حیض کی وجہ سے عورت ناپاک نہیں

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ حیض ناپاک اور گندگی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہے:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى ﴾ [سورة بقره : ۲۲۲]

''حیض کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ وہ گندگی ہے لیکن حیض کے سوا باقی خون کو بھی جسم کے کسی حصہ سے خارج ہو، کو حرام قرار دیا ہے''۔

جیسے قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے:

﴿ حُرِمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ [سورة مائده : ۳]

''تم پر مردہ خون سؤر اور غیر اللہ کے لئے حلال کیا گیا ہوا، سب حرام ہے''۔

یہاں تک کہ خون کپڑے پر لگ جائے وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ پھر حیض کی تخصیص کرنے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ خون کے حرام ہونے میں یہ حقیقت ہے خون ایک مرکب ہے۔ جس میں زہریلے اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں۔ طب یونانی کے نظریہ کے مطابق اس میں بلغم، سودا اور صفرا شامل ہیں۔ اس طرح طب مغرب کی رو سے اس میں چودہ عدد عناصر شامل ہیں۔ جن میں فیرم، سوڈیم، پوٹاشیم، میگنیشیم، سلفر، فاسفیٹ اور کیلشیم اور آیوڈائڈ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو سب کے سب اگر ضرورت سے زیادہ استعمال کئے جائیں تو زہریلا اثر کرتے ہیں۔ اس لئے خون کو نہ صرف حرام دیا گیا ہے بلکہ ناپاک بھی قرار دیا ہے۔ باقی رہا حیض کو گندگی قرار دینا تو یہ ایک حیض ہی پر کیا منحصر ہے۔ اکثر انسان کے جسم سے جو مادے خارج ہوتے ہیں وہ گندگیاں ہیں اور ناپاک ہیں۔ ان سب کی گندگی اور ناپاکی کی حیثیت کسی بھی طرح حیض سے کم نہیں ہے۔

ماں کے پیٹ میں انسان کی غذاء

پھر عورت کو مرد سے کم تر کیوں خیال کیا جائے کیا مرد میں کوئی ایسا پاک مادہ پایا جاتا ہے جس سے اس کا درجہ عورت سے افضل قرار دیا جاتا ہے۔

اگر دونوں باتیں نفی میں ہیں تو پھر عورت اور مرد میں پاکی اور ناپاکی کا یہ درجہ اور اختلاف کیوں قائم کیا جائے۔ اگر حقیقت پر غور کر کے اصلیت کو دیکھا جائے تو اس امر سے کوئی انکا نہیں کر سکتا کہ اسی گندے خون (حیض) ہی سے انسان کی پیدائش اور پرورش ہوتی ہے۔ جب انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو دس ماہ سوائے اس خون (حیض) کے اور کیا غذا حاصل کر سکتا ہے۔ اور جن ایام میں وہ دودھ پیتا ہے وہ بھی یہی حیض کا خون صاف ہو کر دودھ میں منتقل ہو جاتا ہے بلکہ ماں کے دودھ کے علاوہ بھی جو دودھ جانوروں کا استعمال کیا جاتا ہے وہ ان کا صاف شدہ خون ہوتا ہے۔ گھی دودھ ہی کا جز ہے، دِن رات جو مٹھائیاں کھائی جاتی ہیں یا اس طرح کا میٹھا میٹھا ہڑپ کر لیا جاتا ہے، وہ دودھ گھی ہی سے تیار ہوتی ہے۔ میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ دودھ گھی اور اس سے تیار شدہ مٹھائیاں نہ کھائی جائیں، بلکہ یہ اشیاء اسلام نے حلال قرار دے دی ہیں۔ ان کو شوق سے استعمال کیا جائے۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی ایک نشان کو ناپاک دیکھ کر اس سے متعلقہ پاک اشیاء اور اجسام کو ناپاک، ذلیل اور قابل نفرت نہیں بنا دینا چاہئے۔

ان امور سے ثابت ہوا کہ حیض کی وجہ سے عورت ناپاک نہیں ہے۔ البتہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حیض کے دِنوں میں عورت کا مزاج عدل فی القسمت کے تحت اعتدال پر ہوتا ہے۔ اگر ان دِنوں میں طبیعت پر مادی، کھانا پینا اور (آب و ہوا) کیفیاتی (گرمی، سردی اور خشکی و تری) اور نفسیاتی (جذبات کی شدت ماحول میں غیر مناسب اور محنت کی زیادتی) اثرات غیر معمولی طور پر پڑے تو یقیناً حیض کی باقاعدگی میں خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ یعنی اس میں افراط و تفریط واقع ہو جاتا ہے۔ دراصل ان ایام میں طبیعت میں اعتدال قائم رکھنا از حد ضروری ہے۔ یہاں تک کہ غیر معمولی حرکت، سکون، کھانے پینے میں کثرت اور مسرت اور تفریح میں زیادتی بھی حیض کی باقاعدگی میں خرابی کا باعث ہو جاتی ہے۔ ان دنوں آرام کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے زیادہ تر بیٹھے رہنا یا لیٹے رہنا زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ ذرا سی بے اعتدالی سے حیض کی باقاعدگی میں خرابی پیدا ہو جائے گی۔

مرد کی ذمہ داری

اس سے تین شدید صورتوں میں سے کسی ایک کا پیدا ہونا یقینی امر ہے:

۱ خون کی آمد میں زیادتی ہو جانا جس سے فوراً ضعف جسم واقع ہو جاتا ہے۔ دِل گھٹتا ہے اور غشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

۲ خون کا آنا رُک جائے جس سے گھبراہٹ دورانِ سر اور اختلاج اور بے ہوشی کے دورے (اختناق الرحم) ہسٹریا کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

۳ خون کا کمی سے رُک کر آنا، رحمی درد کی شدت، ضعف قلب و دماغ، قے، پیشاب میں جلن، پیچش وغیرہ کی حالت نمودار ہو جاتی ہے گویا ہر بالغ عورت کو ہر ماہ میں تقریباً ایک ہفتہ باقاعدہ آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ اس کے جسم اور طبیعت و ذہن میں خرابی واقع ہو جائے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ عورت تمام ماہ ایک مرد کی طرح اپنے تمام معمولات انجام نہیں دے سکتی۔ عورت اور مرد کا یہ اوّلین اور بنیادی فرق

ہے کہ عورت اپنے حیض کے سلسلے کی وجہ سے ایک ماہ میں ایک ہفتہ تقریباً بےکار ہو جاتی ہے۔ اگر آرام نہ کرے گی تو بہت جلد کسی خوفناک مرض میں مبتلا ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ سل یا سیلان الرحم میں ظاہر ہوگا۔

جب جنسی تعلقات کے بعد عورت کا حیض اصولاً رُک جائے، جس حالت کو اصولاً حمل کہتے اس میں اوّل ماہ سے عورت میں جنسی جذبہ مرد سے کم ہوتا ہے۔ حمل کے بعد اس کے جنسی جذبہ کی تسکین ہو جاتی ہے۔ اس کی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ پریشان کن ابکائیاں، قے اور طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ جسم میں خون کی کمی، رنگ زرد، منہ پر چھائیاں اور ہر وقت تھکن، بدہضمی، بھوک میں کمی، پیاس میں زیادتی اور قبض رہنے لگتی ہے۔ یہ تو عمومی حالت ہے۔ اس کے علاوہ خصوصی امراض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جسم پر پھوڑے، پھنسیاں، بخار، کھانسی، درد کمر وغیرہ۔

یہ سلسلہ پورے نو دس ماہ رہتا ہے اور بچہ پیدا ہونے کے بعد ایک دو ماہ تک خارش رہتی ہے۔ اس دوران میں بھی عورت اپنے معمولات باقاعدگی سے انجام نہیں دے سکتی۔ یہ دوسرا فرق ہے جو عورت اور مرد کے مابین پایا جاتا ہے کہ عورت حمل کی وجہ سے سال بھر بیکار ہو جاتی ہے اور اس عرصہ کا خرچ لامحالہ اس شخص کے ذمے ہونا چاہئے جس مرد کا حمل اس کو قرار پاتا ہے۔

عورت نہ باندی اور نہ غلام ہے

اس کو سارا سال آرام سے گزارنا چاہئے۔ اگر وہ خود ملازم ہے تو کم از کم اسے آخری تین ماہ کی چھٹی ملنی چاہئے۔ کیونکہ ان دنوں تو وہ بالکل حرکت نہیں کر سکتی۔ بس ان دنوں عورت مرد کے مقابلے میں بے کار ہوتی ہے۔ بلکہ نان ونفقہ اور ضروریات زندگی کے لئے مرد کی محتاج ہوتی ہے اور کوئی طاقت اس کو اس محتاجی سے نجات نہیں دے سکتی۔ یہ مرد اور عورت کا تیسرا بین فرق ہے۔

جب بچہ تولد ہوتا ہے تو اس کو دودھ پلانے، پرورش اور نگرانی کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ماں کا دودھ پلانے کا حکم مذہبی اور قانونی حیثیت سے دو سال ہے۔ دودھ شروع شروع میں جلد جلد یعنی ایک گھنٹے بعد اور بعد میں دو دو اور پھر تین تین گھنٹے تک وقفہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ دودھ کے علاوہ اس کی دیگر ضروریات زندگی کا پورا کرنا اور اس کی ہر طرح اور ہر وقت کی نگرانی ہے۔ اس دوران میں بھی عورت بچے کو نظرانداز کر کے کسی دیگر کام میں پوری پوری توجہ نہیں دے سکتی۔ اگر وہ ایک یا دو عدد نوکرانیاں یا نرس رکھ لے تاہم دودھ سے پرورش تو اس کے ذمہ ہوگی۔ کام بیشک بٹ جائے گا لیکن ذمہ داری ختم نہ ہوگی۔ نوکرانی رکھ لینے سے اصل حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ یعنی بچہ کی پرورش کے لئے ہر حال میں عورت کی خدمات ضروری ہیں۔ ماں ہو یا ملازمہ ان کے بغیر بچہ کی پرورش ناممکن ہے۔

یہ چوتھا فرق ہے جو عورت اور مرد میں پایا جاتا ہے۔ یہاں بھی عورت کے ساتھ بچہ کی ضروریات کا ذمہ دار مرد ہی قرار دیا گیا ہے اور اس کو اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔ ایام حیض، ایام حمل اور ایام رضاعت میں عورت کا مردوں کے برابر اپنے معمولات ادا نہ کرنا، ان کی ضروریات زندگی کی ذمہ داری بھی مردوں پر ہوتی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔ نہیں! ہرگز نہیں! کیونکہ جو خدمات ان دنوں عورتیں انجام دیتی ہیں، وہ مرد انجام نہیں دے سکتے۔ اس لئے دونوں اپنی اپنی جگہ برابر ہیں۔ البتہ اس نظام میں اسلام کی یہ بات صحیح ثابت ہوتی ہے: انتظامی معاملات میں مرد کو عورت پر کچھ فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس سارے عرصہ میں عورت کمائے اور خوراک مہیا کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ پھر بھلا وہ منتظم کیسے بن سکتی ہے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ مریض کا نگران تندرست انسان ہی ہو سکتا ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب تک عورت بچہ جننے کے قابل ہے وہ بچہ کی پیدائش، دودھ پلانا اور پرورش سے فارغ نہیں ہو سکتی۔ جب وہ

گھر میں اپنے اہم فرض میں مشغول ہے تو پھر اس کے لئے مشکل ہے کہ گھر سے باہر کے کام اور کمائی کے لئے وقت نکال سکے۔ اس لئے وہ اپنے نان ونفقہ ضروریات زندگی اور نگرانی کے لئے لازماً مرد کی محتاج ہوگی۔ اس تقسیم کار میں مرد مجبور ہے کہ وہ ضروریات زندگی کو حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر جدوجہد کرے اور کما کر لائے تا کہ اپنی بیوی اور بچوں اور اپنے لئے خوراک اور ضروریات زندگی حاصل کرے۔ جب مرد باہر کمائی پر مجبور ہوگیا اور عورت اپنے بچوں کے ساتھ گھر پر مقیم ہوگی تو اس پر لازم ہوگیا کہ گھر میں بچہ اور اپنی خوراک تیار کرنے کے ساتھ اپنے خاوند کی خوراک ساتھ تیار کرے تا کہ اس کے خاوند کی اپنی کمائی میں خوراک کی تیاری پر وقت ضائع نہ کرنا پڑے۔ یا وہ زیادہ سے زیادہ وقت میں زیادہ سے زیادہ کمائی کر سکے۔ جو اس عورت اور بچوں کے لئے خوشحالی کا باعث بنے اور ساتھ ہی ساتھ گھر کی صفائی اور نگرانی بھی اس عورت نے اپنے پر لازم کر لی تا کہ گھر اور اس کا ماحول اس کی مرضی کے مطابق بن جائے۔ بس اس طرح ایک قدرتی تقسیم کار بن گئی ہے جس کی باقاعدگی سے زندگی خوشگوار گزرتی ہے اور بقائے نسل کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔

عورت نہ باندی اور نہ غلام ہے۔ لیکن یہ یاد رہنا چاہئے کہ بچہ کی پرورش اور خاوند کی معاونت سے عورت بچہ کی مالک نہیں بن سکتی۔ صرف ماں ہی رہتی ہے۔ اس طرح گھر پر قبضہ نہیں جما سکتی البتہ جو کچھ خاوند اس کو دے اس کا ہوگا۔ اس طرح خاوند کی معاونت کرتے ہوئے اس کو اپنا غلام اور نوکر سمجھنا شروع کر دے اور نہ ہی اپنے آپ کو اپنے خاوند کی باندی سمجھنا شروع کر دے۔ جب عورت اپنے مقام حقوق اور فرائض کا خیال رکھے گی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی حدود پر قائم رہنے کی کوشش میں اپنے مالک حقیقی سے ڈرتی رہے گی کہ مرنے کے بعد اس کو اپنی زندگی اور اعمال کا حساب دینا ہے۔ تو پھر اس کا ذہن اس تعصب سے خالی ہو جائے گا کہ اس کا نیک خاوند اپنی ضروریات اور اولاد کے لئے ایک کی بجائے دو تین عورتیں رکھ لے اور سب کے ساتھ برابر کا سلوک رکھے اور ساتھ ہی وہ عورتوں کو یہ اجازت بھی دے دے کہ راضی نہ ہو، اس کو خوشی کے ساتھ راضی کر کے اپنے سے علیحدہ کرنے کو تیار ہے۔ ایسے معاشرہ میں یقیناً کہیں بھی گندگی نہیں رکتی اور کہیں بھی فساد کی بو پیدا ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔ پھر کثرت ازدواج زحمت کی بجائے رحمت ثابت ہوتا ہے۔ جھگڑا لڑائی ہمیشہ اسی مقام پر پیدا ہوتا ہے جہاں پر میاں بیوی اپنے مقام حقوق اور فرائض کا پورا پورا خیال نہیں رکھتیں۔ جس میں خوف خدا، جزا اور سزا اور آخرت بھی مدنظر نہیں ہوتی۔ اگر طرفین اپنی اپنی حدود میں رہیں، بلکہ دوسرے کی حدود کو ناجائز چھونے کی کوشش بھی نہ کریں تو کبھی بھی آپس میں فساد اور ناراضگی کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ چاہے خاوند کی ایک بیوی ہو یا چار بیویاں ہوں جھگڑا اور برائی ایک سے زیادہ بیوی کا نہیں ہے بلکہ دوسرے کے مقام اور حقوق کی پامالی ہے اور اپنے فرائض سے کوتاہی ہے۔ عام طور پر نفسانی خواہشات کے ماتحت اور لاعلمی اور بے علمی سے اپنے مقام کو بلند اور حقوق کو زائد سمجھ لیا جاتا ہے اور اپنے فرائض کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔

اسلامی اور انسانی قانون میں تفاوت

قانون فطرت ہے کہ جب اس کو مقررہ حدود سے پھاندا جائے تو ردِعمل کے طور پر معاملہ یا معاشرہ میں فساد اور بدبو پیدا ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ خرابی اور تخریب ہے۔ قانون دانوں کو یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اس معاملے میں قانون بناتے وقت عام طور پر یا فوری طور پر تو وہ قانون مفید ہوتا ہے لیکن آئندہ چل کر اس میں بے حد خرابیاں اور تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر فوری ضرورت اور تکالیف کے ماتحت ان میں ترمیم، تنسیخ اور اصلاح کرنی پڑتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اس میں پھر وہی خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا قانون حیات ہے کہ اس کے قانون کا بغور مطالعہ کریں، اس میں آپ کو ہرگز از ابتداء تا انتہاء بلکہ ہر موڑ پر ایسی حقیقت نظر آئے گی جو مفید ہی مفید

ہوگی۔ جو لوگ اسلام کے کسی قانون پر اعتراض کرنا چاہیں ان کو حق ہے کہ بڑے شوق سے کریں۔ اسلام خود عقل و بصیرت کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن ان کو لازم ہے کہ اوّل ایک ایسا متبادل قانون کا خاکہ کھینچ لیں جس کی حقیقت کو از ابتداء تا انتہا خوب پرکھ لیا گیا ہو۔ انشاء اللہ پھر غلطی اور اسلامی قوانین سے روگردانی کی صورت کم پیدا ہوگی۔ بلکہ خواص کے ساتھ عوام بھی اسلامی قوانین کو اپنانے پر مجبور ہوں گے۔ زمانہ شاہد ہے کہ دُنیا ان کی طرف آ رہی ہے۔ یہی صورت مسلمہ تعلقات ازدواج میں پیدا ہو رہی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حق مہر کم ہونا چاہئے اور کوئی کہتا ہے کہ نہیں زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے۔ عورت کی عزت افزائی ہو اور مرد قابو میں رہے۔ ان کے علاوہ ایک ایسا بھی گروہ ہے جو حق مہر اور جہیز دینے سے بالکل انکاری ہے۔ کوئی ابتدائی دور کی مثال پیش کرتا ہے اور کوئی امراء کا نقشہ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن حقیقت کی طرف کوئی نہیں آتا کہ مسئلہ کا صحیح حل میسر آ سکے۔

مرد اور عورت انسانیت کے درجے میں برابر ہیں

دیکھنا تو یہ چاہئے کہ مرد اور عورت کی تخلیق کے مطابق ان کی بناوٹ اور حقیقت و جذبات کی حقیقت کیا ہے اور وہ کن فطری مقاصد کے لئے ان کو عطا کئے گئے ہیں۔ ان پر غور کیا جائے، ان فطری مقاصد کی اگر صحیح ترتیب ضرورت پوری نہ ہو سکے اور ان کو برمحل استعمال نہ کیا گیا تو لازماً نتائج حقیقت افروز نہیں ہوں گے۔ بلکہ جگہ جگہ اور ہر وقت خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اسلام ہر قانون پر جہاں جزوی طور پر بحث کرتا ہے وہاں اس کے اجتماعی اثرات کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ جس کا نتیجہ ہمیشہ احسن نکلتا ہے۔ مسلمانوں میں فی الذات یا ان کے معاشرہ میں جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں وہ اسلامی قانون کی خرابیاں نہیں ہیں بلکہ ان کا ہر عمل فطری صورت پر انجام نہیں پاتا۔

اس بحث سے یہی ثابت کرتا ہے کہ مرد اور عورت انسانیت کے درجے میں برابر ہیں۔ لیکن قدرت نے دونوں کے فرائض مختلف کر دیئے ہیں۔ اس لئے ان کے حقوق اور مقام بھی آپس میں مختلف ہیں۔ جب تک وہ اپنی اپنی حدود میں قائم رہتے ہیں، معاشرہ میں خرابیوں کی صورت نمودار نہیں ہوتی۔ جب خرابی اور فساد واقع ہوتا ہے تو یقیناً اس کا کوئی سبب درمیان میں کام کر رہا ہوگا۔ جو اس امر کو صاف ثابت کرتا ہے کہ ہر دو میں سے یقیناً کوئی ایک اپنی حدود کو پھاند گیا ہے۔ اس خرابی اور فساد کا علاج کچھ بھی ہو لیکن اوّل بات ان حدود کا احترام ہوگا جس سے معاشرہ میں صحت پیدا ہونے کے امکانات واضح ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں جزوی طور پر کچھ ایسے خواص رکھے ہیں جن کو وہ اپنے اپنے مقام پر انجام دے سکتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کی وہ مخصوص قابلیت انہیں کسی کو ایک دوسرے سے ممتاز یا افضل بنا دیتی ہے۔ مثلاً مرد کا بچہ کے لئے نطفہ مہیا کرنے کی قابلیت اور عورت میں بچہ کو اپنے پیٹ میں پرورش اور دودھ پلانے کی صلاحیت وغیرہ وغیرہ جدا افعال ہیں۔ مرد عورت کے افعال اور عورت مرد کے افعال انجام دینے کی طاقت نہیں رکھتی اور پھر دونوں مل کر قدرت کے کام کو انجام دیتے ہیں۔ پھر سمجھ نہیں آتی اس قسم کے افعال کے باعث ایک دوسرے سے عظیم اور اعلیٰ بننے کا کوئی جواز کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

عورت کو مرد کی سربراہی کی ضرورت ہے

یہ صحیح ہے کہ انتظامی معاملات خاص طور پر ان دنوں جبکہ عورت ایام حیض، ایام حمل اور ایام میں رضاعت میں مبتلا ہو، قدرت نے مرد کو سربراہی دے دی ہے۔ تاکہ وہ عورت اور بچہ کے لئے جہد للحیات اور بقائے نسل کے لئے سعی اور کوشش سے کما کر گھر لائے اور ان کی ضرورت کے

ساتھ اپنے لئے بھی بدل پیدا کرے۔ اس کے علاوہ مقام اور راہیں اور بھی ہیں جہاں عورت کو مرد کی سربراہی کی ضرورت ہے:

۱ عورت کا کسی سفر پر جانا۔
۲ کسی تنہا جگہ پر رہنا۔
۳ کہیں مردوں کے معاملات میں شریک ہونا۔

ایسی صورت میں جہاں عورت تنہا نہیں جاسکتی یا تنہا نہ جانا چاہے کیونکہ ایسی صورت میں اس کی اپنی عزت خطرے میں پڑسکتی ہے۔ عورت بیشک شریف اور برائی کے جذبات سے پاک ہو لیکن اس کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ تنہائی میں اس کا کسی شیطان صفت انسان سے تصادم ہو جاتا ہے یا واسطہ پڑ جاتا ہے یا دھوکہ کھا جاتی ہے۔ نتیجہ میں عورت کی بے عزتی اور گوہر انسانیت کی بے آبروئی ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیا جائے کہ اس صورت میں عورت پر کوئی گناہ نہیں کہ اس پر جبر اور زبردستی سے ظلم کیا گیا ہے، ممکن ہے انسان نے اس کو دیکھا بھی نہ ہو لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ ضمیر کی مجرم ہو جائے گی اور اگر حمل قرار پا گیا تو انسانیت کی باقی آب وتاب بھی ختم ہو جائے گی۔ اوّل تو وہ کبھی گوارا نہیں کرے گی کہ وہ اس حرامی بچہ کو باقاعدہ جنم دے۔ اگر مجبوراً وہ بچہ اس دُنیا میں تولد بھی ہو گیا تو ساری عمر ماں کے ضمیر کے لئے ایک نشتر ثابت ہوگا۔ وہ ہمیشہ یاد دلائے گا کہ اس کے باپ نے اس پر جبراً اور زبردستی سے ظلم کیا تھا۔ اور اگر معاشرہ کو اس حرامی بچہ کا علم ہو گیا تو یقیناً ماں اور بچہ دونوں معاشرہ کی نگاہ میں مظلوم ہونے کے باوجود ہمیشہ باعث ذلت اور بدنام رہیں گے۔ اس لئے عورت (چاہے بیٹی، بہن، بیوی اور ماں ہوں) کو کبھی بھی بالکل تنہا نہ رہنا چاہئے اور نہ ہی تنہا اپنی ذات پر اعتماد کر لینا چاہئے۔ تاکہ مقام تقدس سے گرا نہ جائے۔ عورت کی حفاظت کے لئے یہی ایک مقام بڑا مشکل ہے جس سے معاشرہ میں زبردست خرابی اور برائی پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ عورت کو ناجائز حمل ہو جاتا ہے۔ چاہے اس کی مرضی سے ہو یا مرضی کے بغیر ہو جائے۔ عورت اپنی مرضی یا مرضی کے خلاف ناجائز حمل کو چاہے برداشت بھی کر لے کیونکہ اس کے بطن میں رہ کر نو دس ماہ اس کا خون پیتا ہے اور ایک زبردست دُکھ سے تولد ہوتا ہے۔ قدرت نے اس میں ماں کی مامتا بھی رکھ دی ہے، لیکن معاشرہ کبھی بھی اس عورت اور بچہ کو قبول نہیں کرے گا۔ اوّل عورت کو ملزم گردانے گا۔ اگر ملزم نہ بھی گردانے پھر بھی اس کو داغ دار ضرور کہے گا۔ اس امر سے ثابت ہوا کہ عورت کو معاشرہ میں جو بات سب سے زیادہ ذلت کی صورت پیدا کر دیتی ہے وہ بغیر نکاح کے کسی مرد سے تعلق یا بغیر عقد کے کسی بچہ کی ماں بننا، چاہے اس میں اس کی مرضی کا دخل بالکل نہ ہو بلکہ اس امر پر جبر اور زبردستی ظلم کیا گیا ہو۔ لیکن زمانہ اس کو کبھی معاف نہیں کرتا اور معاف بھی نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ مظلوم اور مجبور عورتوں کو معاف کر لیا گیا تو وہ عورتیں جو مظلوم و مجبور نہیں ہوتیں اور انہوں نے اپنے شوق اور لذت کی خاطر ناجائز بُرا فعل کیا ہے وہ معاشرے کے لئے ایک زبردست مرض اور خرابی بلکہ طوفان پیدا کر دیں گی، جس کا روکنا معاشرہ کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ورنہ معاشرہ متعفن ہو جائے گا۔

اگر بعض عورتیں حقیقت اور نیکی کو نظر انداز کرتے ہوئے ایسی آزادی طلب کریں جس میں ایسی داغ دار عورتیں اور بچوں کو معاشرہ میں دیگر شریف زادیوں کے برابر درجہ دیا جائے تو فیصلہ شریف زادیوں سے لیا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے عمل اور جذبات میں ان کو جہاں تک قبول کرتی ہیں ہزاروں سال سے اس وقت تک کی تاریخ گواہ ہے کہ شریف زادیوں نے ایسی داغدار عورتوں کو کبھی نہیں اپنایا۔ البتہ اسلام اپنی اخلاقی فضیلت سے ان کو پھر معاشرہ میں شامل کر دیتا ہے۔ اسلام تو صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ آئندہ کے لئے توبۃ النصوح کر کے اپنی زندگی کو اسلامی قدروں میں ڈھال لیا جائے۔ خداوند کریم غفور الرحیم ہیں اور بخش دیتے ہیں اور اخلاقی فضیلت کا تقاضا ہے کہ بلند اخلاق یقیناً انسانی زندگی کا مقام بلند کر دیتے ہیں۔ اس امر سے ثابت ہوا کہ عورت کو ہمیشہ اس داغ سے دور رکھا جائے۔ بچانا نہ صرف اہم اور ضروری ہے بلکہ معاشرہ کے لئے بھی بے حد مفید

ہے۔ اس شے کا نام عورت کی عصمت اور عفت ہے اور یہی عورت کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ جس کی وجہ سے مرد سے کم ہو کر رہ گئی ہے یا جہاں پر اس کو مرد کی مدد اور معاونت کی ضرورت ہے۔ اس لئے جب وہ لڑکی ہوتی ہے بچپن سے شادی تک اس کے ماں باپ اور بہن بھائی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ شادی کے بعد اس کی عصمت اور عفت کا نگران اس کا خاوند ٹھہرایا جاتا ہے۔ خاوند کے بعد یہ خدمت اس کے جوان فرزندوں کے ذمہ خیال کی جاتی ہے۔ عورت کی اس کمزوری کا مقابلہ کرنے کے لئے ہی اس کے لئے چار دیواری اٹھائی گئی۔ محل اور قلعے تعمیر کئے گئے اور پھر اس کو شرم کی چادر اور عزت کے برقعے میں لپیٹا گیا۔ اس کے لئے ایک ہی فیصلہ کر دیا کہ عورت کا حلقہ (سرکل) مردوں سے جدا ہے، کیونکہ جب بھی عورت کو مردوں کا قرب حاصل ہوا اس وقت یہ خرابیاں پیدا ہو گئیں اور سادہ معاشرہ میں فساد برپا ہو گیا۔ بالآخر اس کی زیادتی سے قومیں تباہ ہو گئیں۔ اس حقیقت کے برعکس آج کل جو دیکھا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ عورت چار دیواری پھاند کر بازار میں اور اپنا حلقہ چھوڑ کر مردوں میں خلط ملط ہو رہی ہے۔ بلکہ پردے کے بند توڑ کر دعوت حسن دے رہی ہے۔ طرّہ یہ کہ بے پردگی اور آرائش محفل پر راضی نہیں۔ وہ آرٹ کا عریاں مجسمہ اور شمع محفل بننا چاہتی ہے اور آئندہ خبر نہیں کہ وہ کہاں جا کر رکے۔ یہ سب کچھ امریکہ یورپ اور روس کی اندھی تقلید اور گندی ہواؤں کا اثر ہے۔ اندھی تقلید اس لئے کہ امریکہ و یورپ اپنی اس تہذیب و تمدن سے معاشرتی طور پر تباہ ہو گئے ہیں۔ آج وہاں پر ہر عورت جنسی طور پر بدنام اور برباد ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگا لیں کہ بارہ تیرہ سال عمر کی کوئی لڑکی کنواری نہیں رہی اور حرامی بچوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ہے اور یہ حرامی بچے اپنے ماں باپ سے دس گنا زیادہ حرام کاری میں جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ جدوجہد صرف اس لئے ہے کہ معاشرہ میں کوئی حلالی بچہ نہ رہے اور ان کی الجھن (Complex) ختم ہو جائے۔ بہر حال عورت کے سامنے دو پہلو ہیں کہ یا تو وہ بازار آرائش اور محفل کی زیبائش بنے یا اپنے حرم میں اکرام سے بیٹھ کر اپنی صحیح قسم کی اولاد کی پرورش کرے۔

ایک زبردست غلط فہمی جو اکثر مردوں کی جگہ ان کے غیر شعوری پروپیگنڈے سے عورتوں میں بھی پیدا ہو گئی ہے کہ مردوں کی نسبت شہوانی جذبہ عورتوں میں زیادہ ہے۔ حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے اور عورتوں پر زبردست الزام ہے۔ بلکہ نااہل اور کمزور لوگوں کا عورتوں کو مرعوب کرنے بلکہ ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ سلسلہ صرف یہیں ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ اسی خیال کی بنیاد پر بدکردار لوگوں نے کوک شاستر لکھ مارے ہیں جن میں ایک کشمیری راجہ کے دربار میں ایک عریاں عورت کا بے دھڑک آ جانا۔ راجہ کے استفسار پر ظاہر کرنا کہ مجھے کوئی مرد نظر نہیں آتا پھر کوکا پنڈت کی قابلیت سے اس کے مزاج کو اعتدال پر لانا۔ اس کے بعد پنڈٹ کوکا صاحب کے کمالات کی تفصیل یعنی چونسٹھ آسن کا تذکرہ جس سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان آسنوں پر عمل کر کے ہی ایک مرد عورت کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔ ﴿ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ﴾

اور اسی طرح عورت کے ساتھ چلتر نامی کتب بھی اکثر دیکھی سنی ہیں، جن میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اپنی شہوت سے اس قدر بے قرار ہے کہ وہ برائی کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کو قابو رکھنا مشکل ہے۔ جس قدر بھی سخت اس پر بندش کی جاتی ہے کم ہے کیسے اس پر پہرے بٹھائے جائیں۔ جتنی اونچی چار دیواری اور ڈیوڑھیوں کے اندر بند رکھا جائے تو وہ نکل کر برائی کرے گی اور ضرور کرے گی۔ عورت کے سات چلتر سات مشکل عملی صورتوں کا ذکر ہے جن کو پھاند توڑ کر وہ اپنے جذبہ شہوت کا باعث ہوتی ہے۔ جن میں سے کسی ایک کو تفصیل سے بیان کرنا اخلاقی قدروں کے انتہائی خلاف ہے۔ ان کے علاوہ بعض قصے کہانیوں میں بھی اس قسم کے اشارے اور کنائے پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر الف لیلہ، طلسم ہوشربا جیسی عام پڑھی جانی والی کتب میں عورت کے اس جذبہ کو کھول کر لکھا گیا ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ رنڈی اور چکلے کا جواز بھی صرف عورت کے اس جذبہ پر ختم کر دیا ہے کہ عورت میں شہوانی جذبہ مردوں سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

عورت ایک مقدس ہستی ہے

ایک حقیقت میں یہ سب کچھ غلط اور عورت جیسی مقدس ہستی پر ایک الزام ہی نہیں بلکہ ظلم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض عورتیں بے حد آزاد اور بے باک ہوں گی بلکہ ہیں۔ لیکن اس کی اوّل ذمہ داری مردوں پر ہے اور اس کے علاوہ ان کے اعمال کے تحت جو حقائق کام کر رہے ہیں وہ شہوانی جذبہ اور برائی کرنا مقصود نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ جیسے آج کل پیٹ کی بھوک، فیشن پرستی، مرد اور عورت کا بے تکلف اختلاط وغیرہ۔ مگر یہ تسلیم کرنا کہ عورت میں شہوانی جذبہ مردوں سے بہت زیادہ ہے ان پر نہ صرف ظلم ہے بلکہ عقل و حکمت کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت کے اعضاء اس طریق سے بنائے گئے ہیں کہ ان کو شہوت ہوتی ہے اور نہ ہی ان میں شہوانی جذبہ رکھا گیا ہے اور نہ ہی ان کو اس امر کی ضرورت پیدا ہوتی ہے کہ ان کے جسم میں شہوت پیدا ہو۔ یہ جذبہ اور قوت مرد میں رکھی گئی ہے تاکہ وہ اپنا نطفہ عورت کے رحم تک پہنچا سکے۔ عورت کے اعضاء اس مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں کہ وہ مرد کا نطفہ یا کرم منی اپنے اندر اس وقت تک جذب رکھیں تاوقتیکہ ان کے جسم کا کوئی بیضہ انثی اس کے قریب پہنچ کر وصال کی صورت حاصل کرے اور استقرار حمل ہو جائے۔ اور پھر حیض سے اس کی پرورش شروع ہو جائے۔ اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ بالغ ہو جانے کے بعد عورت کو ہر ماہ میں تقریباً ایک ہفتہ خون آتا ہے اور ساتھ ہی بیضے بھی بنتے اور خارج ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا شہوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ آج سائنس کے تجربات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جب کسی جوان عورت کے جسم میں انسانی منی کو پچکاری سے بھی داخل کر دیا جائے تو حمل قرار پاتا ہے اور بچہ صحیح و سالم اپنے پورے دنوں میں ٹھیک اور تندرست پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سارے زمانے میں عورت کو نہ شہوت پیدا ہوتی ہے اور نہ فرحت محسوس ہوتی ہے عورت جب جوان ہو جاتی ہے اور حیض کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ اب وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل ہو گئی ہے بس نطفہ اس کے رحم میں پہنچنے کی دیر ہے اگر وہ تندرست ہے تو فوراً حمل قرار پا جائے گا۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کو لذت کیوں آتی ہے اور اس کے اندر سے رطوبات کیوں خارج ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عورت کے جسم میں لذت نہ رکھی جاتی تو وہ کبھی مرد کے قریب نہ آتی اور اس طرح بقائے نسل کا سلسلہ بند ہو جاتا اور جو رطوبت خارج ہوتی ہے کوئی شک نہیں کہ وہ منی کی قسم ہے (مرد کی منی سے جدا قسم کی ہوتی ہے جس کا قوام رقیق ہوتا ہے) اور اس میں عورت کے بیضے بھی ہوتے ہیں۔ یہ بے شک اس تحریک کا ردِ عمل ہے جو عورت کے جسم میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کا استقرار حمل سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ثبوت میں ہم اس حمل کو پیش کر سکتے ہیں جو جبراً یا زبردستی کرنے کے بعد استقرار پا جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ استقرار حمل کے لئے عورت کے لئے لذت کا ہونا اور رطوبت کا خارج ہونا ضروری نہیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ عورت کو ہر بار لذت بھی پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہر بار رطوبت خارج ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو عورت بیمار، کمزور اور بوڑھی ہو جائے۔ اس سے ماہواری میں خرابی اور سیلان الرحم کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ مرد عورت کو بار بار اکساتا ہے اور وہ مرد کے قریب آ کر اس کی خاطر اپنی صحت خراب کرتی ہے۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ عورتوں کے ذہن میں جب بھی کبھی مرد کی قربت کا خیال پیدا ہوتا ہے تو اس میں اولاد کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور یہ غلط ہے کہ وہ شہوت کے ماتحت مرد کی خواہش کرتی ہے کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ جب عورت کو حمل قرار پا جاتا ہے تو اس کے ذہن میں کبھی بھی مرد کی قرابت کا خیال پیدا نہیں ہوتا بلکہ مرد جب اس کو اکساتا ہے، اس کو نفرت اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔ بالکل جیسے ہم روزانہ زندگی میں گائے، بھیڑ بکری کو دیکھتے ہیں، بلکہ کتوں اور بلیوں میں بھی یہی دستور کارفرما ہے۔ جب بھی کبھی ان میں سے کسی کو حمل قرار پا جاتا ہے پھر وہ اپنے مذکر کو اپنے پاس نہیں آنے دیتی ہیں۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ عورت بھی اولاد کے تصور کے ساتھ مرد کے قریب جاتی ہے۔ ورنہ شہوانی جذبہ اس کو مجبور نہیں کرتا۔ البتہ

مرد کا اکسانا ایک دیگر امر ہے جو اس کے اندر وقتی طور پر ایک ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔

چکلوں میں جو رنڈیاں بیٹھتی ہیں وہ بھی حقیقت میں اس امر کا ثبوت ہیں کہ عورتوں میں شہوانی جذبہ کم ہے اور مردوں میں بہت زیادہ ہے جو اپنے جذبے کی تسکین کے لئے عورتوں کے پاس جاتے ہیں اور دولت خرچ کر کے اپنے جذبہ کی تسکین کرتے ہیں۔ اگر عورت میں شہوانی جذبہ مردوں سے زائد ہوتا تو عورتوں کی بجائے مرد چکلوں میں بیٹھے ہوتے اور عورتیں مردوں کے پیچھے پھرتیں اور دولت خرچ کرتیں۔ اس امر کا فیصلہ اسلام نے بہت اچھے طریقے پر کر دیا ہے کہ ایک اچھے صحت مند مرد میں ایک عورت نسبت چار گنا جنسی طاقت ہے کیونکہ ایک مرد چار بیویاں رکھ سکتا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ مرد نہ صرف چار بیویاں بلکہ لاتعداد باندیاں بھی رکھتے ہیں جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ مرد میں عورت سے بہت زیادہ جذبہ شہوت ہے۔ اس تمام بحث سے تین نتائج سامنے آتے ہیں۔

اوّل: عورت کی تخلیق کا سب سے بڑا مقصد بچہ کی پیدائش، پرورش اور تربیت ہے۔

دوم: مرد متعدد عورتوں کا نان ونفقہ اور ضروریات وحفاظت کے ساتھ ان کی تخم پاشی بھی کر سکتا ہے۔

سوم: عورت جب کبھی بھی کسی مرد کے قریب جاتی ہے شہوانی جذبہ کے تحت نہیں بلکہ اولاد یا ضروریات زندگی یا اپنا تحفظ مدنظر ہوتا ہے۔ جو عورتیں چکلوں کی زیبائش یا آرائش محفل یا بے پردہ اور عریاں بے تکلف بغیر کسی شرم وحیا کے ماری ماری پھرتی ہیں:

① مردوں کی کمزوری۔

② مردوں کے اکسانے اور مردوں کے تجارتی لالچ کا نتیجہ ہے۔

اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو عورت بے حد مظلوم ہے اور اس کو آزادی کے نام سے اس قدر برانگیختہ کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اصل مقصد تخلیق سے بہت دور ہٹ گئی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ وہ اس امر کو سنجیدگی سے سمجھنے کو تیار نہیں ہے۔ عورت کا مقصد تخلیق واضح ہو جانے کے بعد یہ اس کی مرضی ہے کہ ایسے مرد سے شادی کر لے جس کی پہلے کوئی بیوی نہ ہو یا ایسے مرد سے شادی کرے جس کی پہلے کچھ بیویاں ہوں۔ لیکن اس بات کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اس کا مقصد تخلیق کیا ہے۔ اگر عورت ایمانداری سے اپنی تخلیق کے مقصد کو ادا کرے تو شادی سے بڑھاپے تک وہ صرف اولاد کی پیدائش، پرورش اور تربیت وتعلیم سے فارغ نہیں ہو سکتی۔ بعض دفعہ تو یہ کام اس کے لئے اس قدر زیادہ ہو جاتا ہے کہ وہ تنہا اس کو انجام تک نہیں پہنچا سکتی۔ یعنی چھوٹے چھوٹے تین چار بچوں کو سنبھالنا، گھر والے کی الگ دلجوئی، شیر خوار کی الگ نگرانی اور جو پیٹ میں ہے اس کا الگ رکھ رکھاؤ۔ بھلا پھر اس کو کیسے فرصت مل سکتی ہے کہ گھر سے فارغ ہو کر کہیں ملازمت یا قومی یا ملکی خدمت انجام دے۔ تو یہ عمر کچھ ایسی ہوتی ہے کہ اس عمر میں بیٹے، بیٹیوں اور دامادوں، بہوؤں بلکہ پوتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں سے گھر کا انتظام اس بڑی بی کے سپرد ہوتا ہے۔ پھر بھلا کیسے گھر کے دھندے چھوڑ کر دوسروں کے نپٹاتی پھرے۔ البتہ بعض عورتوں کی اولاد بدقسمتی سے نہیں ہوتی یا جو عورتیں شادی کے جھمیلوں میں جلد نہ پڑیں وہ بے شک ملازمت اور قومی ملکی خدمت انجام دے سکتی ہیں۔

سوکن

سوکن کا تصور بڑی تکلیف دہ چیز ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ایمان داری سے دیکھا جائے تو سوکن باعث رحمت ہے۔ مگر اس کو نفسانی خواہشات، ہندو ماحول اور فرنگی پراپیگنڈے نے تکلیف دہ بنا دیا ہے۔

اسلام رحمت کے دامن اور کامرانی وکامیابی کا داعی ہے۔ وہ جب ایک مرد کو چار بیویوں سے عقد اور لاتعداد باندیوں سے ازدواجی

تعلقات کی اجازت دیتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی اس تعلیم میں بجائے امن و رحمت کے بدامنی اور زحمت بن جائے۔ کامیابی و کامرانی کے برعکس پریشانی پیدا ہو۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ ہر عورت کے لئے چند حدود مقرر ہیں۔ جیسے میاں بیوی کے جدا جدا حدود ہیں اور جس طرح میاں بیوی اپنے اپنے فرائض اور حقوق کے ذمہ دار ہیں۔ بالکل اسی طرح ہر عورت اپنے حق اور فرض کی ذمہ دار ہے۔ پھر کسی عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اپنے خاوند کی دوسری بیویوں سے نفرت اور غصہ کا اظہار کرے یا ان کی دشمن بن جائے اور جلتی رہے۔ یہ صرف نفسانی خواہش کی زیادتی اور بداخلاقی کا اثر ہے۔ ورنہ اگر گھر میں جب دو تین یا چار بیویاں ہوں تو اس سے اوّل گھر میں رونق ہوتی ہے یا دو چار مختلف معلومات اور قابلیت کی عورتیں آپس میں تبادلہ خیال کرتی ہیں۔ اپنے اپنے خیالات اور قابلیت سے گھر کا نقشہ بدل دیتی ہیں۔ جس کو کھانا پکانے کی دسترس ہو وہ باورچی خانہ کی انچارج بن جائے، جس کو سینے پرونے کی مہارت ہو وہ اس کام کو سنبھالے۔ اسی طرح کوئی گھر کی صفائی اپنے ذمے لے۔ کوئی بچوں کی نگہداشت کرے اور پھر ان میں جو حاملہ ہیں یا شیر خوار بچوں کی مائیں ہیں ان کو گھر میں بہت آرام کی ضرورت ہے، جو بغیر سوکن کے میسر نہیں آسکتا۔

کہنے کو کہا جاسکتا ہے کہ ساس اور نند بھی گھر کے معاملات میں مدد دے سکتی ہیں۔ لیکن نفس پرست اور بدکردار عورتوں نے اپنی ساس اور نند سے کب سلوک رکھا ہے۔ حقیقت دیکھو تو ایسی بدطینت عورت کو اپنے سوا کوئی اچھا نہیں لگتا، یہاں تک کہ خاوند بھی اچھا نہیں لگتا۔ اس کو بھی اپنی ضرورت اور اپنے گھر کے کام کاج کے لئے رکھ لیا جاتا ہے۔ لیکن اس کی عزت نوکر کے برابر بھی نہیں ہوتی۔ صبح شام اس سے لڑنا کوسنا اور اس کو دھمکیاں دینا عذاب بن جاتا ہے۔ مرد کو نہ کھانے کے وقت سکون ہوتا ہے نہ سوتے وقت آرام نصیب ہوتا ہے۔ ایک شریف مرد شاید اپنی عزت کی خاطر برداشت کرلے لیکن بعض بگڑ بیٹھتے ہیں۔ جھگڑا ہو جاتا ہے۔ مار پٹائی ہوتی ہے۔ بگاڑ اور روٹھنے کی نوبت آجاتی ہے۔ گاہے خاوند راضی ہو جاتا ہے، مگر عورت اپنی فطرت سے باز نہیں آتی۔ پھر اسی بدکرداری اور نفسانی خواہشات کے مظاہرے جن کی نوبت اکثر طلاق پر ہی ختم ہوتی ہے۔

حقیقت میں سوکن کوئی شے نہیں ہے۔ بلکہ اپنے اندر کا نفس ہی سوکن ہے۔ دو چار شریف زادیاں اپنے آپ کو کیوں دکھ پہنچائیں گی۔ ان میں سے ہر ایک زندگی کی مسرت کو جانتی ہو۔ اخلاقی قدروں سے واقف ہو اور خوفِ خدا اسے اپنی حدود سے باہر نہ نکلنے دے تو پھر جب ان کا نفس انہیں دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ ہی ان کو سوکن (سوکان والی) ڈائن معلوم ہوگی۔ جب ہر مرد کو خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی زندگی، ایمان اور کردار کا جواب دینا ہے تو اس کو کیا پڑی ہے کہ دوسری عورت کے دھندوں میں ناجائز اپنے آپ کو پھنسائے اور فساد اور بداخلاقی اور گناہ کا مرتکب ہو۔ ہاں! بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ شریف زادیوں میں کمین زادی بھی آجاتی ہے، اس صورت میں اوّل تو خاندان ہی اس کا بندوبست کر دیتا ہے یا اس کو نکال باہر کرتا ہے۔ نہیں تو شریف زادیاں اس سے واسطہ نہیں رکھتیں اور وہ جھک مار کر خود ہی ان کی شرافت کو سمجھ پا جاتی ہیں۔

اگر دونوں صورتیں پیدا نہ ہوں تو شریف زادیوں کا فرض ہے کہ ایسی کمین زادی اور بے انصاف عورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے خلع کرالیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق پہلے سے بہتر فرما دیں گے۔

﴿ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ فساد سے علیحدگی بہتر ہے۔ سوکن سے اس قدر نباہ ناممکن ہے کہ جس قدر اپنے مضبوط ایمان، استقامت عمل اور تزکیہ نفس میں جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس زندگی کا مقصد دائمی امن اور روحانی ترقی حاصل کرنا ہے۔ تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی احسن تخلیق کا نمونہ بن جائے اور یہ نہ ہو دائمی فساد اور نفسانی گندگی سے ضلالت کے گھڑے میں جا گرے۔ سچ تو یہ ہے کہ عورت کی صحیح زندگی کا معیار اور پیمانہ اس کی سوکن ہے۔ اگر وہ ایمان داری کے ساتھ اپنی سوکن کو اچھا بلکہ اپنے جیسا خیال کرے اس کے ساتھ انسانیت کا سلوک کرتی ہے تو خود بھی انسانیت

کی بڑی دعوے دار اور صحیح العقیدہ مسلمہ ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے جس کو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں الصالحة کہا ہے، کا دعویٰ نہیں کر سکتی تو پھر ٹھیک ہے جو اس کا دل چاہے سوکن کے ساتھ سلوک کرے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

سوکن کے معاملہ میں خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک عورت کے دِل و دماغ میں خدا کا خوف نہیں ہوتا۔ وہ خدا کو خالق، مالک، سمیع بصیر، رازق اور قادر نہیں جانتی۔ اس کے ذہن میں یہ تصور نہیں ہوتا ہے کہ قسمت اور مقدر اللہ کی طرف سے ہے۔ زندگی بھی اسی نے دی اور موت بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ بلکہ مر کر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں جانا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ جب ایک عورت کا تصور ایمان اس قدر صحت مند ہو جائے تو لامحالہ وہ از خود الصالحة بن جائے گی۔ اس کا ہر عمل نیکی ہوگا۔ وہ دوسری عورت کو بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اپنے جیسا خیال کرے گی۔ بلکہ اس کے انسان اور مسلمہ ہونے کی وجہ سے جو حقوق محسوس کرے گی۔ ان کو ادا کرے گی۔ میرا یہ چیلنج ہے کہ دُنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں اور کسی قوم کا نفسیاتی مطالعہ کریں تو یقیناً یہ امر نمایاں طور پر سامنے آتا ہے کہ عورت جب کسی دوسری عورت سے سوکن کی حیثیت سے نفرت کرتی ہے تو خود اس کی نفسیاتی خواہشات میں تشدد اور طوفان ہوتا ہے۔ اس کو دولت کا لالچ ہو یا حکومت کا جذبہ یا مرد کی خواہش۔ بہر حال کوئی نہ کوئی نفسانی خواہش اندر ضرور کام کر رہی ہوگی۔ ورنہ اگر کوئی عورت نیک کرداری کا نمونہ اور مجسمہ الصالحة ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ دُنیا میں اس کو کسی قسم کا یا کسی سے ذرا بھی دُکھ پہنچ جائے۔ کیونکہ ہر گھڑی اپنے قادر و قوی اور قیوم کی طرف یقین ہوگا کہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور نہ اس کی قسمت کے رزق اور مقدر کی دولت میں سے ایک رتی یا پائی ہتھیا سکتا ہے۔ سوکن تو رہی ایک طرف، دُنیا کی کوئی طاقت اسے ڈرا یا خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ اگر خاوند بداخلاق اور بدکردار ہے تو اس سے علیحدگی میں امن محسوس کرے گی۔

اکثر کہا کرتے ہیں کہ سوکن کبھی سہیلی اور بہن نہیں بن سکتی۔ مگر اکثر دیکھا گیا ہے کہ اکثر سہیلیاں سوکن بن گئی ہیں۔ سہیلیاں تو غیر ہوتی ہیں، بارہا دیکھا گیا ہے کہ سگی بہنیں سوکن بن گئیں۔ سکھوں میں تو عام رواج ہے اور ان میں جائز بھی ہے لیکن مسلمانوں میں دیکھا گیا ہے کہ ایک بہن کو طلاق دلوا کر اس کی جگہ خود مالک بن بیٹھیں۔ بہن کے خاوند سے ناجائز تعلقات کے واقعات بھی کچھ کم دیکھنے میں نہیں آتے۔ سب سے زیادہ سوکناپے کا جلاپا اس وقت دیکھا جاتا ہے جب بہن مر جاتی ہے اور اس کے کچھ بچے ہوتے ہیں۔ باپ اور دیگر رشتہ داروں خاص طور پر بچوں کے نانا اور نانی کا بھی خیال ہوتا ہے کہ بچوں کی خالہ ماں کی بہترین بدل ہوگی۔ لیکن خالہ جان جب والدہ صاحبہ بن کر گھر تشریف لاتی ہیں تو ان کا سوکناپا جاگ اٹھتا ہے۔ اپنی مرحومہ بہن کو دس دس گندی گالیاں دیتی ہے کہ ڈائن آپ تو مر گئی مگر اپنے دانت چھوڑ گئی (ڈائن کے دانتوں کے متعلق ہے کہ وہ جہاں جائیں فوراً خود بخود ڈائن بن جاتے ہیں)۔ بچوں پر ناقابل برداشت ظلم صرف اسی لئے کیا جاتا ہے کہ وہ سوکن کے بچے ہیں۔ خاوند ان کے ساتھ ذرا بھی شفقت سے بات کرے تو اس سے بے حد ناراضگی اور سختی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے، سوکن کے کارنامے نہیں ہیں، صرف نفسانی خواہش کی بے اعتدالی، بداخلاقی اور زندگی کے حقائق سے ناواقفیت۔ صرف حیوانی جذبہ کی غلامی، ہر وقت ذاتی اغراض کا خیال، شرافت اور انسانیت کوسوں دور، رحم اور ہمدردی کا نام و نشان تک کوسوں نظر نہیں آتا۔ ایسی عورتوں کے لئے سوکن اور بہن سب برابر ہیں۔ جب لڑتی ہیں تو برسوں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کی روادار نہیں ہوتیں۔ اس امر سے ثابت ہوا کہ سوکن بری شے نہیں بلکہ وہ عورت جو سوکن کے نام سے جلتی ہے خود اس کے اخلاق اور کردار برے ہیں اور وہ نفسانی خواہشات کی بندی ہے۔

قرونِ اولیٰ میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو دو چار چار بیویاں اور باندیاں الگ تھیں۔ کہیں سوکناپا اور جلن نظر نہیں آتا۔ آپس میں محبت تھی، حسن سلوک تھا، ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیئے جاتے۔ ایک دوسرے کی خدمت کی جاتی تھی۔ بچے پالے جاتے تھے۔ کوئی جھگڑا نہیں، کوئی فساد نہیں۔ ہر عورت اپنے ایمان اور عمل کی ذمہ دار تھی۔ ہر ایک کو قیامت کے روز اپنے اچھے کردار کے پیش کرنے کا

خیال تھا۔ ہر عورت کو اپنے خاوند سے واسطہ تھا اور اسی سے نباہ تھا۔ جب خاوند حسب منشا ہو تو وہاں ایک سوکن کیا، تین عدد سوکنیں بھی ہو جائیں کیا فرق پڑتا ہے۔ مگر اس کے برعکس سوکن کا کردار یہ نظر آتا ہے کہ گویا سوکن کیا ہو سوتن ہو گئے اور ہر تن کے سوکان ہیں۔ دس جگہ لگاتی بجھاتی ہے تو بیس جگہ شکوہ اور غیبت ہے۔ کہیں جھگڑا فساد ہے تو کہیں گالی گلوچ اور اکثر جگہ نوبت مار کٹائی کے بغیر معاملہ ختم ہونے پر نہیں آتا۔ گویا زندگی اسی دُنیا میں جہنم اور مسلسل عذاب ہے۔ پھر اس تگ و دو اور دھینگا مشتی سے کہیں سوکن کا تصور ختم تھوڑا ہو جاتا ہے، بلکہ اس کا وہم اور جنون ترقی پذیر ہے۔ مرد پر ہر وقت شک کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ ہر عورت کو شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ غیر تو کیا اپنوں سے ملنے پر پابندی عاید کر دی جاتی ہے۔ جہاں مرد پر ذرا شک گزرا فوراً اس عورت کو سوکن کہہ دیا۔ بغیر سوچے سمجھے گھر میں جھگڑا فساد کھڑا کر دیا۔ منت منت بعد روٹھنا اور بگڑنا نتیجہ مار کٹائی اور طلاق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ سوکن کا تصور سختی اور نفرت سے ختم نہیں ہو سکتا، بلکہ نیکی اور خوش کرداری سے یہ معاملہ خوش اسلوبی کے ساتھ حل ہو سکتا ہے اور سوکن زندگی میں جہنم اور عذاب کی بجائے رحمت اور سکھ بن سکتی ہے۔ لیکن اس امر کے لئے تعلیم اور خصوصاً تعلیم اسلام کی ضرورت ہے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف اور روز جزا کا خدشہ بھی لگا رہے تو عورت کا صحیح کردار بن سکتا ہے۔ ورنہ اس کو اپنی زندگی میں دیگر عورتوں سے دوچار ہونے کے مواقع ہر وقت اور ہر گھڑی پڑے رہیں گے۔ سوکن نہ سہی ماں، بہن ساس نند اور ہمسائیاں سہیلیاں وغیرہ اگر وہ بد اخلاق اور بد کردار ہے تو ہر کسی سے بگڑ جائے گی اور اگر صالح اور خوش اخلاق ہے تو سوکن سے بھی نباہ کر جائے گی۔ گویا عورت کی صحیح زندگی کا معیار اس کی سوکن ہے۔ سوکن سے بھاگنا انسانیت نہیں بلکہ سوکن سے نباہ کرنا کمال انسانیت اور شرافت ہے۔ دُنیا بھی اسی عورت کی تعریف کرتی ہے جو سوکن سے نباہ کرنا جانتی ہے اور جو عورت سوکن پر ظلم کرتی ہے، کبھی کسی مرد بلکہ کبھی کسی عورت نے اس کی تعریف نہیں کی بلکہ ہمیشہ ظالم کہا ہے۔

سوتیلا پن

ہمارے معاشرے میں دوسرا گھناؤنا کردار سوتیلی ماں کا ہے۔ بالکل سوکن کی طرح دشمنی، جلن اور نفرت کا اظہار کرتی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ سوکن صرف اپنی سوکن کے بچوں سے یہی سلوک کرتی ہے اگر بنظر غور دیکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ سوکناپے ہی کے نتیجے میں سے یہ سوتیلی ماں کا کردار پیدا ہوتا ہے۔ یہ کردار بھی اتنا پختہ اور واضح ہو چکا ہے کہ اس کے لئے بھی کسی تربیت کی ضرورت نہیں، سوکن کا منہ دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، مگر سوتیلے بچوں کو دیکھتے ہی سوتیلی ماں کا کردار خود بخود اُبھرتا ہے۔ دشمنی کے عجیب و غریب طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ بچے سے نفرت اور اس کو ذلیل کرنا اوّلین بات ہے۔ کھلانے پلانے اور پہنانے میں دکھ اس کے آرام پر کڑی نگرانی، تعلیم پر بندش، نوکروں سے بڑھ کر ظلم و محنت، صبح و شام تک کام، اگر تھکن اور بیماری کی وجہ سے انکار ہو جائے تو مار، والد کو شکایت، ہمسایوں سے کہنا، آخر سوتیلا جو ہوا۔ لیکن اپنی دشمنی اور سخت نفرت کا ذرا بھی ذکر نہ کرنا۔ ہمیشہ یہی کہنا کہ مشٹنڈے کو جب بیٹھے بٹھائے روٹی ملے اور سلے سلائے کپڑے تو کام اس کا ٹھینگا کرتا ہے۔ حرام کی لگ گئی ہے۔ بدن میں چربی پیدا ہو گئی ہے۔ سؤر کی طرح پھول رہا ہے۔ چاہے وہ کتنا دُبلا پتلا ہو۔ ذرا وہ بات کرے تو فوراً کتے کا پلا (اگرچہ اس کے کتے باپ سے شادی کر کے خود کتیا بن چکی ہو)۔ ذرا سا بھی اس سے قصور ہو جائے تو الو کا پٹھا، گدھا کہیں کا، صبح ابھی اندھیرا ہوتا ہے اسے اٹھا دیا جاتا ہے اور اگر گرمی ہو یا سردی رات کو جب سو جاتے ہیں تو اس بے چارے کو سونا نصیب ہوتا ہے۔

ایسی عورتوں کے خاوند بھی ماشاءاللہ جنسی اندھے ہو جاتے ہیں۔ ان کو بھی اپنی بیوی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ کوئی اس کی بیوی کے عیب یا برائیاں کرے تو اس کو برا لگتا ہے۔ عام طور پر ایسی بیوی دوسری ہو یا تیسری، آنکھوں پر ایسی پٹی بندھی رہتی ہے کہ عورت ان کے سامنے برائیاں اور

خرابیاں کرتی رہے مگر وہ بری نہیں لگتی۔ اس کی اولاد کے ساتھ جس قدر چاہے ظلم کرے، ان کو اپنی عورت کا اپنی اولاد پر رحم معلوم ہوتا ہے۔ آخر ایک دن نوبت یہاں پہنچ جاتی ہے کہ بیوی اس کے ذریعے اس کے بچوں کو باہر نکال دیتی ہے۔ یا اتنا ظلم کرتی ہے کہ وہ خود بخود بھاگ جاتے ہیں۔ پھر وہ ذات شریف ان کو بدنام کرتی پھرتی ہے۔

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جو عورتیں اپنے سوتیلے بچوں سے سوتیلا پن کرتی ہیں وہ عورتیں اپنے خاوندوں سے اچھا سلوک نہیں کر سکتیں اور خاوند کے رشتہ داروں کے ساتھ بھی ان کا سلوک سوتیلے بچوں جیسا ہی ہوتا ہے۔ ان کی فطرت پہلے ہی سے خراب ہوتی ہے اور پھر مسخ ہو جاتی ہے۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ بات بات پر خاوند کو بوڑھا کہے، چاہے وہ جوان اور خود کو بچی، چاہے ادھیڑ ہی کیوں نہ ہو۔ اور سر کے بالوں میں سفیدی آچکی ہو۔ ہمیشہ یہی کہے گی کہ میرے ماں باپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ تیرے جیسے نالائق کھوسٹ کے پلے باندھ دیا ہے۔ ورنہ میرے لئے تو بڑے بڑے رشتے آ رہے تھے۔ اس عورت کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کا سارا گھر اور آمدنی لوٹ لے اور اپنے تقریباً دور نزدیک کے رشتہ دار بلا لیتی ہے۔ ماں باپ، بہن بھائی تو اکثر گھر کا جزو بن جاتے ہیں جو عیش کے ساتھ دوسرا کام یہ کرتے ہیں کہ اگر کہیں ذرا بھی مرد نے کوئی جائز بات دریافت کر لی تو وہ اپنی بیٹی کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ (بیوی) بجائے صحیح جواب دینے کے عورتوں کا حربہ ”چلانا“ شروع کر دیتی ہے، یعنی رونے لگتی ہے اور پھر اپنے پھوٹے مقدروں کو یاد کرنا شروع کر دیتی ہے۔ خاوند بے چارہ اپنا منہ لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ اگر ذرا بھی غیرت باقی ہے تو خون کے گھونٹ پیتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کو اپنے گلے سے نہیں اُتارتا۔ اگر کوئی کہے کہ بھائی تمہاری عورت بدکار ہے، تو آپ جواب دیں گے: لوگ جلتے ہیں، میرے گھر کی آبادی برداشت نہیں کر سکتے۔ گویا لوگ ان کے دشمن ہیں۔ اس سوکناپے کا اثر سوتیلی ماں سے گزر کر سوتیلے بہن بھائی تک پہنچ جاتا ہے۔ جن کے لئے بعض اوقات ایسے خطرناک اور ہوشربا حربے ہوتے ہیں کہ انسان کی عقل و سمجھ کام نہیں کرتی۔

بعض دفعہ دیکھا اور سنا گیا ہے کہ انسان اپنے سوتیلے رشتے سے وہ سلوک اور ظلم کرتا ہے کہ وہ کبھی کسی حیوان سے بھی کرنے پر راضی نہ ہو۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ صرف لالچ اور طمع اور خودغرضی اور غرور۔ گویا انسان نفسانی خواہشات اور بدکرداروں میں اس قدر اندھا ہو جاتا ہے کہ احترام انسانیت اور مقصد آدمیت تک بھول جاتا ہے۔ یہ سوکناپا اور سوتیلا پن معاشرہ پر نہ صرف ایک سیاہ دھبہ ہے بلکہ اس کو غیر صحت مند بنانے کا مرض ہے۔ جس کے اسباب نفسانی خواہشات اور خودغرضی میں پائے جاتے ہیں۔ اگر انسان ایمانداری سے سوچے اور سمجھے تو اس کو آسانی سے پتہ چل جائے گا کہ ہر انسان عورت یا مرد کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ موت بھی اس کے حکم سے ہوگی۔ مقدر اسی نے بنایا ہے۔ رزاق اور ضروریات زندگی کا بھی وہی ذمہ دار ہے۔ انسان کے برے کردار اور بداعمال اس دُنیا اور آئندہ دُنیا میں اس کے لئے دُکھ اور عذاب کا باعث ہوں گے۔ کیا کوئی شخص یہ ایمان داری سے بتا سکتا ہے کہ اس نے دُنیا میں جو برائیاں کی ہیں اور ظلم کئے ہیں اس کو ان کی روحانی یا جسمانی سزا نہیں ملی۔ قیامت کے علاوہ یہاں بھی سزا ملتی ہے۔ اس دُنیا کا مزاج بھی سزا اور جزا کے فطری اصولوں پر قائم کیا گیا ہے۔ روح عالم ہر گھڑی اس کائنات کے ردِّ عمل کا عمل کرتی رہتی ہے۔ جیسے جسم انسان کے کسی حصہ پر سوئی چبھ جائے یا جلن ہو جائے تو روح جسم انسانی فوراً اس حصہ کی اصلاح کے لئے جسم کے خون کو اس طرف روانہ کر دیتی ہے تاکہ اس کی سوزش اور جلن دور ہو۔ ویسے ہی روح عالم اس دُنیا میں جہاں کہیں ظلم یا نظری اصولوں میں بے راہروی ہو فوراً کائنات کی طاقتیں ردِّ عمل کے لئے اس طرف اپنے افعال کو تیز کر دیتی ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اس دُنیا میں مکافاتِ عمل کا قانون بڑی شدت سے جاری ہے۔ جو کچھ انسانی نفس میں ہو رہا ہے وہی کائنات میں جاری اور ساری ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو   گندم از گندم بروید جو ز جو

آج تک کسی نے دیکھا ہے کہ کبھی ایک جنس سے دوسری جنس پیدا ہوگئی ہے یا کسی نے حنظل بو کر خربوزے حاصل کئے ہیں۔ یا نیم کا درخت اگا کر اس سے بیر حاصل کر لئے ہوں۔ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اس زندگی میں وہی سکھ حاصل کر سکتا ہے جو دوسروں کو سکھ پہنچاتا ہے اور فطری طور پر عمل کرتا ہے۔ اسی سزا اور جزاء کا نام اسلام نے دین رکھا ہے۔ اسلام کا دوسرا نام دین فطرت ہے۔ جس میں قیامت تک بالکل تبدیلی نہیں ہوگی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کل اکثر لوگوں کا رجحان خاص کر عورتیں امریکہ اور یورپ کی تقلید اور مغرب پرستی کی طرف ہے۔ کیا امریکہ اور یورپ اور مغربی تمدن عورت و مرد کے جنسی تعلقات اور عورت کی آزادی کا صحیح حل پیش کرتا ہے۔ اس کا جواب خود ان کی تہذیب و تمدن کو دیکھ کر آسانی کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے۔ یورپ اور امریکہ کی تہذیب اور مغربی تمدن کوئی دو چار سالوں سے یا ربع اور نیم صدی کا قصہ نہیں ہے، بلکہ کئی صدیاں گزر گئی ہیں اور آج اگرچہ اس کا ستارہ پستی کی طرف جا رہا ہے مگر اس میں اس کے انتہائی عروج کے آثار قائم ہیں اور ابھی مشرق، اگرچہ وہ ترقی کی بے حد منازل طے کر چکا ہے۔ اس عروج پر نہیں پہنچا۔ پھر بھی نمایاں طور پر عورت مرد کے باہمی تعلقات اور عورت کی آزادی پر اچھی خاصی روشنی ڈال سکتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس مسئلہ کا حل انسانی دُنیا کی نصف مخلوق یا کل مخلوق کا مسئلہ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ دُنیا کا کوئی خطہ ہو، متمدن اقوام ہوں یا وحشی ممالک، اس مسئلہ کو حل کرنے اور سلجھانے کی کوشش نہ کی ہو، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر اس مسئلہ کو حل کرنے کی سعی مغرب اور موجودہ تہذیب و تمدن نے کی ہے۔ کسی قوم، ملک اور کسی زمانے میں نہیں کی گئی۔ ان کی کتب مطالعہ قوانین کے جاننے، سائنسی تجربات اور روزانہ زندگی سے سب کچھ عیاں اور ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کیا جدوجہد کی اور کتنی تکلیف دہ منزلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک طرف حکومت کی طرف سے پارلیمنٹ میں قوانین تیار ہو کر ناقص ہوتے رہے تو دوسری طرف ارباب کلیسا بڑے بڑے پادریوں اور اجتماع میں اپنی مذہبی تعلیم میں ترمیم و تنسیخ کے قلم چلاتے رہے اور ان کے علاوہ ادیب، شاعر اور صحافی و لیڈر اپنی شعلہ بیانی سے قوم اور ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک برابر آگ لگاتے رہے ہیں اور ہر ملک میں سرکاری طور پر اصلاحی کمیٹیوں کے علاوہ غیر سرکاری مردانہ و زنانہ جماعتیں اور انجمنیں قائم ہوگئیں۔ کہیں حقوق ازدواج کی اصلاح پر زور دیا گیا اور کہیں عورت کے حقوق کے لئے آواز بلند کی گئی۔ ان باتوں کا اثر بہت گہرا پڑا۔ بہت کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ ساتھ ساتھ پکار اور طلب بھی جاری ہے۔ مگر ان دو تین صدیوں میں کیا حاصل ہوا۔ حقوق ازدواج کا تعین ہو گیا؟ مرد کی تسلی یا عورت کی تشفی ہو چکی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیوں نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ حقوق کی اس شدید طلب میں تین باتیں بڑی حد تک رکاوٹ کا باعث رہی ہیں اور باوجود اس قدر ذہنی بیداری کے اب تک بھی بہت حد تک رکاوٹ کا باعث بنی ہوئی ہے۔

(۱) امریکہ اور یورپ کے ممالک میں اکثریت کا مذہب عیسائیت اور یہودیت ہے اور دونوں مذاہب میں عورت کے لئے کوئی مقام نہیں ہے۔ اس کو نہ صرف انسانی مقام سے گرا دیا گیا بلکہ اس کو ذلیل و حقیر اور قابل نفرت سمجھا گیا ہے۔

یہودیت کے عقائد میں عورت گناہ کی ماں اور بدی کا سرچشمہ ہے۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر نکالا تھا۔ یہ ہمیشہ مرد کو زندگی میں گناہ کی تحریک دیتی رہتی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ جہنم میں دھکیلا جاتا ہے۔ گویا شیطان کی سب سے بڑی آلہ کار ہے۔ اس دُنیا کے لئے سب سے بڑی لعنت اور مصیبت ہے۔ اس سے دور رہنے میں ہی اس دُنیا کا امن اور آخرت میں جنت کا حصول ممکن ہے۔

عیسائیت کے عقائد میں عورت کا تصور کچھ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ وہ شیطان کے آنے کا دروازہ، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدائی قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے۔ بلکہ کبائر پادریوں نے عورت کے متعلق تصور یہاں تک بڑھا دیا ہے

کہ عورت ایک ناگزیر برائی ہے۔ ایک پیدائشی وسوسہ ہے۔ ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی اور ایک زبردست مصیبت ہے۔

اگرچہ آج کل یورپ اور امریکہ میں مذہب کی حکومت ختم ہو چکی ہے اور اس کا ہلکا سا خاکہ باقی رہ چکا ہے۔ تاہم پادری اور مذہبی پیشوا اور وہ لوگ جو مذہبی تصورات میں گرفتار ہیں۔ آج بھی عورت کے متعلق اپنے مذہبی عقائد رکھتے ہیں اور اس امر کی تبلیغ کرتے ہیں۔ جبکہ عورت کی ناجائز آزادی نے ملک میں بے اندازہ خرابیاں پیدا کر دی ہیں اور مبلغوں اور لوگوں کو عورت کے خلاف زیادہ سے زیادہ کہنے کا موقع مل گیا ہے۔

(۲) یورپ کے سامنے کوئی معقول اور فطری معیار نہ تھا جس کو سامنے رکھ کر وہ مرد اور عورت کی آواز اور ان کے باہمی معاشرتی اور جنسی تعلقات کو منضبط کر لیتے۔ وہاں پر صورت عام طور پر یہی رہی ہے کہ جو جھگڑا اور مصیبت سامنے آتی اس کو رفع کرنے کے لئے قوانین بنانے کی کوشش کرتے رہے اور پھر اس قانون کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسرے بنا دیتے اور بارہا ان میں ترمیم و تنسیخ کرنے کی نوبت پیدا ہوئی اور یورپ کے مختلف ممالک میں مختلف قوانین بنائے گئے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ عیسائیت کے مختلف فرقوں نے عورت کے متعلق مختلف اقسام کے قوانین مرتب کئے اور باہمی اختلاف اس وقت سے جاری ہے اور عیسائی مذہب عورت کے لئے کوئی واضح صورت قائم نہیں کرتا۔ آخر عورت بلکہ مرد کو بھی اپنی آزادی کی خاطر مذہب کو خیرباد کہنا پڑا۔ جہاں تک قانون کا تعلق تھا وہ اپنی نامعقولیت اور بے مائیگی پر خود نالاں ہے۔ کیونکہ وہ مرد اور عورت کی خواہشات کا شکار ہو کر رہ گیا۔ اگر اس نے عورت پر مظالم دیکھے تو اس نے عورت کی بھلائی کی خاطر قانون وضع کر دیا اور جب مرد کی مجبوری دیکھی تو اس کی خاطر ایک جدا قاعدہ منضبط کر دیا۔ نتیجہ کچھ برآمد نہ ہوا۔ عورت روز بروز آزاد ہوتی گئی۔ مرد اس سے مستفید ہوتا گیا، گناہ ہوتا گیا اور دُنیا میں فساد اور مصیبت بڑھتی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ قانون اپنی بے بسی پر چیخ اٹھا لیکن وہ مجبور ہے اور کچھ کر نہیں سکتا۔ اور اب قوم اس مقام پر پہنچ چکی ہے کہ واپس آنا مشکل ہے۔ سوائے تباہی کے نظر نہیں پڑتی۔ اس کا بچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ بہت جلد تباہی آنے والی ہے، جس کو روکا نہیں جا سکتا، کیونکہ جب ایک مرض اپنی حد سے گزر جائے تو جسم برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر لازماً اس جسم کے لئے موت ہی ناگزیر ہوتی ہے۔

(۳) سائنس کا شوق اور آزادیٔ خیال کے حربہ نے مرد اور عورت کے تعلقات اور ربط کو کسی صحیح مقام پر پہنچنے میں رکاوٹ پیدا کی۔ سائنس کے شوق اور آزاد خیالی کے جذبہ کی ابتداء تو بالکل صحیح اور فطری تھی کہ انسان کو توہم پرستی اور غلط قسم کی بندشوں سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا مگر شوق اور جذبہ کے ساتھ ساتھ اگر حدود اور مقام کا تعین نہ ہو، عقل اور اخلاق کی قدروں اور اندازوں کو بھی نظر انداز کر دیا جائے تو لامحالہ انسان حیوانی جذبات اور نفسانی خواہشات کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی صورت یورپ اور امریکہ میں پیدا ہو گئی ہے۔ سائنسی شوق نے جہاں بحروبر اور زمین و آسمان کے فاصلوں کو کم کر دیا ہے۔ مٹی، پانی اور ہوا سے گزر کر ستاروں کی دُنیا کے متعلق چھان بین کرنے لگے۔ جسمانیات میں جمادات، نباتات اور حیوانات کی تشریحات افعال اور خواص مرتب کر دیئے۔ یہاں تک کہ مادے میں ذرّے ذرّے بلکہ اجزائے تجزی کا سینہ چیر دیا اور ایٹم کی قوت کو آشکارا کر دیا اور دوسری طرف آزاد خیالی کے جذبہ، روح اور نفس کی آزادانہ تحقیق شروع کر دی ہے۔ جس کے ساتھ روح کی طاقت اور علم النفس کے تعین کی صورتیں پیدا ہوئیں مگر جب جسم نفسانی اور روح سے گزرے تو عقل و اخلاق کی حدود بھی پھاند کر نکل گئے۔ مذاہب کی تحقیق کے ساتھ ساتھ مذہب سے انکار کر دیا اور انتہا یہ کہ خالق و دُنیا کا پیدا کرنے والا کوئی خدا نہیں۔ یہ خود بخود پیدا ہوئی ہے اور خود بخود چل رہی ہے۔

جس قوم اور فرد کی آزادی اور نفسانی خواہشات اپنے حدود اور مقام سے پھاند جائیں یا صراط مستقیم اور فطری راہوں کو چھوڑ دے اور بالکل ایسے معذور گھوڑے پر سوار ہو جائے جس کی نہ باگ ہاتھ میں ہو اور نہ اس کے رکاب میں پیر ہوں تو نتیجہ ظاہر ہے کہ آخر وہ گھوڑا یقیناً کھائی میں گرے گا یا پہاڑ سے ٹکرا جائے گا یا جنگل میں غائب ہو جائے گا۔ یورپ اور امریکہ نے گزشتہ تین سو سال میں جہاں مادی اور سائنسی انتہائی ترقیاں کی ہیں وہاں اخلاقی اور مذہبی معلومات میں تنگدلی اور تعصب کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے نفسانی خواہشات اور آزادی نے اس کو صحیح اور

صحت مند معاشرہ اور منزل کی طرف نہ آنے دیا۔ کیونکہ جہاں اس نے اپنی علمی، فنی، طبی، سیاسی و معاشرتی، اقتصادی و معاشی بنیادیں اسلامی تہذیب وتمدن اور ثقافت پر استوار کی تھیں اور ان پر بعض غلط قسم کے کاخ بلند اور ایوان فلک بوس تعمیر کیے۔ لیکن اخلاق اور مذہب کی تجدید اور تعمیر میں اسلام کے نام سے ہمیشہ دور بھاگتا رہا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اب یورپ اور امریکہ خود اپنی تہذیب وتمدن سے فنا ہو رہے ہیں۔ یہ فیشن پرستی یہ عریانی یہ جذباتی رومان یہ سمندر میں عریاں مخلوط آفتابی اور مہتابی غسل، باہمی رقص و سرود، مخلوط سوسائٹیاں، عریاں اور نیم عریاں تھیٹر سینما اور لٹریچر اور تصاویر، ریڈیو سے ہیجان انگیز گانے اور ڈرامے آخر کیا ہیں؟ تہذیب انسانی کو کہاں لیے جا رہے ہیں؟ ہمارے ہاں ایک طوائف بدنام تھیں، وہاں ہر گلی، ہر سڑک پر ہر پارک میں طوائف نظر آئیں گی۔ ہر ہوٹل ریسٹورنٹ اور شراب خانہ میں حاضر ملے گی۔ کیا شریف اور مقدس عورت کی آزادی کا یہی حال ہے کہ اس کی عصمت وعفت ہر مقام پر بکتی رہے۔ بلکہ اونے پونے نیلام ہوتی رہے۔ پھر کیا کوئی غیر مند مرد یا خود دار عورت گوارا کرے گی کہ ایسے ممالک اور اقوام کی پیروی کرے۔ البتہ نفسانی خواہشات کے بندوں اور پرخیال حیوانوں کے لئے زندگیوں کو برباد کرنے کا نادر موقع ہے۔

تہذیب یورپ نے مرد اور عورت کے تعلقات اور صحت مند معاشرہ کو استوار کرنے کے لئے تین نظریات کو مدنظر رکھا:

- مرد اور عورت کے حقوق اور مقام میں مساوات۔
- مرد اور عورت کی سیاسی اور معاشی آزادی۔
- مرد اور عورت کا آزادانہ معاشرتی میل ملاپ۔

لیکن یہ تینوں نظریے صرف اصول بن کر رہ گئے ہیں۔ لیکن آج تک ان میں کوئی عقل اور اخلاقی حدود کا تعین نہیں کیا گیا جس کے نتیجہ میں حسن کا وہ حشر ہوا کہ عشق بھی دانتوں میں انگلی دبائے دور کھڑا دیکھتا رہ گیا کہ عورت کو اپنے حقوق اور مقام کا تو خیال ہے لیکن فرائض بھول گئی۔ سیاسی اور معاشی آزادی کی طرف دوڑتی رہی لیکن سنجیدگی اور وقار کھو بیٹھی۔ آزادانہ معاشرت اور میل ملاپ میں اپنی عصمت اور عفت کو قربان کر گئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج تک مساوات وآزادی اور وقار کا صحیح مقام اور مرتبہ حاصل نہ کر سکی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بوڑھا جان مل اور خستہ انکل ٹام اس کھوکھلے پن پر ہنس رہے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کے مندرجہ بالا اصول جن میں وہ ہزار جدوجہد سے بھی ناکام ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مشرقی خاص طور پر ایک مسلم عورت یورپ اور امریکہ کی تہذیب وتمدن اور قانون پر زندگی گزارتے ہوئے شمع محفل بننے کی غرض سے آزاد اور عریاں بننا چاہتی ہے جس کا نہ کوئی گھر بار اور نہ کوئی ٹھکانہ ہے وہ ہوٹلوں میں زندگی گزارتی ہے اور ہسپتالوں میں مرتی ہے۔ جس کے بعد یہ خاندانی شرف اور فضیلت اور روایات کا بقا اور نہ نسل انسانی (اولاد) کی تربیت یا مشرقی اور مسلم عورت (باوجود اس کے حقوق کی نفی کی جا رہی ہے)۔ جو گھر کی مالکہ ہے خاوند اس کا ساتھی ہے۔ اولاد پر اس کی حکومت ہے۔ ماں باپ کی نگاہ میں اس کے لئے بے حد عزت ہے۔ اس کی انفرادی ہستی ہے۔ اس کا الگ سرمایہ ہے۔ اس کا جدا ورثہ ہے۔ اس کی پیدائش پر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کی شادی پر شادیانے بجائے جاتے ہیں اور اس کی موت پر گھر بھر ماتم کدہ اور بعض صورتوں میں شہر بھر رنج وغم کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔

ہمارے لئے سب سے مشکل یہی سوال ہے کہ عورت کو یورپ اور امریکہ کے قوانین زندگی سے نوازا جائے یا اسلامی دستور حیات سے مرقع کیا جائے۔ حیرت ہے کہ عورت کو موجودہ تہذیب وتمدن نے اس قدر رفتہ اور پریشان کر دیا ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کو اپنانے کی جرأت نہیں رکھتی۔ کیونکہ مغرب کی آزادی اور تعلیم کے بعد اس کا کردار گناہوں میں اور عصمت وعفت خطرے میں پڑ جاتی ہے وہ نہ گھر کی رہتی ہے اور نہ گھاٹ کی۔ اسلامی نظام حیات میں وہ حقیقی زندگی سے اس قدر دور جا چکی ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری کی لذت، اولاد کی محبت اور اپنے فرائض کی

ادائیگی سے بھاگتی ہے۔ وہ کرے تو کیا کرے۔ مغربی ماحول اور اسلامی تعلیم سے بے قاعدگی اس کو بھٹکائے پھرتی ہے۔ اس کے اپنے ذہن میں زندگی کا کوئی خاص تصور نہیں ہے اور نہ اس کا دماغ اپنے لئے کوئی دستور مرتب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ان پر کیا منحصر ہے۔ مردوں میں بھی یہ قابلیت نہیں ہے کہ وہ زندگی کا صحیح دستور عمل مرتب کر سکیں جو ہر زمانہ اور ہر دور کے لئے مفید انسانیت ہو۔ اسی لئے مافوق انسان اور فطرت کی طاقت (نبوت) کی طرف رجوع کیا گیا ہے اور نبوت خود بھی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ قوانین اس کی طرف سے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کا فرمان ہے کہ یہ قوانین خالق زندگی و کائنات اور مالک جزاء وسزاء اور ربّ العالمین کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ وہ زندگی کائنات اور عمل ردّ عمل کا خالق و مالک ہے۔ جو زندگی و کائنات اور عمل کی ربوبیت کا ذمہ دار ہے۔ وہ ہمارے لئے صحیح زندگی کی قدروں اور صحت مند معاشرہ حیات کا قائم رکھنے والا ہے۔ اس لئے کوئی اگر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ دستور حیات بنا سکتا ہے، تو وہ غلط فہمی اور بہت بڑے اندھیرے میں غرق ہے۔ آج بھی قرآن حکیم کا دعویٰ اپنی جگہ قائم ہے کہ ایسی ایک آیت بھی تمام دُنیا کے لوگ مل کر نہیں بنا سکتے۔ یہ آیات کیا ہیں۔ اپنے حسن بیان کے ساتھ ساتھ زندگی و کائنات اور عمل ردّ عمل کے قوانین ہیں۔ جب آج بھی قرآن حکیم کا چیلنج کوئی قبول نہیں کر سکتا تو پھر اس کے مقابلے میں دستور حیات مرتب کون کر سکتا ہے۔ دُنیا کے سامنے مغربی اصول (روز بروز بدلنے والے) اور اسلامی قانون (جن میں تبدیلی ناممکن ہے) ہیں۔ عقل مند اور صاحب بصیرت خود فیصلہ کر لیں کہ کونسا دستور انسانی زندگی کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ زندگی ناپنے کا پیمانہ جذبات نہیں ہیں، بلکہ عقل ہے اور عقل بھی اس اس وقت کام کرتی ہے، جب اس کے سامنے تصورات پیش کئے جائیں تا کہ وہ تصدیقات کرتی جائے اور سورج کی گردش کے مطابق نہیں ہوگی۔ وہ کبھی بھی اس کا ساتھ نہیں دے گی۔ اس طرح جو زندگی اپنے عمل اور ردّ عمل میں غیر ارتقا اور فطرت کے مطابق ہوگی وہی صحیح زندگی ہوگی اس کے مطابق جو قوانین ہوں گے وہی صحیح دستور حیات ہوگا۔

مساوی حقوق

مغربی تہذیب کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت مرد کے برابر حقوق چاہتی ہے یعنی وہ ہر شعبہ زندگی میں مرد کے برابر چلنا چاہتی ہے۔ یہ ایک بہتر جذبہ ہے۔ مگر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ

۱ کیا عورت اپنی جنسی بناوٹ، جسمانی بناوٹ اور نفسیاتی ترکیب کی وجہ سے اپنے اندر یہ مقدر پاتی ہے کہ وہ مرد کے مساوی حقوق حاصل کر سکے یا مرد کے برابر زندگی میں دوڑ دھوپ کر سکے۔

۲ کیا موجودہ سائنس اور مغرب کا ذہین طبقہ (جس میں خود عورت کا دماغ بھی شریک ہے) اور یورپ کا قانون اس امر پر متفق ہے کہ عورت کے حقوق مرد کے برابر ہوں۔

۳ کیا دنیا میں ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ عورت نے کسی زمانہ میں جبکہ اس کو مکمل آزادی تھی (یہاں تک کہ وحشی دور میں بھی) ایسے کارنامے کئے جن کی وجہ سے وہ مردوں پر فوقیت لے گئی۔

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے۔ یہ چیز ڈھکی چھپی نہیں ہے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ عورتوں کے اعضاء اس قدر نازک، ذہن حساس اور جنسی اعضاء کی ترکیب ایسی پیچیدہ ہے کہ وہ مردوں کی طرح محنت اور مشقت برداشت نہیں کر سکتیں۔ اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو کر سکتی ہے مگر اس میں نسائیت باقی نہیں رہے گی۔ اس کے اعضاء مضبوط ہو جائیں گے، ذہنی نزاکت مفقود ہونا شروع ہو جائے گی اور جنسی ترکیب کا توازن بگڑ جائے گا۔ نہ ہی اس کی ماہواری باقاعدہ رہے گی اور نہ ہی اولاد پیدا کرنے کے قابل رہے گی۔ بلکہ اس کے دل و دماغ سے اولاد کی

محبت بھی بہت کم ہو جائے گی اور گھریلو نگرانی کی صلاحیت تقریباً مفقود ہو جائے گی۔ مزدور اور محنت کش عورتوں میں ان مثالوں کا بغور معائنہ کیا جا سکتا ہے۔ آج کل اس قسم کی خبریں اخباروں میں عام پڑھی جاتی ہیں۔

دوسرے سوال کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ سائنس، فلسفہ اور قانون تینوں یک زبان ہیں کہ عورت کسی بھی حیثیت سے مردوں کے برابر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں تخلیقی قاعدوں کی رو سے ایک قسم کی انفرادیت پائی جاتی ہے۔ اگر وہ اپنی انفرادیت کو چھوڑتی ہے تو وہ جنس عورت نہیں رہتی۔ جس طرح بھینس کو بجائے نسل کشی اور دودھ حاصل کرنے کے اگر بل کھیتی باڑی کے کام میں جوت دیا جائے تو وہ بھینس نہیں رہ سکتی البتہ وہ مادہ سانڈ ضرور بن جائے گی۔ یہ سب مسائل بہت دقیق اور طویل ہیں۔ اگر ہر مسئلہ پر تفصیل سے لکھا جائے تو جدا کتب تصنیف کرنا پڑیں گی۔

جہاں تک تیسرے مسئلہ کا تعلق ہے تو تاریخ گواہ ہے کہ پتھر، پیتل اور دشت کے زمانے سے لے کر تمام تہذیبوں سے گزر کر کوئی ایسا کارنامہ سامنے نہیں آتا جن میں عورتوں کی مردوں پر فوقیت یا کم از کم برابری کا دعویٰ ثابت ہو۔ جہاں تک ان کی انفرادی کامیابی کا تعلق ہے۔ چاہے وہ ذہنی ہو یا جسمانی، علمی ہو یا فنی، اخلاقی ہو یا معاشرتی، یہ سب درجہ بدرجہ طبقہ نسواں میں قابل عزت اور وقعت سے دیکھی جاتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بعض عورتوں کا درجہ بعض مردوں سے اپنی قابلیت اور عزت کی وجہ سے بلند نہیں ہے۔ اور ضرور ہے مگر کلی طور پر عورت کو مرد پر فوقیت نہیں ہے۔ بعینہٖ جس پر کہا جاتا ہے کہ بعض انسانوں کا درجہ بعض فرشتوں سے بھی افضل ہے لیکن کلی طور پر انسانوں کو فرشتوں پر افضلیت حاصل نہیں ہے کیونکہ انسان کی تخلیق خاک سے ہے اور فرشتہ کی نور سے ہے۔ یہی تخلیقی فرق ہے جو ہر انسان کو ہر حیوان سے افضل کرتا ہے۔ چاہے وہ حیوان کتنا ہی تربیت یافتہ، کائنات اور زندگی میں اہم ہو۔ اس کو کس قدر بلند درجہ دے دیں اور اس کی خدمت اور نگرانی انسانوں سے زیادہ کریں بلکہ اس کی خدمت کے لئے انسانوں کو مقرر کر دیں۔

لیکن اس کی کون و تخلیق کی وجہ سے وہ حیوان کبھی بھی انسان سے افضل نہیں ہو سکتا بلکہ برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہی صورت مرد اور عورت کی مساوات میں نمایاں ہے کہ دونوں کی تخلیق میں غیر معمولی فرق ہے اور دُنیا کا کوئی بھی صاحب بصیرت مرد اور کوئی بھی عقل مند اور ذہین عورت اس فرق کو دور نہیں کر سکتی۔ یہ خداوند کریم کی تخلیق ہے۔ انسان کی ذاتی صفت اور کاریگری نہیں ہے۔

مگر ''عورت کو یہ حق حاصل ہے وہ جب تک قاضی اور مذہبی عدالت کی طرف رجوع کرے خلع اور طلاق نہیں ہو سکتی''۔ اصل میں یہ الزام بھی اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ ہے۔ کیونکہ پراپیگنڈہ کرنے والے اوّل تو حقیقی اسلام اور صحیح مسلمان سے واقف نہیں ہوتے اور ان لوگوں کے اعمال کو اسلامی تعلیمات کہہ دیتے ہیں جو خود نام کے مسلمان ہیں اور اسلام بشرطیکہ کوئی انتہائی خوفناک صورت سامنے نہ ہو جس سے معاشرہ میں فساد کا باعث پیدا ہونا ممکن ہو۔ دوسرے طلاق کی تمام شرائط اس کے سامنے ہوتی ہیں۔ مثلاً:

۱ حق مہر ادا کرنا۔
۲ جو کچھ بیوی کو دیا ہوا ہے واپس نہ لینا۔
۳ طلاق کے دنوں میں بیوی کو تین ماہ تک گھر رکھنا۔
۴ جب تک حیض سے فارغ نہ ہو طلاق نہ دینا۔
۵ طلاق کے دوران کا تمام خرچ برداشت کرنا۔
۵ طلاق کے بعد رخصت کرتے وقت اس کو راضی اور خوشی روانہ کرنا وغیرہ۔

اور ان تمام شرائط کے برعکس عورت کو صرف چند گھنٹے صرف کرنے پڑتے ہیں۔ وہ قاضی اور عدالت کے سامنے جا کر اپنا خلع طلب کر لیتی

ہے یا مرد کو اپنا حق مہر اور اس کا دیا ہوا مال واپس کر کے یا جس طرح بھی چاہے راضی کر کے فوراً اس سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ ذرا انصاف سے دیکھا جائے کہ کیا صحیح العقیدہ اور صحیح العمل مسلمان کو طلاق دینے میں زیادہ وقت سرمایہ اور وقت برداشت کرنی پڑتی ہے یا ایک عورت کو اس کے مقابلے میں زیادہ سہولتیں حاصل ہیں۔ جو لوگ تنگ کرنے کی وجہ سے عورتوں کو لٹکائے رکھتے ہیں وہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور ان کا تعلق اسلام کے ساتھ کہاں تک کیا جا سکتا ہے۔ یہ خود غور کر لینا چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ عورت کے لئے خلع حاصل کرنے سے زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا کرے تا کہ اس کے ذہن میں اسلامی مسئلہ ازدواج کے خلاف نفرت اور غلط خیال نکل جائے اور وہ کم سے کم وقت میں زیادہ سہولت کے ساتھ خلع حاصل کرے۔ بجائے اس اہم ضرورت کے حکومت کو مسئلہ ازدواج پر نہ تو اہم پابندیاں لگانی چاہئیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے احکام میں ترمیم و تنسیخ کرنی چاہئے۔ نئے قوانین وضع کرنا دور از بحث ہے بلکہ گناہ کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔ غلط قسم کے لوگ حکومت کو ایسا کرنے کے لئے مشورہ دیتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ انسان کس قدر بھی ذہنی اور علمی طور پر اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچ جائے وہ کبھی بھی مقام نبوت کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

اور پھر نبوت کے فیصلے جو اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے تحت کئے گئے ہیں۔ ان کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس مقام کو ایک انسان سمجھ لے۔ پھر خداوند کریم اور اس کے رسول مقبول رحمۃ اللعالمین ﷺ کے مقابلے میں قوانین وضع کرنا یا ان میں ترمیم و تنسیخ کرنا کہاں تک قابل قبول ہو سکتا ہے۔ جو غیر مسلمان اسلام کے مسئلہ ازدواج پر اعتراض کرتے ہیں وہ اپنے مذہب میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں یا تیرہ سو سال کے قریب اس مسئلہ سے متعلق جو قوانین بنائے گئے ہیں ان کا اسلام سے مقابلہ کریں۔ انشاء اللہ اسلامی قوانین کو فوقیت اور افضلیت حاصل ہوگی۔

* * *

مردانہ امراض

شیخ الرئیس نے امراض اعضائے تناسل مردانہ میں صرف ضعف باہ کو لکھا ہے اور پھر اس کو تقسیم در تقسیم بیان کیا ہے۔ اس نے ایسے امراض کو جو مرد اور عورت میں مشترک ہیں، مردانہ امراض میں شامل کیا ہے۔ پھر ضعف باہ کی دو وجوہ بیان کی ہیں:

۱ شہوت کا ضعف ہو جانا، یعنی رغبت شہوت میں ضعف واقع ہو جانا جو حقیقت میں کثرت جماع کے باعث ہے۔

۲ عضو خاص میں (نائزہ) کا ڈھیلا ہو جانا۔ یعنی عضو خاص کی ایسی حالت ہونا جس سے یہ عضو جماع کے وقت نہ حرکت کرے اور نہ اس میں انتشار پیدا ہو۔

پھر وجوہ اوّل (ضعف شہوت) کی اٹھارہ سے زائد اقسام بیان کر دیئے۔ اگر ہم ان تمام اسباب کے تحت ضعف شہوت کے متعلق لکھیں تو طوالت کا باعث ہوں گے اور طالب علم بھی ضعف باہ کے علاج میں پورے طور پر قدرت حاصل نہیں کر پاتا۔ کیونکہ وہ ان کے حقائق پر پوری طرح دسترس نہیں کر پاتا۔ اس لئے ہم نے ان تمام اسباب کو صرف دو اسباب میں تقسیم کر دیا ہے:

۱ خون کے امراض۔

۲ منی کے امراض۔

اگر شیخ الرئیس کی دوسری وجوہ عضو مخصوص کا ڈھیلا ہونا ہو تو کل صرف تین صورتیں بن جاتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ خون کے امراض سے ہماری مراد یہ ہے کہ خون کی پیدائش اور اس کے کیمیائی تغیرات یعنی خون کی کیفیات و مزاج اور اخلاط ارواح میں خرابی سے ضعف باہ کا پیدا ہونا۔ اسی طرح منی کے امراض سے ہماری مراد یہ ہے کہ منی کے بننے سے لے کر رغبت شہوت پیدا ہونے تک مختلف علامات پیدا ہو کر ضعف باہ پیدا کر دیتی ہیں۔ کیونکہ جو غذا ایک انسان کھاتا ہے اس کے ہضم ہونے سے لے کر خون بننے تک بلکہ منی بننے سے لے کر رغبت جماع اور شہوت پیدا ہونے تک جو خلطی و کیمیاوی اور کیفیاتی و روحانی تغیرات پیدا ہوتے ہیں وہ سب رغبت جماع اور شہوت کے ضعف میں شریک ہیں۔ اس طرح وہ طوالت چند مشہور اسباب و علامات میں باقی رہ جاتی ہے۔ جس پر اگر طالب علم پورے طور پر دسترس حاصل کر لے تو وہ پورے طور پر قدرت حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے صرف تین ہی صورتیں رہ جاتی ہیں:

۱ خون کے امراض کا ضعف باہ پر اثر۔

۲ منی کے امراض سے ضعف باہ پر اثر۔

۳ استرخائے عضو مخصوص سے ضعف باہ میں خرابی کا پیدا ہو جانا۔

اس طرح وہ بہت جلد صحیح تشخیص سے علاج کر سکتا ہے۔

(۱) خون کے امراض سے ضعف باہ پر اثرات

خون کے امراض وہی ہیں جو نظام غذائیہ و نظام ہوائیہ اور نظام دمویہ کے نقائص سے غذا کے ہضم، خون کی پیدائش، اس کی کیفیات و مزاج اور اخلاط و ارواح میں خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کا قوت باہ پر بالواسطہ اثر پڑتا ہے۔

ضعف باہ کے علاج میں سب سے پہلے انہی امراض کو دیکھیں۔ ان کو دیکھنے سے یہ تمام اعضاء و نظام اور خون کی پیدائش کیمیاوی تغیرات فوراً سامنے آ جاتے ہیں۔ گویا ضعف باہ کے علاج میں یہ پہلا قدم ہے۔

(۲) منی کے امراض سے ضعف باہ پر اثرات

منی کے امراض وہی ہیں جو نظام بولیہ و نظام منویہ اور نظام عصبیہ کے نقائص سے منی کی پیدائش، اس کی کیفیت و مزاج اور ضمیر و روح میں خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کا قوت باہ پر بلاواسطہ اثر پڑتا ہے۔ ضعف باہ کے علاج میں ان امراض کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ان کی طرف توجہ دینے سے تمام اعضاء و نظام اور منی کی پیدائش و کیمیائی تغیرات فوراً سامنے آ جاتے ہیں۔ ضعف باہ کے علاج میں یہ دوسرا قدم ہے۔ لیکن طوالت کے خوف سے ہم یہاں پر ان کے علاج کو بھی نظر انداز کرتے ہیں۔ ان کو ہماری دیگر کتب میں دیکھیں۔ البتہ منی کے نقصان سے جو اثر عضو مخصوص کے استرخاء (ڈھیلے پن) پر پڑتا ہے۔ اس کے لئے ایسی ادویات و اغذیہ کا ضرور ذکر کریں گے جن سے اس کی پیدائش میں کثرت ہوتی ہے۔ تاکہ ضعف باہ کے علاج میں کمی باقی نہ رہ جائے۔ جو ہمارا مقصد ہے۔

(۳) استرخائے عضو مخصوص سے ضعف باہ

مردانہ امراض میں ضعف باہ کی یہ صورت (استرخائے عضو، قضیب کا ڈھیلا ہو جانا) ایک بے حد خوفناک بلکہ دردناک صورت ہے۔ اس کا سبب کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن ایک انسان کے سامنے استرخائے عضو مخصوص ہی ضعف باہ ہے۔ وہ خون اور منی کے امراض کو نہ سمجھتا ہے اور نہ اس کو دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وہ ضرورت یا خواہش جماع کے وقت محسوس کرتا ہے کہ اس کی انتہائی کوشش کے باوجود اس کو نعوظ (انتشار اور شہوت) نہیں ہوتا۔ بس وہ اسی کو ضعف باہ اور نامردی خیال کرتا ہے اور اس کو ہر ممکن طریقے سے فوراً دور کرنے کو تیار رہتا ہے۔ گویا یہ اس کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

نامردی اور ضعف باہ کے جس قدر مریض اس خاص صورت (استرخائے عضو مخصوص) میں پائے جاتے ہیں، اس قدر اور کسی صورت میں نہیں پائے جاتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام سوائے اس صورت کے اور کسی صورت کو نامردی سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اور اسی کے لئے بکثرت معالجین کے پاس جاتے ہیں۔

اس سے کم درجہ کی ایک اور صورت کو بھی عوام نامردی (ضعف باہ) خیال کرتے ہیں۔ اس میں خواہش جماع بہت تیز ہوتی ہے۔ کسی قدر انتشار اور شہوت بھی ہوتی ہے۔ لیکن نعوظ (ایستادگی) بہت کمزور ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی دخول سے قبل یا دخول کے ساتھ ہی انزال ہو جاتا ہے۔ یہ صورت اگرچہ نامردی سے کم درجے کی صورت ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ اس صورت کے بعد مکمل نامردی ہو جائے۔ اس کم درجہ کی صورت کو ہم اگر نامردی کا ایک مقام تصور کر لیں تو انتشار و انزال کے وقفوں کی کمی بیشی کو نامردی کی کمی بیشی خیال کر سکتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں ایک مریض میں بھی مدتوں ایک صورت میں رہتی ہیں اور اکثر جلد ہی مکمل نامردی کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ہاں! اگر کبھی اچھا ماحول و اچھی غذا اور مسرت نصیب ہو جائے یا کوئی قابل معالج یا صحیح دوا میسر آ جائے تو یہ مرض مکمل طور پر دور ہو جاتا ہے اور مریض کامل مرد بن جاتا ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نعوظ (شہوت) بہت اچھی طرح ہوتا ہے اور انسان خیال کرتا ہے کہ وہ جنسی طور پر صحت مند ہے۔ جماع میں اسے کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔ مگر جب ارتکاب کرتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ دفعتاً قضیب ڈھیلا ہو گیا ہے اور دخول کی نوبت تک نہیں پہنچی۔ ایسی صورت میں کبھی انزال ہو گیا اور کبھی بغیر انزال کے عضو ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ ممکن ہے کوئی ذہنی پریشانی یا جذباتی مشکل ہو۔ بہرحال نفسیاتی طور پر شہوت کے بعد اس کا یہ خیال کرنا کہ وہ جنسی طور پر صحت مند ہے اور وہ جماع پر قادر ہو جائے گا۔ حقیقت میں اس کا یہ خیال ضعف باہ کی طرف دلالت کرتا ہے۔ جنسی صحت مندی وہ قوت ہے کہ اس کی شدت نہ ایسا خیال کرنے کی مہلت دیتی ہے اور نہ روکے رکھتی ہے۔ ایک طوفان کی طرح گزر کر تھمتی ہے۔ دراصل یہ صورت بھی کم درجے کی نامردی (ضعف باہ) ہے۔

یہ کم درجے کی نامردی عام طور پر ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو نوجوانی میں کثرتِ جماع، اغلام بازی اور جلق کا شکار رہتے ہیں۔ البتہ ان میں بعض ایسے ادھیڑ عمر اور متوسط عمر کے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں جن کا زیادہ وقت علمی، مذہبی اور دماغی محنت میں گزرا ہو اور جنہوں نے جنسی لذت و لطف کی طرف سے طبیعت کو سختی سے روکے رکھا ہو اور ان کے ذہنی رجحانات کم یا بدل گئے ہوں۔ لیکن جب شادی ہو جاتی ہے تو ایسے تلخ نتائج سامنے آ جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ اپنی زندگی کو ایک غیر علمی، دین سے دور اور ادارہ مزدور سے بہت کم تصور کرتا ہے اور اپنی جوانی خرچ کر کے جو قیمتی سرمایہ حاصل کیا ہے، اس کو فضول خیال کرتا ہے۔ ایسے شخص کی خواہش جماع ہوتی ہے بلکہ زیادہ بڑھ جاتی ہے اور جماع کو جی بے قرار ہوتا ہے۔ مقوی اغذیہ و ادویہ اور دیگر تحریکات سے نعوظ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر اکثر سخت ناکامی ہوتی ہے۔ یہی صورتیں استرخائے عضو مخصوص کی ہیں۔ نامردی اور ضعف باہ میں اسی صورت کو دور کرنا ہی اس کا حقیقی علاج ہے۔

جلق

جلق کسے کہتے ہیں؟

ہاتھ کی حرکت سے منی کا خارج کرنا۔ جسے عربی میں ''استمنا بالید'' کہتے ہیں۔ فارسی میں ''مشت زنی''۔ یہی نام عرف عام میں بھی بولا جاتا ہے۔ ہندی میں ''ہتھ رسی'' اور انگریزی میں ''ماسٹربیشن'' کہتے ہیں۔ یہ فعل عام طور پر ہاتھ کی مٹھی سے کیا جاتا ہے۔ مگر بعض دفعہ چمڑے کی تھیلی یا تکیوں کی مدد سے بھی کیا جاتا ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ فرنگی عیاش ایک قسم کی ربڑ کی لاعبہ (گڑیا) سے یہ فعل انجام دیتے ہیں۔ جو اس مقصد کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی بعض حرکات عورت کی طرح ہوتی ہیں۔

اس بدعادت کی ابتدا کب ہوئی، یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے سے اس کا وجود چلا آتا ہے۔ کیونکہ قدیم تصنیفات میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں کم و بیش ہر بچہ اپنی بے سمجھی سے اس لذت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ بعض حکماء اور فلاسفر جن کو شادی کے مواقع نصیب نہیں ہوتے۔ ان پر بھی اس بدعادت کا الزام ہے۔ یہی الزام سقراط پر ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ گناہ سے بچنے کے لئے وہ اس کو احسن خیال کرتے تھے۔ اس الزام کی صداقت کے ظاہرہ کوئی ثبوت نہیں ہیں۔ یہ بالکل ایسی بات ہے جیسے بعض شعراء اور علماء پر شراب خوری کا الزام لگاتے ہیں۔ اس پراپیگنڈہ کا مقصد شائد یہ ہے کہ ان بدعادات کا جواز تلاش کیا جائے یا ان کو بدعادات نہ کہا جائے۔ بہرحال یہ عادات یقیناً بد ہیں اور ہر صورت تں گناہ کی حدود میں داخل ہیں۔ جس فعل سے انسان کو فطری طور پر نقصان پہنچے وہ یقیناً گناہ ہے۔ اس بدعادت سے اس قدر نقصان ہوتا ہے کہ اس سے ایک شخص کی انسانیت اور آدمیت دونوں برباد ہو جاتی ہیں۔

جلق کے نقصانات

جلق کا ظاہرہ نقصان تو قوت باہ خصوصاً اعضائے تناسل اور پیدائش منی پر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطن میں اس کا اثر تمام جسم انسان خصوصاً اعضائے رئیسہ اور روحانی قدروں خصوصاً اخلاق و کردار پر پڑتا ہے۔ اس عادت سے انسان رفتہ رفتہ اپنی صحت کے ساتھ ساتھ احساس شرف و فضیلت اور عزت برباد کر لیتا ہے۔ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ قضیب کی بناوٹ میں اعصاب، غدد غشائے مخاطی، عضلات شریک ہیں۔ ان میں اعصاب باہر کی طرف، اس کے نیچے غدد (غشائے مخاطی) اور سب سے نیچے عضلات جو اسفنجی اجسام ہیں۔ تمام جسم قضیب اسی طرح بنا ہوا ہے۔ البتہ احلیل (پیشاب کی نالی) کے اندر بھی غشائے مخاطی کا استر ہے جو اندرونی جلد کا کام کرتا ہے۔

جب کوئی شخص جلق شروع کرتا ہے تو پہلے اعصاب جو باہر کی طرف ہیں، متاثر ہوتے ہیں۔ اوّل اوّل ان میں لذت و لطف بڑھتا ہے۔ اس صورت میں دورانِ خون کی تیزی اعضائے تناسل خصوصاً قضیب کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے۔ وہ شخص لذت کے تحت بار بار جلق کی خواہش کرتا ہے اور اس طرح اپنے مادہ منویہ کو برباد اور اس کی آئندہ پیدائش کو خراب کر لیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جسم میں جوش خون، دل میں تیزی، پیٹ میں ریاح، احتلام کی کثرت اور دماغ و اعصاب میں کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔ جسم میں رطوبات بڑھ جاتی ہیں اور ہاضمہ خراب اور نزلہ زکام شروع ہو جاتا ہے۔

جب اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں تو پھر مرض کا اثر غدد غشائے مخاطی تک پہنچ جاتا ہے۔ پیشاب میں جلن، قطرہ قطرہ آنا، کبھی سوزاک کا ہو جانا، سرعت انزال کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی ذرا ذرا سی تحریک پر یونہی بیٹھے بیٹھے اور چلے چلتے انزال ہو جاتا ہے۔ دل کمزور، ہاضمہ کی خرابی اور پٹھے (اعصاب) سن ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں سے قضیب میں استرخاء (فالج) کی ابتداء شروع ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کا اثر بعض اوقات تمام جسم پر بھی پڑ جاتا ہے۔

جب غدد یا غشائے مخاطی میں سوزش کی انتہا ہو جاتی ہے تو عضلات جو اسفنجی اجسام میں شدید رگڑ سے برباد ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور وہاں پر ایک خفیف سے ورم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہاں کپڑا چھو جائے تو درد ہونے لگتا ہے۔ ساتھ ہی دیگر اعضائے تناسل بھی شدید متاثر ہو جاتے ہیں۔ کم و بیش رطوبت کا اخراج رہتا ہے جو سوزش کی شدت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ حس کے بڑھ جانے سے اس کی وہ رطوبت جو احلیل کو تر رکھتی ہے اور ضرورت کے وقت احلیل کو نرم رکھتی ہے۔ بہت زیادہ بہنے لگتی ہے۔ اس رطوبت کا کثرت سے نکلنا وہی اثر پیدا کرتا ہے جو منی کے نکلنے سے ہوتا ہے اور ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ ذرا سی بھی تحریک ہوئی رطوبت بہنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ رطوبت سوتے وقت زیادہ بہتی ہے اور احلیل کے بیرونی سوراخ پر آ کر جمع ہوتی رہتی ہے۔ ایسے لوگ جب صبح اُٹھ کر پیشاب کرتے ہیں تو حشفہ کے لب باہم جڑے ہوتے ہیں۔ اکثر پیشاب کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ اس طرح کثرت رگڑ سے عضلات (اسفنجی اجسام) میں شدید خرابی سے کجی (ٹیڑھا پن) پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا علاج ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بعض نادان لوگ جو علم و فن سے واقف نہیں ہیں یہ خیال کرتے ہیں خاص قسم کے طلا لگا دینے سے کجی (ٹیڑھا پن اور قضیب کا دبلا پن) دور ہو سکتی ہے۔ ایسا خیال کرنا غلط ہے۔ جب اعصاب و غدد اور عضلات میں پھر سے زندگی پیدا نہ ہو مرض کجی رفع نہیں ہو سکتا۔ قضیب کی کجی کا علاج صرف ماہر معالج ہی کر سکتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جلق سے جب اعصاب کو نقصان پہنچتا ہے تو ان کا وہ احساس ختم ہو جاتا ہے جس سے دورانِ خون وہاں آ کر غذا اور قوت پیدا کرتا ہے۔

یاد رکھیں کہ جس مقام پر اعصاب کے نظام میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ وہاں پر دورانِ خون نہیں پہنچتا۔ اس طرح وہ مقام کمزور ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جب غدی اور غشائے مخاطی کا نظام خراب ہو جاتا ہے، وہاں پر اعضا خون سے غذا جذب نہیں کر سکتے۔

جاننا چاہئے کہ ہر شریان کے اختتام پر غدد ہوتے ہیں۔ جو یہ کام کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جب عضلات میں رگڑ سے خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اسفنجی جسم برباد ہو جاتا ہے۔ جس سے اس میں رطوبت اور ریاح کی مناسب غذا نہیں رہ سکتی۔ جس سے ایک طرف اس کا جسم ختم ہو جاتا ہے، وہ لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف اس میں پھیلنے اور سکڑنے کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ قضیب کی حالت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ اس میں انتشار اور خیزش کی صورت تقریباً ختم ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انتہائی جلق سے ایک طرف کجی پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری طرف مرد نامرد ہو جاتا ہے۔

جلق کے نقصانات

جلق انتہائی بدعادت ہے۔ اس سے اس قدر شدید نقصان ہوتا ہے کہ شاید ہی کسی بدعادت سے اس قدر شدید نقصان ہوتا ہو۔ یہ نقصان صرف عضوی اور جسمانی ہی نہیں ہوتا بلکہ نفسیاتی اور روحانی بھی ہوتا ہے۔ نفسیاتی طور پر انسانی جذبات میں بے اعتدالی اور کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔ روحانی طور پر اخلاقی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ قوت ارادی کمزور اور خودداری ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ زیادہ تر تنہائی پسند ہو جاتے ہیں اور دیگر لوگوں سے آنکھیں ملا کر بات نہیں کر سکتے۔ عام طور پر سست و کاہل ہو جاتے ہیں اور کوئی کام کرنے کو ان کا دل نہیں چاہتا۔ چہرے کا رنگ عام طور پر زرد سیاہی مائل ہو جاتا ہے اور مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ کسی بات کی برداشت مشکل ہو جاتی ہے۔

۱ جسمانی طور پر کمزوری، خون کی کمی، ہضم کی خرابی، پیشاب میں نقص، مثانہ میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ منی جیسی قیمتی شے یونہی ضائع ہوتی رہتی ہے۔ ہم اپنی قیمتی اشیاء حفاظت سے رکھتے ہیں مگر منی کو، جو زندگی کا جوہر ہے، بے وجہ یا ذرا سی لذت کے لئے ضائع کرتے رہتے ہیں۔ جس سے خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

۲ یہ صحیح ہے کہ جلق اور جماع دونوں میں اخراج منی ہوتا ہے لیکن جلق کی صورت میں جو اخراج ہوتا ہے وہ زیادہ مضر اور نقصان رساں ہوتا ہے۔ کیونکہ جماع ایک طبعی امر ہے اور طبیعت کو اس کی طرف فطری میلان ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی محبوب کی موجودگی اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر طبیعت کو تازگی و لطف اور فرحت و انبساط ہوتا ہے جس سے اکثر قوت باہ میں زیادتی ہوتی ہے اور چونکہ مرد اور عورت کے آلاتِ تناسل کے باہم ملنے سے قدرت کی ایک مرضی پوری ہوتی ہے، اس لئے جماع کے بعد قلب کو تقویت، نفس کو لذت اور اعضائے تناسل کو قدرتی طور پر غذائیت حاصل ہوتی ہے اور ان فوائد کے مقابلے میں جلق کی صورت میں خجالت، پشیمانی اور پریشانی حاصل ہوتی ہے۔

۳ جماع کا صحیح تصور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب منی میں پختگی پیدا ہو کر اس کا دباؤ بڑھتا ہے۔ اس وقت اس کا اخراج اکثر باعث تقویت ہوتا ہے۔ لیکن جن کو جلق کی بدعادت ہوتی ہے وہ وقت بے وقت اپنی لذت و عادت اور بے چینی کے مطابق پے در پے جلدی جلدی جلق کے ذریعے منی کا اخراج کرتے رہتے ہیں۔ جس سے جسم کمزور اور خون خراب ہو جاتا ہے۔ گویا اس قدر خون پیدا نہیں ہوتا جس قدر ضائع ہوتا ہے۔

۴ جلق کی کثرت سے جگر و غدد اور گردوں میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے پیشاب بار بار آنا شروع ہو جاتا ہے۔

۵ کثرت جلق سے اعصاب قضیب کی جلد سوزش ناک ہو جاتی ہے۔ اس سبب سے غشائے مخاطی میں ہر وقت خون کی کثرت رہتی ہے۔

اس وجہ سے وہ ذکی الحس ہو جاتی ہے، جس سے منی اور دیگر رطوبات اکثر بہتی رہتی ہیں۔ جس کا نتیجہ انتہائی ضعف ہے۔

۶ اوعیہ منی اور خصیتین میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے جس سے سرعت انزال کا مرض ہو جاتا ہے۔

۷ عضوتناسل میں دورانِ خون کی آمد و رفت بگڑ جاتی ہے جس کا اثر دیگر اعضائے جسم پر بھی پڑتا ہے۔

۸ قضیب کے اعصاب میں خرابی کے باعث دماغ و نخاع اور نظام عصبی بگڑنا شروع ہو جاتا ہے۔

۹ جلق سے قضیب خمیدہ اور باریک ہو جاتا ہے۔ اس کو کجی کہتے ہیں۔

۱۰ جلق کی بدعادت سے قضیب کی جڑ باریک ہو جاتی ہے جس سے اس کے انتشار میں فرق آ جاتا ہے۔

۱۱ انتشار کی کمی اور انزال میں سرعت کے باعث لذت ختم ہو جاتی ہے۔

۱۲ جلق کے مریض کی قوت باہ اوّل تو ختم ہو جاتی ہے اور اگر کچھ باقی ہوتی بھی ہے تو بھی مریض شادی کے قابل نہیں رہتا۔

جلق زیادہ مضر ہے یا کثرت جماع

جلق اور کثرت جماع دونوں ہی انتہائی مضر ہیں۔ لیکن بعض حکماء و اطباء اور علماء میں اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ جلق کثرت جماع سے زیادہ مضر ہے یا کہ کثرت جماع جلق سے زیادہ نقصان رساں ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف آراء ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ جلق کثرت جماع سے زیادہ مضر ہے۔ اس کی آراء درج ذیل ہیں:

۱ جلق کرنے میں بہت سہولت ہوتی ہے اور اسی لئے آدمی اس کو جماع کی نسبت زیادہ بار کرتا ہے۔ وہ اس مقصد کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اس کو اتنی ضرورت ہے کہ چند منٹ کے لئے خلوت کی جگہ مل جائے۔ بس وہ اپنا کام کر لے گا۔ اور اگر چاہے تو دِن میں کئی بار یہ فعل بد انجام دے سکتا ہے جو جماع کی حیثیت سے نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن بھی ہے۔ اس کے برعکس گروہ کا یہ خیال ہے کہ جلق اور جماع دونوں صورتوں میں منی کا اخراج ہوتا ہے بلکہ جماع سے منی کا اخراج زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کثرت جماع جلق سے زیادہ مضر اور نقصان دہ ہے۔

۲ جلق سے اعصاب میں سوزش اور حس میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور ہر گھڑی جلق کے لئے طبیعت تیار رہتی ہے یا کر لی جاتی ہے۔ اس کے برعکس کثرت جماع میں ذکاوت حس کم ہوتی جاتی ہے اور اس کے لئے خود تیار ہونے کے ساتھ ساتھ مفعول کی بھی تسلی کرنی پڑتی ہے۔ اس کے برعکس دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ جلق میں منی کا اخراج کم ہوتا ہے اور کسی قسم کی شرمندگی بھی نہیں ہوتی۔

۳ جلق غیر فطری صورت ہے۔ اس کے عادی کی نہ صرف صحت اور اخلاق خراب ہو جاتے ہیں بلکہ وہ شادی کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عادت سے ذہن اس قدر خراب ہو جاتا ہے کہ وہ سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اس کے دِل میں کسی کی محبت اور عزت نہیں پائی جاتی اور وہ رشتہ داروں اور عوام سے عموماً دور رہتا ہے۔

دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ پیٹ کی بھوک کی طرح جنسی بھوک بھی اپنے اندر بہت شدت رکھتی ہے۔ جماع ہر جگہ میسر نہیں ہوتا لیکن جنسی بھوک کا جذبہ سکون نہیں لینے دیتا۔ اس لئے بھی جلق مفید ہے اور اس میں نقصان کم ہے۔ خاص طور پر جب ایک انسان تنہائی کے وقت اعتدال کے ساتھ انجام دے۔

اس سلسلے میں دلائل خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جلق انتہائی بدعادت ہے اور اس سے بے شمار نقصانات ہوتے ہیں اور

خاص طور پر بچوں پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اور ان میں یہ بدعادت ایک دوسرے کو دیکھ کر پڑ جاتی ہے۔ اس لئے والدین پر یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ نوخیز بچوں پر نگاہ رکھیں۔ خاص طور پر جب وہ چھپ کر کھیلیں تو ان کو گاہے گاہے خاموشی سے دیکھ لیا کریں۔ اس طرح وہ اس بدعادت سے محفوظ رہتے ہیں۔

جلق اور فطری مردانگی

شخصی فطرت میں تین اہم اوصاف پائے جاتے ہیں: انسانیت، آدمیت، بشریت۔

جس شخص میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں اس کی شخصیت مکمل نہیں ہوتی اور نہ ہی اس میں نشو و ارتقاء اور نفسیاتی کمال کی صورتیں قائم رہتی ہیں۔ انسانیت سے دوسروں کے ساتھ اُنس پیدا ہوتا ہے۔ آدمیت سے تہذیب و تمدن اور ثقافت و کردار کے جذبات کو جلا ہوتی ہے۔ بشریت سے عقل و شجاعت کے قویٰ بلند ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دوسروں کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو جلق کی عادت ہوتی ہے، ان کی شخصی فطرت بالکل برباد ہو جاتی ہے اور یہ اوصاف ختم ہو جاتے ہیں۔

مجھے اچھے پڑھے لکھے بلکہ فاضل لوگوں کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، ان میں جلق کی بدعادت سے یہ اوصاف ختم ہو گئے تھے۔ بلکہ ان میں ان اوصاف کا احساس تک باقی نہ رہا تھا۔ اس کی وجہ فطرت مردانہ کی تباہی ہے۔ یہ فطری اثرات ہیں جن کو فطرت مردانہ کے حامل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے ایک عقل مند کم عقل انسان کو سمجھ سکتا ہے۔

جب جلق کے بد اثرات شروع ہوتے ہیں تو ظاہرا طور پر جنسی خرابیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یعنی خواہش جماع اور قوت جماع ختم ہو جاتی ہے۔ اوّل خواہش جماع ختم ہوتی ہے اور بعد میں قوت جماع بگڑ جاتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر ذہنی اور عقلی قویٰ میں بھی ضعف پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے تمام جسمانی قوتیں کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جلق کرنے والے کے جسمانی قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں تو اس کو جلق کی تحریک کس طرح پیدا ہوتی ہے۔

جلق کے لئے تین محرک ہوتے ہیں۔ اوّل بد لوگوں کی صحبت میں رہنے سے جنسی جذبات بھڑکتے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی جلق شروع کر دیتے ہیں۔ دوسرے گردوں میں سوزش ہو جانے کی وجہ سے جنسی قوت پر دباؤ بڑھ جاتا ہے، جس کی فوری تسکین بغیر جلق کے ممکن نہیں ہے۔ تیسرے تصور محبوب اور حسین صورت بھی جلق کی محرک بن جاتی ہیں۔ وہ تصور میں ان سے لطف اندوز ہوتا ہے اور ان خیالی صورتوں کو پیش نظر رکھتا ہے جو اس کی خوشی یا خواہش کا باعث ہو سکتی ہیں۔ لیکن جب یہ خیالی صورتیں ان میں تحریک پیدا نہیں کر سکتیں تو اس تحریک اور لذت کے لئے فحش کتب پڑھتا ہے یا گندی تصویریں دیکھتا ہے۔ لیکن جب رفتہ رفتہ یہ صورتیں بھی تحریک اور لذت پیدا نہیں کر سکتیں تو اس کے ساتھ ہی قوت جماع بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح خواہش جماع اور قوت جماع دونوں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ شخص اپنی صحت تباہ کر کے اپنی مردانگی برباد کر لیتا ہے اور حقیقی طور پر نامرد ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ عورتوں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے اور ہمیشہ بچ کر گزرتا ہے۔ یہاں تک کہ ماں اور بہن کی محبت سے بھی دور بھاگتا ہے بلکہ گھر بھر سے دور رہتا ہے۔ اکثر اپنا وقت تنہائی میں گزارتا ہے اور تنہائی اس کو تسکین دیتی ہے۔ ایک واقعہ سنئے:

ایک نوجوان آدمی کا باپ اس کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ کسی نہ کسی بہانہ سے ٹال دیتا اور آئندہ وقت پر ملتوی کر دیتا۔ آخرکار اس نے اپنے باپ سے صاف کہہ دیا کہ مجھے جماع کی خواہش بالکل نہیں ہے اور التجا کی کہ آئندہ اسے اس بارے میں کچھ نہ کہا جائے۔ باپ بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر نہایت پریشان ہوا اور بڑی مشکل سے اس کو اس امر پر مجبور کیا کہ وہ اپنا علاج کرائے۔ وہ معالج کے پاس بغرض علاج گیا۔ پہلے لڑکے

نے درخواست کی کہ باپ دوسرے کمرے میں چلا جائے اور بعد میں صاف اقرار کرلیا کہ وہ کئی سالوں سے جلق کار رہا ہے۔ البتہ کئی دفعہ اس نے نہایت عمدگی سے جماع بھی کیا ہے۔ لیکن جب میں نے اس سارے معاملے پر کامل غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جلق میں لطف زیادہ اور تکلیف بہت کم ہے۔ اس کو جماع کی کوئی خواہش نہیں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسی طریق پر کاربند رہے جس کو اس نے اختیار کرلیا ہے۔ وہ ایسا سادا آدمی تھا کہ اس نے صاف کہہ دیا کہ یہی عمل درآمد اس کے لئے کافی ہے۔

معالج نے بڑی کوشش کی کہ اس کے ذہن میں ان تمام نتائج بد کا اثر بٹھادے جو اس کی قوت رجولیت اور ذہنی خرابی کا باعث ہو گئے ہیں۔ مگر وہ ایسی بے پروائی سے اس مضمون پر گفتگو کرتا تھا اور اس طرح اس کی تائید کرتا تھا کہ معالج کو خیال پیدا ہوا کہ اس کے دماغ میں جنون کا بھی دخل ہے اور غالباً ایک زمانہ آئے گا کہ یہ جنون اس کو بالکل مغلوب کرلے گا۔ وہ چلا گیا۔ اس کے بعد اس کا ذکر نہیں سنا گیا۔

ایک سال کے بعد معالج کیا دیکھتا ہے کہ ایک بار وہ پھر اس کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت نوجوان لڑکی تھی جس کو اس نے اپنی بیوی بتایا۔ معالج نے اس کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو ساتھ کے کمرے میں بٹھایا اور پھر معالج کے پاس تسلی سے بیٹھ کر یوں کہنا شروع کیا کہ جب وہ ان سے رخصت ہوا تو گھر جا کر معاملہ ازدواج پر اس نے بہت غور کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ کی رائے درست تھی۔ یہاں تک کہ چند مرتبہ اس نوجوان لیڈی کے پاس گیا جس سے اس کا باپ اس کو بیاہنا چاہتا تھا، لیکن وہ اپنی طبیعت کو ہرگز مائل نہ کرسکا۔ اس کے بعد وہ کئی بار رنڈیوں کے مکان پر گیا لیکن اسے جماع کرنے کی کوشش میں کبھی جراءت نہ ہوئی۔ اس کے دل میں جماع کی طرف سے سخت نفرت بیٹھ چکی تھی۔ بالخصوص ایسی عورتوں سے جنہوں نے جماع کو ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے۔

پھر اس کو خیال آیا کہ کسی ایک عورت کے ساتھ تعلق پیدا کرلینا چاہئے تاکہ اس بات کا امتحان ہو جائے کہ عورت پر قادر بھی ہوسکتا ہے یا بالکل بےکار ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک عورت کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرلیا۔ مگر چونکہ اس کے دل میں جماع کی خواہش پیدا نہ ہوئی۔ اس نے ایک ہفتہ بعد اس سے تعلق توڑ لیا۔

تھوڑا عرصہ ہوا کہ اس کو سرکس کا تماشا دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جہاں پر وہ ایک نوجوان عورت پر دفعتہً عاشق ہو گیا جو اس سرکس میں کام کرنے والوں میں شریک تھی۔ وہ گھوڑے کی پشت پر بڑی پھرتی اور دلیری سے سوار ہوتی تھی۔ اس نے اس عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرنے کی خواہش ظاہر کی جس کو اس نے سخت ناراضگی کے ساتھ نامنظور کیا۔ آخر شادی پر رضامند ہو گئی۔ چنانچہ شادی کے دن سے اس دن تک نہایت خوش اور مسرور تھا اور اپنی حالت پر خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا تھا۔

جلق اور مستورات

ذیل کے امراض عورتوں کو صرف جلق کی وجہ سے لاحق ہونا ممکن ہیں: حد درجہ کا عصبی مزاج ہونا، حد سے بڑھ کر شرم، اختلاج قلب، آواز کا کم ہونا، طاقت کا زائل ہونا، بدہضمی، دردسر، بے قاعدہ اور بے سبب درد، زرد اور بے خون چہرہ نظر آنا، حلقہ دار آنکھیں، دانتوں کا درد، درد اعصاب، بدن پر گوشت کی کمی۔

علاوہ ان کے بے شمار خفیف تکالیف کا ہونا، جو اس بدی کے شکار کو لاحق ہوتی ہیں۔ سخت عصبی امراض، صرع، ہسٹریا (اختناق الرحم)، ورم رحم، رحم کا بے قاعدہ محل وقوع، نفسانی قوٰی اور اعضاء کی سستی اور بالآخر قطعی بےکاری۔

پاک و ہند میں جب کنواری لڑکیوں کو جن بھوت اور چڑیلوں کا اثر ہوتا ہے اور مختلف صورتیں نظر آتی ہیں تو سمجھ لو کہ یہ مجلوق ہے۔ اس قسم

کی لڑکیاں شادی ہو جانے کے بعد بھی ان اثرات کے زیر اثر رہتی ہیں۔ اس قسم کی لڑکیوں اور عورتوں کی یہ اکثر عادت ہوتی ہے کہ وہ خوشی وغمی جیسے خاص موقعوں پر بے ہوش ہو جایا کرتی ہیں اور عالم بے ہوشی میں مختلف متبرک یا خوفناک صورتوں کا دیکھنا بیان کرتی ہیں۔ ایسی لڑکیوں اور عورتوں کو ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے۔ اگر ان کی مرضی کے مطابق کوئی بات نہ کی جائے تو کئی کئی دنوں تک غصے میں بھری رہتی ہیں اور غصے کی وجہ سے درد سر اور درد شکم میں مبتلا رہتی ہیں۔ جس کا اظہار وہ وہاں پر پٹی باندھ کر کرتی ہیں۔ بلکہ اکثر اپنی شدید بے چینی سے بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ یا ان کے پیٹ میں ہوا کا گولا بن جاتا ہے۔ پیٹ کا پھول جانا اور بدہضمی تو روزانہ کی بات ہوتی ہے اور ہمیشہ بھوک بند ہونے کی شکایت کرتی رہتی ہیں۔ لیکن جب کھانے کا وقت آتا ہے تو سب سے زیادہ کھانا کھاتی ہیں۔ زیادہ تر لذیذ ومقوی اور مرغن اغذیہ خاص طور پر کھاتی ہیں۔ جن میں حلوہ پوری اور پراٹھا، گھی میں تر بتر، دودھ یا بادام کی کھیر، حریرہ، مغزیات کے لڈو، اسی قسم کی کوئی اور مٹھائی کھاتی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیماری اور بھوک نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نہیں کھایا جاتا۔

ایسی لڑکیاں اور عورتیں نہ کسی اور کے گھر رہ سکتی ہیں اور نہ کسی اور کو کھاتا دیکھ سکتی ہیں۔ ہر لڑکی کے فیشن پر اعتراض اور ہر عورت کی شکل کا منہ بناتی ہیں۔ یہ سب کچھ ان کے جنسی جذبات کی شدت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر سمجھدار معالج ذرا ان کی طبیعت کو سمجھ کر علاج کرے تو ان کو بہت جلد آرام آ جاتا ہے۔

اسباب جلق

جلق پر ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں جن میں اس کے اسباب اور نتائج بھی شامل ہیں۔ تاہم اختصار کے ساتھ ان کے اسباب درج ذیل ہیں: صحبت بد اور فحش خیالات کا پرچار، کثرت شہوت، اولاد کی طرف سے بزرگوں کی غفلت، سنگ مثانہ، سوزش جگر، کرم امعاء، سوزش غلفہ، ریگ گردہ، عصبی فتور وغیرہ اسباب سے جنسی تحریکات کا احساس ہونے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے خیالات قبل از وقت اعضائے تناسل کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور پھر ادنیٰ سی تحریک پر وہ جلق کے خوگر ہو سکتے ہیں۔ اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو جہالت و ناواقفی ایک بڑا سبب اور اصل سرچشمہ اس بدعادت کے اختیار کرنے کا بن جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسانی صحت کو کسی چیز سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ اعضائے تناسل کے علم کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ قابل شرم وحیا خیال کیا جاتا ہے۔ انسان کو بدن وروح دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پھر روح کو غالب اور بدن کو مغلوب قرار دے کر اعضائے تناسل کی طرف سے ایسی چشم پوشی اختیار کر لی گئی ہے کہ گویا وہ بدن کا محض غیر ضروری حصہ ہیں ان کی طرف سے ہم بے خبر ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وہ بے خبری اور بے پروائی ہم پر نئے نئے حملے کر کے آتی ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ بچوں کو اعضائے تناسل کی تشریح اور فزیالوجی پڑھا کر ان کے نقصانات سے آگاہ کر دیا جائے۔ بلکہ والدین کو بقدر ضرورت ان بدعادات کے نقصانات کا علم ہونا چاہئے تاکہ وہ بچوں کی نگرانی کریں۔ ان میں اگر ایسے خطرناک اثرات محسوس کریں تو ان کو معالج کے پاس لے جا کر ان تحریکات کے اسباب معلوم کر کے ان کا بچپن ہی سے باقاعدہ علاج کرا دیں تاکہ وہ جلق اور اسی قسم کی دوسری بدعادات سے محفوظ رہ سکیں۔

علامات

اس مرض کے بیمار نہایت ہی پست ہمت اور بزدل ہوتے ہیں۔ چہرہ اداس، طبیعت غمگین، کاروبار سے بے پرواہ اور مجلس سے گریزاں، رنگ زرد، آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے، نہایت شرمیلا مزاج، ہر وقت آنکھیں نیچے کئے ہوئے، آنکھیں ملا کر بات چیت نہ کرنا۔ ہتھیلیوں اور تلوؤں میں سرد پسینہ، عورتوں کی صحبت سے گریزاں اور اکثر تنہائی پسند ہوتے ہیں۔

علاج بالتدبیر

پہلے اس بدعادت کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس غرض کے لئے اطباء نے کئی طریقے تجویز کئے ہیں۔ مریض کو اس عادت کا ایک ذہنی احساس ہوتا ہے، اس لئے خیال آنے پر وہ بے اختیار آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدمی کیسا ہی سمجھ دار ہو جلق کے نقصانات سے کتنا ہی واقف ہو، خیال آتے ہی بے بس ہو جاتا ہے اور کارروائی شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے رفع عادت کے لئے صرف پند و نصائح ہی کافی نہیں ہو سکتے۔

اس بدعادت سے دور رکھنے کے لئے اوّل صورت یہ ہے کہ قضیب پر آبلہ انگیز ادویہ کا ضماد لگا دینا چاہئے، تاکہ درد کی وجہ سے مریض قضیب پر ہاتھ پھیرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ دوسرے آبلہ انگیز ادویہ اعصابی ہوتی ہیں اور اعصابی ادویہ رطوبات پیدا کرتی ہیں، جن سے تناؤ اور شہوت کم ہو جاتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایسا طلا استعمال کرنا چاہئے جو اعصابی تحریکات بڑھا دیتے ہیں۔ ان کے استعمال سے آبلے تو پیدا نہیں ہوتے، مگر پھر بھی قضیب کی خارجی سطح میں ایسی تیزی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس پر ہاتھ کی رگڑ برداشت نہیں ہو سکتی۔ ایسے ضماد اور طلاؤں کے نسخہ جات علاج کے دوران بیان کریں گے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ اس بدعادت والے مردوں یا عورتوں اور خاص طور پر نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو تنہائی میں بیٹھنے کا موقعہ نہ دیا جائے اور رات کو ان کو اکیلا نہ سونے دیا جائے۔ بلکہ ہمیشہ ان کے ساتھ ان کا کوئی بزرگ بھی سوئے۔ وعظ و نصیحت سے ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا کیا جائے۔ خاندانی وقار کو بیدار کیا جائے اور اس امر پر زور دیا جائے کہ اس عادت بد سے آئندہ خاندانی نام و نمود کے ساتھ اولاد کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مریض کو صحت کے تباہ ہو جانے اور آئندہ خطرناک امراض کی پیدائش کا یقین پیدا کیا جائے اس طرح رفتہ رفتہ وہ ذہنی طور پر بھی اس مرض سے دور رہنا قبول کر لیتا ہے۔

جب اس بدعادت کی طرف سے مریض کے دل میں نفرت پیدا ہو جائے اور دل سے اپنی اصلاح کی طرف مائل ہو تو پھر اس میں طبعی جنسی قوت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اس میں جماع کی رغبت بیدار ہو جائے۔ بعض معالج خصوصاً فرنگی طب کے حاملین قاطع باہ ادویہ استعمال کرا کے جنسی جذبہ کو ختم کر دیتے ہیں۔ جس سے مریض کی جسمانی صحت متاثر ہو کر خراب ہو جاتی ہے۔ مخدرات و مسکنات کا استعمال یقیناً نقصان پیدا کرتا ہے۔

ادویات کے استعمال سے قبل مریض کی روزانہ زندگی باقاعدہ کریں جیسے: صبح جلد اٹھنا، سیر کرنا، روزانہ غسل کرنا، اگر ہلکی ورزش کی عادت ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے، عبادت اور مذہبی کتب کے مطالعہ کی عادت ڈالی جائے، غذا وقت مقرر پر لینا، بھوک شدید نہ ہو تو غذا میں ناغہ کر لینے کی عادت ڈالنا، روزانہ ناشتہ میں مکھن یا دودھ گھی کا استعمال، دوپہر کے کھانے میں پھل اور سبزیوں کا زیادہ استعمال کرنا، اناج وغیرہ بہت کم کھانا، تاکہ غذا جلد ہضم ہو جایا کرے، رات کے کھانے میں ہلکی اور زود ہضم اغذیہ ہونی چاہئیں، کاروبار میں دل جمعی، اچھے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا جہاں پر دوسروں کی خدمت خصوصاً ملکی و قومی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ یاد رہے کہ دوسروں کی خدمت کا جذبہ اعصاب میں زندگی پیدا کرتا ہے۔

58-B-2

حلوہ مقوی اعصاب

نسخہ: مربہ گاجر ایک سیر، کھویا نصف سیر، الائچی خورد ایک تولہ، گھی حسب ضرورت لیں۔

ترکیب: اوّل مربہ گاجر باریک پیس لیں۔ پھر اس میں کھویا ملا لیں۔ پھر اندازاً کچھ گھی دیگچی میں ڈال کر اس میں الائچی خورد پیس کر ڈال دیں اور آگ پر رکھ دیں۔ جب الائچی قدرے سرخ ہو جائے تو اس میں مربہ گاجر اور کھویا ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب مربہ گاجر اور کھویا سرخ ہو جائیں تو اس وقت اس میں اس قدر گھی اور ڈال دیں کہ جس میں حلوہ تربہ تر ہو جائے۔

مقدار خوراک: ایک چھٹانک صبح و شام ہمراہ نیم گرم دودھ استعمال کریں۔

فوائد: اعصابی عضلاتی مقوی، اعصاب و دماغ کو طاقت دیتا ہے۔ جسم میں صالح رطوبت پیدا کرتا ہے۔ ذکاوت حس کو دور کرتا ہے۔ جگر اور گردوں کی سوزش کو کم کرتا ہے۔ دِل کو فرحت بخشتا ہے۔ رنگت کو صاف اور جسم کو موٹا کرتا ہے۔ جس کو جلق کی بدعادت ہو ان کے لئے بہت مفید ہے۔

مٹھائی مقوی اعصاب

نسخہ: ناریل ایک سیر، مغز بادام نصف سیر، گوند کیکر نصف سیر، گھی ایک پاؤ، چینی دو سیر، پانی ایک سیر۔

ترکیب: اوّل ایک دیگچی میں گھی ڈال کر آگ پر رکھیں۔ اس میں گوند کیکر ڈال کر چمچہ ہلاتے رہیں۔ یہاں تک کہ گوند پھول جائے۔ ٹھنڈا ہونے پر اس کو پیس لیں۔ ناریل اور بادام کو بھی پیس کر گوند میں ملا لیں۔ پھر چینی میں پانی ڈال کر آگ پر رکھیں۔ جب دو تار کا قوام بن جائے تو آگ پر سے اتار لیں اور فوراً ہی اس میں وہ مرکب ملا کر کسی تھال میں ڈال لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر ٹکڑے کاٹ کر رکھ لیں۔

مقدار خوراک: آدھی چھٹانک سے ایک چھٹانک تک نیم گرم دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

فوائد: (اعصابی عضلاتی مقوی) جگر و گردوں اور مثانہ کی سوزش کو کم کرتا ہے۔ نیا خون اور صالح رطوبت پیدا کرتا ہے۔ ضعف قلب کو بے حد مفید ہے۔ ذکاوت حس کو دور کرتا ہے۔ اعصاب و دماغ اور حواس خمسہ خصوصاً آنکھوں کو طاقت بخشتا ہے۔ رنگت کو صاف اور جسم کو موٹا کرتا ہے۔ جن کو جلق کی بدعادت ہو اس کا استعمال اس بدعادت سے دور رکھتا ہے۔

سفوف مقوی اعصاب

نسخہ: زیرہ سفید، کشنیز مقشر، خشخاش، تخم تربوز مقشر، تخم خربوزہ مقشر، خیارین مقشر اور چینی سب چیزیں ہم وزن لے لیں۔

ترکیب: سب کو کوٹ کر سفوف تیار کر لیں۔

مقدار خوراک: ایک تولہ سے تین تولہ تک ہمراہ دودھ نیم گرم استعمال کریں۔

فوائد: (اعصابی عضلاتی مقوی) اس میں بھی مندرجہ بالا خواص پائے جاتے ہیں۔

طلاء آبلہ انگیز

نسخہ: روغن کنیر، روغن ترب ہر دو ایک ایک پاؤ، روغن جمال گوٹہ ایک تولہ، موم نصف پاؤ۔

ترکیب: پہلے موم کو کسی برتن میں آگ پر رکھ کر گرم کریں۔ جب موم پگھل جائے تو اس میں باقی روغن ملا لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار استعمال: ضرورت کے مطابق تھوڑا سا لے کر حشفہ اور نیچے کی نالی چھوڑ کر باقی جسم قضیب پر لیپ کر دیں۔ مالش کی ضرورت نہیں۔

روزانہ ایک بار رات کو کافی ہے۔ چند دنوں میں دانے نکل آئیں گے۔ جن سے ایک طرف قضیب کو طاقت آئے گی، کجی دور ہو جائے گی اور جلق کی عادت ختم ہو جائے گی۔

طلاء آبلہ انگیز شدید

شیر عشر، شیر تھوہر دونوں ہم وزن ملا کر مسلسل ایک گھنٹہ کھرل کر لیں۔ بس تیار ہے۔ (اعصابی غدی شدید) فوائد کے لئے بے انتہائی مفید ہے۔

مقدار استعمال: ضرورت کے مطابق مندرجہ بالا طریق پر استعمال کریں۔ کجی و دبلا پن اور لمبائی میں کمی ہو گئی ہو تو اس کا استعمال بے حد مفید ہے۔ اس کے استعمال سے قضیب پر آبلے اُبھر آئیں تو دوا لگانا ترک کر دیں۔ یہ آبلے خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔ جلق کی عادت کو روکنے کے لئے مفید ہے۔ اگر آبلوں کی تکلیف زیادہ ہو اور اس کو روکنا مقصود ہو تو روغن کنجد ایک چھٹانک میں پانچ ماشے ست اجوائن شامل کر کے ان پر دن میں دو تین بار لگائیں۔ آبلے بھی رفع ہو جائیں گے اور طاقت بھی قائم رہتی ہے۔

طلاء مقوی شاہی

نسخہ: عطر گلاب، عطر حنا، عطر مشک، ایک ایک حصہ، روغن صندل (اگر میسوری ہو تو بہتر ہے) پانچ حصے۔

ترکیب: سب کو ملا لیں۔ تیار ہے۔

مقدار خوراک: (اعصابی عضلاتی مقوی) ضرورت کے مطابق حشفہ اور نیچے کی نالی چھوڑ کر قضیب پر ہلکے ہلکے مالش کریں۔ اس سے آبلے نہیں نکلتے۔ اس سے کجی و کمزوری اور دُبلا پن دور ہو جاتا ہے۔

جریان

جریان کے معنی کسی رقیق مواد کا بہنا ہے۔ طبی اصطلاح میں عام طور پر منی کے بلاارادہ یا بلا ضرورت بہنے کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو جریان منی کہتے ہیں۔ اس کو سیلان منی بھی کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کو اسپرمے توریا کہتے ہیں۔ جو دو یونانی الفاظ سے مرکب ہے۔ ایک لفظ سپرم ہے۔ جس کے معنی تخم یا بیج کے ہیں اور دوسرا لفظ توریا ہے جس کا معنی بہنا ہے۔ چونکہ منی جسم انسان میں تخم یا بیج کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے اس کو جریان منی کہتے ہیں۔ عام لوگ اس کو دھات بہنا کہتے ہیں۔ چونکہ منی کا عام طور پر اخراج بوقت مباشرت ہوتا ہے۔ جس کو انزال (گرنا) کہتے ہیں۔ مگر جریان کی صورت میں منی بغیر مباشرت، بغیر خواہش، بغیر ارادہ اور اکثر بغیر انتشار کے اخراج پا جاتی ہے بلکہ بہہ جاتی ہے جو اکثر سیلان کی صورت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو جریان منی کہتے ہیں۔ ضعف باہ کی چوتھی قسم جریان منی ہے۔ پیشاب و پاخانے کے وقت پیشاب سے قبل یا پیشاب کے ساتھ یا پیشاب کے بعد جب کوئی سفید مادہ خارج ہوتا ہے اس کو عام طور پر جریان منی کہتے ہیں ں اس کے علاوہ شہوانی خیالات یا کپڑے کی رگڑ کی صورت میں بھی اکثر جریان کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بعض اطباء سرعت انزال اور احتلام کو بھی جریان منی میں شمار کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں علامات جریان سے بالکل جدا ہیں۔ سرعت انزال کی علامات اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب عمل مباشرت میں بہت جلد انزال ہو جائے۔ یہ حالت انزال ہے، جریان یا سیلان نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس میں عمل و ارادہ اور خواہش کو بھی دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح احتلام کی علامت اس حالت میں پیدا ہوتی ہے جب مریض کو حالت خواب میں انزال ہو جائے۔ اس میں اگرچہ لذت اور خواہش نہیں ہوتی مگر یہ بھی صورت انزال ہوتی ہے۔ اس لئے احتلام بھی جریان منی

سے ایک مختلف حالت اور علامت ہے۔ ان تینوں کے اسباب اور علامات بھی جدا جدا ہیں۔ جن کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی۔

جریان منی کی طرح دو رطوبتیں اور بھی اخراج پاتی ہیں۔ عام طور پر ان کا اطلاق بھی جریان منی پر کر دیا جاتا ہے۔ مگر یہ دونوں رطوبتیں دراصل منی سے جدا ہیں۔ اگرچہ ان دونوں کے رنگ بھی سفید ہوتے ہیں مگر دونوں منی سے علیحدہ شمار ہوتی ہیں۔ ان میں ایک رطوبت کا نام مذی ہے اور دوسری رطوبت کو ودی کہتے ہیں۔ مذی ایک ایسی لطیف شے ہے جو لذت کے وقت اخراج پاتی ہے۔ عام طور پر جذبہ مباشرت اور لذت کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کے اخراج کی حقیقت یہ ہے کہ منی کے اخراج کے وقت اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ منی کے اخراج کی صورت میں پیشاب کی نالی تر رہے تاکہ منی کی حدت سے پیشاب کی نالی میں رکاوٹ یا سوزش نہ پیدا ہو جائے۔ جس سے نقصان کا خدشہ ہوتا ہے۔ عام لوگ اس کو بھی منی خیال کرتے ہیں اور اس کی زیادتی کو بھی باعث نقصان خیال کرتے ہیں۔ اس کے کثرت اخراج میں کچھ نہ کچھ نقصان تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت میں اس سے کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا۔ اس کا اخراج ایک فطری امر ہے، کیونکہ جب تک ایک شخص حالت لذت میں رہے گا، اس وقت تک مذی کا اخراج جاری رہے گا۔ جو لوگ ضرورت کے خلاف زیادہ وقت لذت میں صرف کرتے ہیں، ظاہر ہے اس سے رطوبت کا اخراج زیادہ ہوگا، گویا اس کی زیادتی ہر شخص کے جذبات کی زیادتی اور حصول لذت پر منحصر ہے۔ اسی طرح بعض لوگ حسن و عشق اور لطف و محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح غیر شعوری طور پر ان کے جذبات لذت سے بھڑکتے رہتے ہیں جن سے ان میں اس رطوبت کی پیدائش اور اخراج بڑھ جاتی ہے۔ بعض دفعہ کثرت جذبات سے اس کا اخراج بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔ جس کے نتائج اکثر خراب ظاہر ہوتے ہیں۔

دوسری رطوبت ودی ہے جو پیشاب کے وقت فطری طور پر اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ پیشاب کی نالی کو تر رکھے اور نالی میں پیشاب کی جلن اور تیزابیت کا احساس نہ ہو۔ جب بھی پیشاب میں حدت اور تیزابیت پیدا ہوتی ہے تو اس رطوبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے جلن اور سوزش دور ہو جاتی ہے۔ بہرحال یہ دونوں رطوبتیں منی سے بالکل جدا ہیں۔

جنسی لذت

لذت بھی ایک جذبہ ہے جس طرح مسرت اور غم غصہ انسانی جذبات ہیں۔ جب انسان میں کوئی جذبہ شدت یا تسلسل اختیار کرتا ہے تو اس کا اثر دل و دماغ اور جگر پر پڑتا ہے۔ اس سے دورانِ خون میں اس طرف تیزی ہو جاتی ہے۔ اگر دورانِ خون میں یک بیک شدت پیدا ہو جائے تو اکثر موت واقع ہو جاتی ہے۔ خوشی و مسرت ایک اچھا جذبہ ہے۔ لیکن اس کی شدت سے بھی موت واقع ہو جاتی ہے۔ جس کو شادی مرگ کہتے ہیں۔ اسی طرح غم مرگ اور خوف مرگ واقع ہو جاتے ہیں لیکن جب کسی جذبہ میں شدت نہ ہو مگر تسلسل ہو تو اس سے اس عضو کی طرف دورانِ خون اکٹھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے وہاں پر خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

یہی صورت جذبہ لذت کے حصول میں بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ جذبہ جنسی لذت کے تحت ہو یا کسی اور لذت کے تحت۔ بہرحال دورانِ خون پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ اس میں شدت ہو تو اس کا نقصان فوراً ظاہر ہو جاتا ہے اور اگر اس میں تسلسل ہو تو اس کا نقصان رفتہ رفتہ پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات بہت خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن میں جریان و سیلان الرحم اور ذیابیطس و خارش قابل ذکر ہیں۔ جب تک جذبہ لذت ختم نہ ہو ایسے امراض سے چھٹکارا پانا مشکل ہو جاتا ہے۔

مرد ہو یا عورت، ان کی خواہشات میں مسرت اور لذت کو بہت دخل ہے۔ وہ شب و روز ان کے حصول میں جدوجہد اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے جنسی لذت کے علاوہ کھانے پینے میں لذت، زیور و کپڑے میں لذت، مکان و سجاوٹ میں لذت، پھلوں، پھولوں میں لذت، سیر تماشوں میں لذت، نغمہ و سرود میں لذت، یہاں تک کہ شراب اور رقص میں لذت۔ یہ ہر قسم کی مسرتیں اور لذتیں

کبھی کبھار تو برداشت ہو جاتی ہیں لیکن ہمہ وقت مسرت ولذت کے چکر میں پڑے رہنا سخت نقصان رساں ہے۔ اس سے دیگر امراض کے علاوہ ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدرت فطری طور پر انسان کو غم وغصہ اور خوف وندامت کے اثرات کا احساس دلاتی رہتی ہے تاکہ مسلسل ایک ہی جذبہ زندگی کے لئے نقصان کا باعث نہ بن جائے۔ یاد رکھیں کہ خود پرہیزگاری ہی انسان کو ہر جذبہ کی شدت اور تسلسل سے محفوظ کر سکتی ہے۔

بچوں سے لاڈ کرنا بھی ایک خاص قسم کی لذت ہے۔ اس سے بچوں اور ماں باپ بلکہ بہن بھائیوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ لاڈ کو غلطی سے پیار سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ لاڈ اور پیار میں بہت فرق ہے۔ لاڈ غیر فطری صورت ہے جو صرف بچے کی مرضی کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ جو اس کی ایک لذت کے جذبہ کی تکمیل ہے جس سے دورانِ خون ایک خاص جانب دورہ کرتا ہے۔ اور نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ لیکن پیار ایک فطری صورت ہے جس میں اس اخلاق اور کردار حسنہ کی تکمیل مدنظر ہوتی ہے۔ اس لئے اگر بچہ کوئی ناجائز اور غلط قسم کی ضد کرے تو یہ اس کی لذت ہے۔ اس کا قائم رہنا اس کی صحت اور زندگی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جو ماں باپ اور بہن بھائی اس کی غلط مرضی اور ضد پورا کرتے رہتے ہیں وہ بھی اسی لذت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جریان اور فرنگی ماہرین کی رائے

طب یونانی کا دعویٰ ہے کہ فرنگی طب (ڈاکٹری) و ماہرین جنسی امراض میں ناکام ہیں۔ ہم نظریہ مفرد اعضاء کے تحت اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی فرنگی ڈاکٹر جنسی امراض کی نہ حقیقت سے آگاہ ہیں اور نہ ہی اس کے علاج سے صحیح طور پر واقف ہیں۔ جہاں تک ان کے علاج کا تعلق ہے وہ صرف علاماتی ہے۔ یعنی پیدا شدہ علامات کو روکنا ہے۔ نہ کہ اصل امراض کو سمجھنا اور مدنظر رکھنا۔ جہاں تک علامات کو رفع کرنے کا تعلق ہے وہ بھی صرف تسکین وتخدیر کی حد تک ہے جو امراض وعلامات کی ابتدائی حالت تک تو مفید ہو سکتی ہے لیکن ان کی انتہا اور شفا کے لئے اور خاص طور پر سوزش کی حالت میں تحلیل کے بغیر شفا ناممکن ہے۔ ذیل میں فرنگی ماہرین کی آراء پر غور کریں اور ان کی بے بسی کا اندازہ لگائیں۔

قدیم مذہبی کتب سے اس مرض کا پتہ لگتا ہے۔ کیونکہ ان کی شریعت میں مریضان جریان کے لئے احکامات موجود ہیں۔

طب یونانی کی کتابوں (بقراط کی تصنیفات) میں اس مرض کا پتہ چلتا ہے اور بقراط حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو برس پیشتر گزرا ہے۔

ڈاکٹری کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرض پندرھویں صدی کے آخر تک بڑے بڑے طبیبوں کو بھی بخوبی معلوم نہ تھا۔ ان لوگوں کی کتابوں میں اس کا ذکر تو موجود ہے مگر قابل اطمینان بیان نہیں ہے۔

ڈاکٹر ہنٹر کے زمانہ تک اس مرض کے بارے میں حکماء کو سکوت رہا مگر اس وقت ان کی توجہ اس کی طرف زیادہ تر مائل نہ ہوئی۔

ہاں! البتہ ڈاکٹر لیلیے منڈ نے اپنا بہت سا قیمتی وقت اس کی تحقیق اور تفتیش میں صرف کیا اور کئی مریضوں کے حالات ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھے ہوئے جمع کئے ہیں۔

سب سے زیادہ عام سبب اس مرض کا اعضائے تناسل کا ذکی الحس ہونا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سوائے کثرت منی کے دوسرے اسباب کا عمل اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اعضائے تناسل کی حس پہلے سے زیادہ ہو گئی ہو۔ یہ حس کئی طرح زیادہ ذکی ہو جاتی ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً اوّل کثرت جماع جس سے تمام جسم خصوصاً آلاتِ تناسل ضعیف ہو جاتے ہیں اور منی چونکہ جلدی جلدی پیہم بنتی اور خارج ہوتی رہتی ہے تو اس سبب سے خصیتین جن میں منی بنتی ہے اور اوعیہ منی جن میں منی بن کر جمع ہو جاتی ہے اور وہاں سے خارج ہوتی ہے، بہت ہی کمزور اور ذکی الحس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حرام مغز اور اعصاب پر صدمہ پہنچنے سے اعضائے مذکور کا فعل خراب ہو جاتا ہے۔ پس جملہ نظام عصبی میں جو باہ سے تعلق

رکھتے ہیں حسیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ تحریک سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ ان سے جس طرح بن پڑے فوراً کارِ مفوضہ کو سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر قبض کی وجہ سے ذرا سا بھی دباؤ کباۃ المنی پر پہنچے یا مقعد میں کسی نوع کا خراش یا محض نام کو ہی شہوت انگیز خیالات سے دغدغہ ہو تو منی فوراً خارج ہونے لگتی ہے۔

دوسرا بڑا سبب اس ذکات حس کا جلق ہے جس سے نائزہ کی ساخت بگڑ جاتی ہے۔ اس کے اندر ہر وقت امتلائے دم اور خفیف ورم رہتا ہے۔ اس کا منہ سرخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ پیشاب بار بار آتا ہے۔ منی کی اصلیت بھی خراب ہو جاتی ہے اور چونکہ وہ اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہتی، اس سبب سے کباۃ المنی اس کو ایک اجنبی جسم سمجھ کر اور بھی جلدی جلدی خارج کرتے ہیں۔ جلق سے اور کیا کچھ مضر نتائج پیدا ہوتے ہیں اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

تیسرا سبب اس تیزی کا اغلام ہے۔ اغلام کے علاوہ ان مضار کے جو جلق سے حاصل ہوتے ہیں یا کثرت جماع سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک اور خرابی یہ ہوتی ہے کہ مقعد کے گرد کے عضلاتی ریشے جو مانع دخول ہوتے ہیں ان کے سبب سے حشفہ کو زیادہ صدمہ پہنچتا ہے۔ نائزہ کا منہ کشادہ ہو جاتا ہے اور اس کی ساخت خراب ہو جاتی ہے۔

یونانی طبیبوں نے اس کے چھ اسباب بیان کیے ہیں۔ اوّل کثرت منی بہ سبب کثرت تناول مولدات منی۔ دوم حدت و حراقت منی کہ اس کے لذع کی وجہ سے طبیعت اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ سوم استرخائے ادعیہ منی بہ سبب برودت و رطوبت کہ جس کی وجہ سے اس کا ماسکہ ضعیف ہو جائے اور منی کو محفوظ کر سکے۔ چہارم تشنج ادعیہ منی۔ پنجم ضعف گردہ یا اس کی چربی کی شدت حرارت و شہوت یا کثرت جماع کی وجہ سے گلنا۔ ششم تصور جماع، استماع سخن جماع۔

ویدک طبابت کے طبیب جریان کے اسباب یوں لکھتے ہیں کہ زیادہ بیٹھنا، بہت سونا، نیا پانی پینا، بکرا بھیڑ، قند سیاہ، بہت شیریں چیزیں، بہت دہی اور بلغم پیدا کرنے والی خلاف طبیعت چیزیں، شراب کا بکثرت پینا وغیرہ۔ اس مرض کو پرمیہ کہتے ہیں اور تین طرح کے پرمیہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ جریان منی کو شکر پرمیہ لکھا ہے اور یہ علامت لکھی ہے کہ اگر منی سمیت پیشاب کرے اس کو شکر پرمیہ کہتے ہیں اور اس کا علاج یوں لکھا ہے کہ دوب، دوریا، بیج ڈایا، سالو کا چھلکا ان کا کاڑھا پیئے تو شکر پرمیہ اور خون کا پرمیہ جاوے۔

علامات جریان منی اس بگڑی ہوئی حالت کا نام ہے جو کثرت اخراج منی سے لاحق ہوتی ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ یہ وہ حالت جس کو کثرت اخراج منی کا نتیجہ خیال کرنا چاہیے۔ پس اس کے علاوہ وہ ہوں گی جو بکثرت اخراج منی کا نتیجہ سمجھی جا سکتی ہیں۔ یہ علامات دو حصوں میں منقسم ہو سکتی ہیں۔ اوّل علامات ابتدائی۔ دوم علامات انتہائی۔ ابتدائی علامات جو شروع مرض میں پائی جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

اخراج منی بلا ارادہ

اس میں منی بلا ارادہ خارج ہوتی رہتی ہے۔ اس اخراج کی دو اقسام ہو سکتی ہیں۔ اوّل بہ اعتبار وقت کے:

1. اخراج منی رات کے وقت ہوتا ہے۔
2. اخراج منی دن کے وقت ہوتا ہے۔
3. اخراج منی دونوں وقت دن کو بھی اور رات کو بھی ہو سکتا ہے۔

دوم بہ اعتبار حالات کے۔ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً:

۱ اخراج منی کم و بیش شہوت اور نعوظ کے ساتھ ہوتا ہے یا بلا شہوت۔

۲ انزال بے خبری کی حالت میں ہوتا ہے یا اس وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔

۳ بعد اخراج منی ضعف و سستی پیدا ہوتی ہے یا راحت و سکون ہوتا ہے۔

قسم اوّل کی تینوں صورتیں

صورت اوّل یہ کہ رات کو اخراج منی بلا ارادہ ہو جاتا ہے۔ عموماً رات کے آخری حصے میں جب کہ آدمی نیم خوابی کی حالت میں ہوتا ہے اور چت لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس وقت اخراج منی ہو جاتا ہے۔ اس کو انگریزی میں ناکٹرنل امیشن کہتے ہیں اور عربی میں اس کا نام احتلام ہے۔ اب احتلام کے وقفوں میں اور تعداد میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض آدمیوں کو ہر شب میں یا ہر ہفتے میں یا ہر مہینے میں ایک بار احتلام ہو جاتا ہے۔ بعضوں کو ہر شب، ہر ہفتے یا ہر مہینے کئی بار احتلام ہو جایا کرتا ہے۔ جیسے جیسے جلدی جلدی احتلام ہوتا ہے ویسے ہی اس کی مضر بھی زیادہ ہوتی ہیں۔

جریان کے اسباب

اکثر وہ حالات جن سے اعضائے تناسل کی طرف توجہ مائل رہے۔ جن سے ان اعضاء میں تنبیہ و انتعاظ زیادہ پایا جائے۔ مثلاً کثرت جماع، جلق وغیرہ کا عادی و خوگر ہونا یا عشق انگیز قصوں اور کتابوں کا پڑھنا جس سے ہر وقت اعضائے تناسل متحرک حالت میں رہتے ہیں۔ ادنیٰ سی تحریک سے وہ نہایت سخت متاثر ہو جایا کرتے ہیں اور جھٹ منی خارج کرتے ہیں۔ عشقیہ خیالات سے رات کو خوابیں بھی عشق انگیز آتی ہیں۔

علامات جریان

جب مباشرت کے بغیر بلا خواہش منی کا اخراج خود بخود ہو تو یہ جریان منی یا سیلان منی کی سب سے بڑی علامت ہے۔ اخراج عام طور پر پیشاب و پاخانے اور جذبات کی شدت کے وقت ہوتا ہے۔ مگر جب جریان کا مرض بڑھ جاتا ہے اور اعضائے مخصوصہ زیادہ ذکی الحس ہو جاتے ہیں تو پائجامہ وغیرہ کی رگڑ سے، کسی خوبصورت شکل کو دیکھنے یا تصورات سے بھی اخراج کا مرض ہو جاتا ہے۔ جب مرض میں کچھ مدت گزر جاتی ہے تو ذیل کی علامات پیدا ہوتی ہیں:

ضعف و نقاہت کے آثار مثلاً کمزوری تھکان، دماغی محنت کا نہ ہو سکنا۔ خیالات کا منتشر رہنا، توجہ کا کسی خاص امر پر منعکس نہ ہونا۔ تھوڑا سا چلنے سے پنڈلیوں میں کمزوری کا پایا جانا۔ صبح بستر سے بیدار نہ ہو سکنا۔ سر کا بوجھل رہنا، نسیان کا لاحق ہو جانا۔ جب ان علامات میں شدت پیدا ہو جاتی ہے تو ذیل کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں، جیسے: محنت کا کوئی کام مریض سے نہیں ہو سکتا۔ محنت کسی قسم کی ہو، جسمانی ہو یا دماغی ہو، تھوڑا سا کام کر کے اس کو دم چڑھ جاتا ہے۔ خیالات درست نہیں رہتے۔ اس کے خیالات اکثر پریشان اور غیر منظم ہوتے ہیں۔ حافظہ کمزور اور قوت فیصلہ بے کار ہو جاتی ہے۔ سر میں گاہے درد اور گرانی رہتی ہے۔ کمر و پشت اور پیٹ و سینہ میں اکثر عصبی درد رہتا ہے۔ ہاضمہ خراب، ڈکاریں اور نفخ رہتا ہے۔ نیند نہیں آتی اور اگر آتی ہے تو اس سے نہ راحت معلوم ہوتی ہے اور نہ تھکن اترتی ہے۔ خوابیں ڈراؤنی آتی ہیں۔ رفتہ رفتہ مثانہ میں خراش، مقعد و حشفہ اور احلیل میں جلن معلوم ہوتی ہے۔ ریڑھ پر چیونٹیاں چلتی معلوم ہوتی ہیں۔ رانوں اور جنگاسوں کے عضلات میں درد، پنڈلیوں میں کپکپی رہتی ہے۔ نگاہ اور سماعت میں کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔ جلد کا رنگ زرد و سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ انثیین میں ہلکا ہلکا درد ہوتا ہے۔ دقت تنفس، چڑچڑاپن، پاؤں کے تلوؤں میں جلن، عام بدنی لاغری اور کمزوری روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور آخر کار قوت باہ برباد ہو جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ اس مرض میں جسمانی

اور جنسی کمزوری کے علاوہ دردِ سر دائمی، سر چکرانا، ضعف بصارت، ضعف سماعت، مرگی، جنون، ضعف ہضم، مزمن اور دق وسل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ ایک خوفناک مرض ہے کہ اس کا علم بعض اوقات مریض کو نہیں ہوتا اور یہ اپنا کام کر جاتا ہے۔

تشخیص مرض

جب کوئی مریض علاج کے لئے آئے اور وہ خود جریان اور جنسی کمزوری کا ذکر نہ کرے لیکن نبض وقارورہ اور چہرے پر اس کے آثار اور علامات ظاہر ہوں تو معالج کو اس مرض کی تشخیص کرنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اکثر مریض خصوصاً نوجوان اس مرض کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے۔ دوسرے بعض مریض واقف ہوتے ہیں لیکن شرم کی وجہ سے بیان نہیں کرتے اور بعض مریضوں نے خود بری عادتوں میں پڑ کر اپنا نقصان کیا ہوتا ہے۔ اس لئے ان میں بیان کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ یہ صرف معالج کا کام ہے کہ جب بھی وہ کسی ایسے مریض کو دیکھے کہ پہلی تشخیص کے بعد مریض کو سمجھا دے کہ وہ کسی برے مرض میں گرفتار ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مریض کسی اور مرض میں گرفتار ہوتا ہے اور اس کے ساتھ جریان کی علامت بھی پائی جاتی ہے۔ مگر مریض جس مرض میں گرفتار ہوتا ہے وہ اس کی تکلیف سے خلاصی نہیں پا سکتا اور نہ ہی کسی اور علامت یا مرض کی طرف توجہ دے سکتا ہے۔ یہ فرض معالج کا ہے کہ وہ اپنی تشخیص میں اس مرض کو معلوم کرے اور اس امر کا یقین کر لے کہ پہلے جریان کا علاج ضروری ہے یا اس مرض کا جس میں مریض مبتلا ہو چکا ہے۔

صرف ایک مرض

یاد رکھیں کہ کسی مریض کو بیک وقت دو تین یا چار اس سے زیادہ مرض نہیں ہو سکتے۔ ہمیشہ ایک وقت میں ایک ہی مرض ہوتا ہے۔ باقی سب اس کی علامات ہوتی ہیں۔ البتہ بعض اوقات علامات یا کوئی ایک علامت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ مریض اور نادان معالج اس کو ہی مرض تصور کر لیتا ہے۔

اچھی طرح یاد رکھیں کہ تشخیص اسی علم کا نام ہے کہ مرض اور علامات کو جدا جدا کیا جائے تاکہ علاج میں آسانی اور یقینی صورت پیدا ہو جائے۔ اس طرح مرض اور علامات جلد سے جلد رفع ہو جاتی ہے۔

تشخیص کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مریض کی تمام علامات کا غور سے مطالعہ کرنے کے بعد مرض کا تعین کر لیا جائے اور پھر یہ یقین کر لیا جائے کہ تمام علامات واقعی اس مرض کی ہیں۔ اس تشخیص کا نتیجہ حیرت انگیز ہوگا یعنی اسی وقت سے مریض کا مرض اور تمام علامات رفع ہونا شروع ہو جائیں گی۔ مرض چاہے بیس سال پرانا ہو، صحیح تشخیص سے لوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دوا تو رہی ایک طرف صحیح غذا کے استعمال سے ہی اسی روز مرض اور تمام علامات کم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور چند لمحوں میں آرام کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو ممبر بھی دواخانہ تشریف لائے ہیں، انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ کرشمے اور جادوگری دیکھی ہے۔ اس لئے بعض ممبر معالجین نے یہاں پر ایک ایک دو دو ماہ لگا کر اس فن کو حاصل کیا ہے۔ اس تشخیص میں زیادہ تر معالج کو نظریہ مفرد اعضاء اور اس کے ماتحت نبض وقارورہ اور چہرہ و جسم کی علامات سے تشخیص کی تعلیم دی جاتی ہے۔

بہر حال یہاں پر یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صحیح تشخیص کے بعد فوراً ہی ہر مرض اور اس کی علامات رفع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر یاد رکھیں کہ بغیر تشخیص کے صرف مریض کی حقیقت پر علاج کرنا حکمت نہیں عطائیانہ پن ہے، بلکہ گناہ ہے۔

جریان کا اصول علاج

یاد رکھیں کہ اصول علاج کا مقصد یہ ہے کہ ہر مرض کے علاج میں جو چند اصول مقرر کیے گئے ہیں، علاج ان کے تحت کیا جائے۔ کیونکہ بے مقصد دوائیں استعمال کرنا بے معنی ہوتا ہے بلکہ بعض دفعہ صحیح تجویز و نسخہ اور دوائیں بھی مفید ثابت نہیں ہوتیں۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جریان ان امراض میں سے ایک ہے جن میں اکثر معالج ناکام رہتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو اکثر غلط سمجھا گیا ہے اور اس کے علاج میں بھی اس لئے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ورنہ جریان کا علاج مشکل نہیں ہے لیکن اصولِ علاج کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ جریان کے علاج میں یہ اصول ذہن نشین کرلیں: ذکات حس کا دور کرنا، صحیح غذا دینا۔

ذکات حس کا دور کرنا

ذکاوت حس کے معنی ہیں احساسات میں تیزی۔ یہ اصطلاح خصوصاً جنسی تحریک کے لئے بولی جاتی ہے۔ بعض معالج اور اکثر عوام اس حالت کو جسم میں گرمی کی زیادتی خیال کرتے ہیں۔ لیکن ایسا خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسم میں جس قدر بھی احساسات پیدا ہوتے ہیں ان کا تعلق اعصاب سے ہے اور جسم میں جس قدر بھی حرکات عمل میں آتی ہیں ان کا تعلق عضلات سے ہے اور جسم میں جس قدر رطوبات کا اخراج اور بندش ہے اس کا تعلق غدد کے ساتھ ہے۔ البتہ اس حقیقت کو ذہن نشین کرلیں کہ اعصاب میں جب تحریک پیدا ہوتی ہے تو غدد سے رطوبات کا اخراج شروع ہو جاتا ہے اور جب عضلات میں تحریک ہوتی ہے تو رطوبات کے اخراج میں بندش آ جاتی ہے جس کو ہم نزلہ کے نام سے بیان کر چکے ہیں۔ جو معالج ہیں حقیقت کو ذہن نشین کرلیں گے وہ ہر قسم کے رطوبات کے اخراج اور بندش کا علاج کر سکتے ہیں۔

ذکات حس کے علاج میں غلطی

ذکات حس کے متعلق یہ تصور عام ہے کہ گرمی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا علاج اکثر مبردات و مسکنات اور مخدرات سے کیا جاتا ہے۔ یہ تصور بالکل غلط ہے، کیونکہ مبردات و مسکنات اور مخدرات وغیرہ اعصاب میں تیزی پیدا کر دیتی ہیں اور اس سے رطوبات کے اخراج میں تیزی آ جاتی ہے۔ البتہ دِل اور عضلات کے افعال میں سستی اور تسکین پیدا ہو جاتی ہے جس سے دورانِ خون میں کمی پیدا ہو کر عارضی طور پر علامت میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور دوا کا اثر دور ہونے پر مرض اور علامت پہلے سے بھی زیادہ شدت اختیار کر لیتی ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں بھی ذکاوت حس کے لئے مسکنات اور مخدرات استعمال کرائے جاتے ہیں۔ چونکہ اس میں گرمی سردی کا کوئی تصور نہیں ہے اس لئے وہ مبردات کا استعمال نہیں کرتے۔ البتہ جہاں کہیں سے دورانِ خون کو کم کرنا ہو وہاں پر سرد پانی کی پٹی اور برف تک کا استعمال کر لیتے ہیں۔ جیسے سرسام میں وہ اکثر برف کی ٹوپی استعمال کرتے ہیں۔

ہم پہلے بھی کئی بار لکھ چکے ہیں کہ فرنگی طب میں ہر عضو کے فعل میں دو ہی صورتیں تسلیم کی گئی ہیں۔ ایک کسی عضو کے فعل میں تیزی دوسرے کسی عضو کے فعل میں سستی۔ اوّل صورت کو تحریک اور دوسری صورت کو تسکین کہتے ہیں۔ اوّل صورت کے لئے محرکات اور دوسری صورت کے لئے مسکنات اور مخدرات کا استعمال کرتے ہیں۔ تیسری صورت ان کے ذہن میں نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریک اور سوزش کا علاج نہ مسکنات سے ہوتا ہے اور نہ ہی مخدرات مفید ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب میں جریان و احتلام اور سرعت انزال کے لئے مدتوں تک برومائیڈ و الوسائنس اور کلورل ہائیڈریٹ وغیرہ استعمال کرائے جاتے ہیں۔ مگر نہ یہ علامات رفع ہوتی ہیں اور نہ ذکاوت حس ختم ہوتی ہے۔

تحریک اور سوزش کا علاج صرف تحلیل ہے

جاننا چاہئے کہ جسم میں جہاں بھی تحریک و تیزی اور سوزش ہو اس کا علاج تحلیل ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ورم کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی اصول پر ذکاوت حس اور اعصابی تحریک کا علاج تحلیل سے کیا جاتا ہے۔ جہاں پر تحلیل کی جاتی ہے وہاں پر دورانِ خون کو تیز کرنا پڑتا ہے۔ جس سے وہاں کی سوزش رفع ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ محلل ادویہ انتہائی قسم کی خشک یا گرم خشک یا گرم تر ہوں گی۔

ایک راز کی بات

یہ صحیح ہے کہ ذکاوت حس اعصابی تحریک ہے مگر اس اعصابی تحریک کا دباؤ زیادہ تر جنسی اعضاء کے اعصاب پر ہوتا ہے۔ جس سے منی کا اخراج جاری رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سر میں دباؤ ہو تو درد سر عصبی، ناک پر دباؤ ہو تو زکام، گردوں پر دباؤ ہو تو پیشاب میں زیادتی اور اگر آنتوں کے اعصاب پر دباؤ ہو تو اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اعصاب تو سر سے پاؤں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تحریک کم و بیش ہر جگہ ہوتی ہے، لیکن تکلیف وہاں زیادہ ہوتی ہے جہاں پر اس کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے۔

ماحول کا بدلنا

جریان اکثر انہی لوگوں میں دیکھا گیا ہے جن کا ماحول جنسی تحریکات سے بھرا ہوا ہو۔ اس میں بچہ و جوان، ادھیڑ و بوڑھا، عورت و مرد اور نیک و بد کی تخصیص نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مولوی اور پیر کوئی بھی ہو جب جنسی ماحول ہوگا اس پر جنسی تحریکات کا ضرور اثر ہوگا۔ اس اثر کو روکنا انسانی اختیار میں نہیں ہے۔ کیونکہ حسن و خوبصورتی، لذت و لطف اور عشق و محبت کے اثرات انسانی اعصاب پر اثر انداز ہو کر دل اور عضلات کے افعال میں تیزی پیدا کر دیتے ہیں جن سے دورانِ خون میں تیزی آ جاتی ہے جو جنسی اعضاء کی طرف دوڑتا ہے جس سے وہاں پر تحریک شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو جریان ہو ان کو جنسی اثرات سے دور رہنا چاہئے۔ خاص طور پر عشقیہ قصے اور داستانیں، رقص و سرود اور عریاں و جنسی تصاویر کا دیکھنا بے حد نقصان دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کے حلقے میں شریک ہونے سے روکا ہے۔ لیکن فرنگی تہذیب نے یہ تمیز ختم کر دی ہے۔ جس سے آتشک اور سوزاک جیسے موذی امراض پیدا ہو کر نقصان کا باعث بن رہے ہیں۔ اس لئے جریان کے علاج سے قبل مریض کا ماحول بدلنا ضروری ہے۔

غذا کی صحیح ترتیب

جریان کے مریض میں اوّل تو غذا کی تبدیلی کی ہی نہیں جاتی۔ اگر کچھ کی جاتی ہے تو ٹھنڈی اغذیہ و اشربہ پر زور دیا جاتا ہے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ کہ مریض کم مقدار میں زیادہ سے زیادہ پروٹین (لحمیات) والی اشیاء کھائے یہ کم مقدار کے باوجود بدن کو زیادہ حرارت و قوت فراہم کرتی ہیں۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ مریض کو تاکید کریں کہ غذا وقت پر کھائے، غذا کا درمیانی وقفہ کم از کم چھ گھنٹے ہو، اگر صبح شام کھائے تو زیادہ بہتر ہے اور اگر اتنے وقفہ کے بعد بھی شدید بھوک نہ ہو تو غذا کو دوسرے وقت پر چھوڑ دے۔

غذا میں صبح مکھن کے ساتھ ڈبل روٹی، دوپہر کو بھوک ہو تو کوئی پھل اور رات کو دلیہ، ڈبل روٹی وغیرہ کسی سالن کے ساتھ دے دیا کریں۔ جس میں گھی زیادہ ہو۔ کیونکہ جسم میں خشکی ہو تو اعصاب کی سوزش میں شدت ہو جاتی ہے۔ گھی ہی ایک ایسی شے ہے جس سے تحریکات و ذکاوت بلکہ سوزش تک ختم ہو جاتی ہے۔

علاج جریان بالا دویہ

جریان کے علاج میں ذکاوت حس کا رفع کرنا ضروری ہے۔ جس سے جوش باہ میں کمی واقع ہو جاتی ہے لیکن یہ کمی عارضی ہوتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کمی نہیں ہوتی اور جوش کی شدت میں کمی آ جاتی ہے اور جسم میں اعتدال قائم ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اکثر قاطع باہ اور منی کو خشک کرنے والی ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ اصول تو صحیح ہے لیکن جب ادویات کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی غلط ادویات استعمال کر دی جاتی ہیں جو فائدے کی بجائے نقصان کا باعث بن جاتی ہیں۔ یعنی قوت باہ میں تو کمی آ جاتی ہے مگر جریان بڑھ جاتا ہے۔ جیسے کشنیز، کاہو، کاسنی، نیلوفر، صندل، خشخاش، چہار مغز، افیون اور کافور وغیرہ۔ اسی طرح غذاؤں میں کدو، ٹنڈا، توری، شلغم، مولی گاجر وغیرہ کا استعمال جوش باہ کو کم کر دیتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایسی ادویات ہونی چاہئیں جو برودت کے ساتھ اپنے اندر کچھ حبس اور خشکی کی طاقت بھی رکھتی ہوں۔

ایک راز کی بات

جریان منی کے بہت سے اسباب ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن اگر صحیح دوا اور غذا کا استعمال کیا جائے تو اسی کے ساتھ ذکاوت حس اور دیگر اسباب خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تمام اسباب کا مرکزی اثر اعصاب پر اور جنسی اعصاب میں سوزش کا پیدا ہونا ہوتا ہے اور علاج میں اعصاب کی اس سوزش کو رفع کرنا ہوتا ہے جو ان ادویات اور اغذیہ سے وہاں تحلیل ہو کر رفع ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے مفرد و مرکب ادویات اور مجربات و اغذیہ درج ذیل ہیں۔

جریان کے لئے مفرد ادویہ

آملہ، اسپند، اقاقیا، تخم املی سوختہ، پھلی اور گل کیکر، شیر برگد، بوپھلی، بہمن سرخ، بلیلہ، پیپل، پھٹکڑی، چاکسو، سلاجیت، سم الفار، طباشیر، عناب، کتھ، کرنجوہ، کلونجی، مازو، مائیں، ہیراکسیس اور ہلیلہ۔ یہ سب ادویہ عضلاتی اعصابی ہیں۔

جریان کے لیے کشتہ جات

کشتہ فولاد، کشتہ الماس، کشتہ توتیا، کشتہ جست، کشتہ یاقوت، کشتہ خبث الحدید، کشتہ مرجان، کشتہ قلعی اور کشتہ چاندی وغیرہ۔ یہ سب کشتہ جات عضلاتی اعصابی ہیں۔ ان میں صرف کمی بیشی کا فرق ہے۔

جریان کے لئے اغذیہ

آڑو، امرود سرخ، مکی، باجرہ، باقلا، جامن، جوار، سنگھاڑا، سیب، شکر قندی، نارجیل اور چنا۔

جریان کے لئے گرم مفردات

اگر ضرورت ہو تو گرم ادویات بھی جریان کے لئے استعمال ہو سکتی ہیں۔ لیکن ان ادویہ میں خشکی ان کی گرمی سے زیادہ ہونی چاہئے۔ جیسے اذراقی، اسطوخودوس، انڈا، اندرائن، پیاز و تخم پیاز، جاوتری، چنا، خرما، کشتہ خرمہرہ، خولنجاں، دارچینی، مروارید، مکندر پھلی اور لونگ وغیرہ یہ سب عضلاتی غدی ہیں۔

جریان کے لئے مجربات

تحقیقات طبی فرما کوپیا میں جتنے بھی عضلاتی اعصابی اور عضلاتی غدی مرکبات اور مجربات دیئے گئے ہیں وہ سب جریان منی کے لئے

یقینی و بے خطا اور تریاق واکسیر ہیں۔ اسی طرح تحقیقات المجربات میں جو نسخے جریان کے لئے لکھے گئے ہیں وہ سب بے حد مفید ہیں۔ ہمارے نسخہ جات و مرکبات اور مجربات کی یہی سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ سو فیصدی صحیح ہیں۔ البتہ مریضوں کو اپنی غذا اور ماحول کو درست رکھنا چاہئے۔ ان کے علاوہ ذیل میں چند مجربات درج کئے جاتے ہیں۔

سفوف جریان

نسخہ: ثعلب مصری ۲ چھٹانک، مغز تخم تمر ہندی سوختہ تین چھٹانک، آرد سنگھاڑا تین تولے۔

ترکیب: باریک پیس کر ملا لیں، بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دن میں دو تین بار آب تازہ سے لیں۔

حبوب جریان

نسخہ: سم الفار ایک ماشہ، کشتہ فولاد دو تولے اور سلاجیت اصلی نو تولے۔

ترکیب تیاری: اوّل سم الفار کو کھرل میں ڈال کر کھرل کریں۔ پھر اس میں تھوڑا تھوڑا کشتہ فولاد ڈال کر کھرل کریں۔ جب تمام کشتہ ختم ہو جائے تو پھر سلاجیت اسی طرح کھرل کر کے ملا لیں اور گولیاں بقدر دانہ نخود بنائیں۔

مقدار خوراک: ایک گولی صبح اور ایک گولی شام فوراً بعد از غذا ہمراہ چائے یا دودھ استعمال کریں۔ جریان کے علاوہ مولد و مقوی خون و جسم ہے۔

مٹھائی جریان

نسخہ: پستہ ایک پاؤ، اخروٹ تین پاؤ، ناریل چار پاؤ اور مربہ سیب آٹھ پاؤ۔

ترکیب تیاری: پہلے تینوں میوہ جات کو باریک کر کے ملا لیں، پھر مربہ باریک کر کے ان میں ملا لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک تولہ سے تین تولے تک صبح ناشہ کے ساتھ اور رات کو غذا کے ساتھ کھائیں۔

اکسیر جریان

نسخہ: کشتہ چاندی، کشتہ یاقوت، کشتہ مرجان، ہر ایک ڈیڑھ ڈیڑھ تولہ۔

ترکیب تیاری: سب کو ملا کر کم از کم نصف گھنٹہ کھرل کریں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ڈیڑھ رتی سے تین رتی تک منقی میں ڈال کر کھا لیں۔ دن میں دو خوراکیں لے سکتے ہیں۔

تریاق جریان

نسخہ: خولنجاں دو تولے، رائی تین تولے، کلونجی تین تولے۔

ترکیب تیاری: تمام ادویات کو باریک کر کے باہم ملا لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: دو ماشے سے چار ماشے تک صبح و شام ہمراہ دودھ یا چائے استعمال کریں۔ جریان کے علاوہ مقوی خون اور مقوی بدن بھی ہے۔ مردی طاقت کے لئے کامل بھروسے کا نسخہ ہے۔

احتلام

ماہیت احتلام

احتلام عربی لفظ ہے۔ اس کا مادہ حلم ہے، جس کے معنی خواب دیکھنا یا خواب میں جنسی لذت حاصل کرنا ہے۔ چاہے اس کی کوئی بھی صورت ہو۔ اس میں مباشرت و اغلام اور جلق و حظ شدید وغیرہ شامل ہیں۔ عوام میں یہ بدخوابی، خواب میں شیطان آنا یا خواب میں کپڑے خراب ہونا بھی کہتے ہیں۔ انگریزی میں ناک ٹرنل ایمیشن کہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نیند کی حالت میں جب منی اور اس کے اعضاء کا جسم پر دباؤ اور غلبہ ہوتا ہے تو لبیب جنسی جذبہ کو پیش کر دیتی ہے۔ جس سے جنسی جذبہ میں اس قدر شدت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور اس کا انزال ہو جاتا ہے اور یہ اخراجِ منی بلا ارادہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت انسان عام طور پر چت لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے احتلام خواب کی حالت میں اخراجِ منی کو کہتے ہیں۔ لیکن اکثر نیم خوابی کی حالت ہوتی ہے۔

سونے والے شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی بیوی سے جذباتِ محبت میں مشغول ہے یا حظ و لذت کے جذبہ شدید میں مبتلا ہے۔ پھر ایسی حالت میں اس کو بے اختیار اور بلا ارادہ انزال ہو جاتا ہے۔ احتلام کے متعلق بعض اطباء اور ڈاکٹروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ خواب میں انتہائی حظ و لذت اور شدت جذبہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن اکثر کی یہ رائے ہے کہ چونکہ اس میں مادہ منی کا نقصان ہے اس لئے یہ مرض کسی مرض کی علامت میں شریک ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر احتلام گاہے گاہے ہو جو مادہ منی کے دباؤ سے ہو جاتا ہے تو کوئی بات نہیں۔ اس کی کثرت ضرور علامت مرض ہے۔ اسی طرح وقفوں اور تعداد میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ بعض کو ہر شب، ہر ہفتہ یا ہر ماہ میں ایک بار احتلام ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نقصان بھی بڑھتا جاتا ہے اور طبیعت پریشان رہنے لگتی ہے۔ اس لئے جب احتلام میں کثرت ہو جائے اور جسم میں ضعف پیدا ہونا شروع ہو جائے جس کے ساتھ پریشانی بھی شریک ہو تو ضرور اس کے علاج اور مداوا کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ورنہ نقصان کا خطرہ ہے۔

احتلام کی شدید صورت

رات کے احتلام کی طرح اگر کبھی کبھار دن میں بھی احتلام ہو جائے تو یہ بھی کسی مرض کی علامت میں شامل نہیں بلکہ وقتی طور پر ذہنی یا منی کا جسم پر دباؤ ہے۔ لیکن یہ رات کی طرح دن میں بھی کثرت اختیار کر لے تو یہ ایک خطرناک صورت ہے۔ دن میں احتلام کی صورت دراصل احتلام شبینہ کی ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ اس کو عربی میں ذرور اور انگریزی میں ابنارمل بولیوشن کہتے ہیں۔

اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے رات کو انزال ہونا شروع ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ شدت اختیار کر کے آلاتِ منی پر قبضہ کر لیتا ہے اور وہ آلات ایسے ذکی الحس ہو جاتے ہیں کہ دن بھی ادنیٰ ادنیٰ سے خواب میں تحریک پر احتلام ہو جاتا ہے۔ پھر کبادۃ المنی ایسے کمزور ہو جاتے ہیں کہ فوراً اپنے مادہ کو باہر نکال دیتے ہیں۔

احتلام کی خطرناک صورت

جب احتلام کی حالت زیادہ شدت اختیار کر لیتی ہے تو خطرناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ احتلام کی تیسری صورت ہے۔ اس میں آلاتِ منی بہت زیادہ ذکی الحس ہو جاتے ہیں اور منی انتہائی طور پر رقیق ہو جاتی ہے۔ اس میں غلظت نہیں رہتی۔ مثل پانی کے ہو جاتی ہے۔ خواہ نعوظ

ہو خواہ نہ ہو۔ ذرا سی تحریک سے اخراج پا جاتی ہے۔ اور بعض وقت پاخانہ پھرتے وقت ذرا سا زور لگایا جائے تو منی فوراً باہر آ جاتی ہے۔ کبھی سوزش کے ساتھ اور کبھی بلا سوزش خارج ہو جاتی ہے۔ یہ صورت انتہائی نقصان دہ ہے۔

اگر ایسی حالت میں منی کا کیمیاوی امتحان کیا جائے تو اس میں دانہ ہائے منی کم ہو جاتے ہیں اور حیوانات منی بہت کم ہو جاتے ہیں اور اکثر حیوانات (کرم منی) کی دم نہیں ہوتی۔ صرف سر ہی نظر آتے ہیں۔ دمیہ منی تا حال خام ہوتی ہے۔ اس لئے اس سے نطفہ قرار نہیں پا سکتا اور بعض اوقات اس میں خون کے نقطے نظر آتے ہیں۔ جب ایک عرصہ تک یہی حالت رہتی ہے تو خصیوں میں سوزش واقع ہو جاتی ہے اور اس کی ساخت خراب ہو جاتی ہے۔

احتلام کے اسباب

امتلائے منی، سوزش و خراش آلاتِ مخصوصہ، فاسد خیالات کا غلبہ، مجرور ہونا، موسیقی اور رقص و سرود میں زیادہ مشغول ہونا۔ جذباتی ناول اور افسانے پڑھنا، اکثر چت یا اوندھا سونا، بھوک کے بغیر کھانا، قبض، بدہضمی، پیٹ میں کیڑے، ان میں بعض اسباب وقتی ہوتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتے ہیں تو احتلام ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب پھر یہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں تو احتلام شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی عارضی سبب مسلسل رہے تو احتلام دائمی صورت اختیار کر کے باعث مصیبت بن جاتا ہے۔ عارضی اسباب میں شکم پری، نرم بستروں پر سونا اور سوتے میں مثانہ کا پیشاب سے پر رہنا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ رات کو دیر سے سونا بھی احتلام کے اسباب میں شامل ہوتا ہے۔

علامات احتلام

مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ ضعف و نقاہت کے آثار مثلاً کمزوری، دماغی محنت کا نہ ہو سکنا، خیالات کا منتشر رہنا، توجہ کا کسی خاص امر پر مجتمع نہ ہونا، تھوڑی دور آنے جانے پر پنڈلیوں کے عضلات میں کمزوری کی علامات کا پایا جانا، صبح کے وقت بستر خواب سے بیدار نہ ہونا، سر کا بوجھل رہنا، نسیان کا لاحق ہو جانا۔ جب یہ علامات زیادہ ترقی کر جاتی ہیں تو انتہائی علامات کے نام سے موسوم ہو سکتی ہیں۔ مثلاً کوئی کام محنت کا مریض سے نہیں ہو سکتا۔ کسی قسم کی محنت ہو، دماغی یا جسمانی، تھوڑا سا کام کرنے پر وہ بے دم ہو کر رہ جاتا ہے۔ سلسلہ خیالات درست نہیں رہتا۔ اس کے خیالات پریشان اور غیر منظم ہوتے ہیں۔ حافظہ کمزور اور قوت فیصلہ بے کار ہو جاتی ہے۔ سر میں گاہے درد اور گاہے گرانی رہتی ہے۔ کمر، چہرہ و سینہ میں اکثر عصبی درد رہا کرتا ہے۔ کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ڈکاریں آتی ہیں اور نفخ ہو جاتا ہے۔ نیند نہیں آتی اور اگر آتی ہے تو اس سے کوئی راحت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ خوابیں متوحش آتی ہیں، پیشاب میں فتور واقع ہو جاتا ہے، مقعد و حشفہ اور احلیل میں جلن معلوم ہوتی ہے، ریڑھ پر چیونٹیاں سی چلتی معلوم ہوتی ہیں۔ رانوں اور جنگاسوں کے عضلات میں درد، پنڈلیوں میں درد اور سماعت میں ثقل معلوم ہوتا ہے۔ جلد کا رنگ سیاہی مائل زرد ہو جاتا ہے۔ انثیین میں دھیما دھیما درد ہوتا ہے۔ وقت تنفس، مزاج چڑچڑا، آلات تناسل کی کمزوری، مریض دن بدن لاغر و کمزور ہوتا جاتا ہے۔ پاؤں کے تلوے جلا کرتے ہیں۔ جن کے نتیجے میں کمزوری، بزدلی، سوزش، نا اُمیدی، بطلان باہ، ضعف بصارت، ضعف ہضم، درد معدہ، دردسر۔ کبھی سل، مرگی، نامردی اور جنون تک حالت پہنچ جاتی ہے۔

احتلام بہ نظریہ مفرد اعضاء

احتلام عضلات کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح جریان اعصابی تحریک سے اور سرعت انزال غدی تحریک۔ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اکثر حکماء و اطباء اور فرنگی ڈاکٹر احتلام و جریان اور سرعت انزال کو منی کا غیر معمولی اخراج خیال کرتے ہوئے ان تینوں کا علاج ایک ہی طریق اور

ایک ہی قسم کی ادویات سے کرتے ہیں۔ جن میں مبردات و مسکنات اور مخدرات شامل ہوتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں مختلف علامات ہیں جو مختلف اعضاء میں تحریک اور سوزش سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے ہر ایک کا علاج بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں ہر ایک کا الگ الگ علاج لکھا ہے۔

احتلام کی ابتداء معدہ کے عضلات کی تیزی اور تحریک سے شروع ہوتی ہے۔ پھر وہاں سوزش کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب اس میں شدت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اثر دل اور جسم کے دیگر عضلات تک پہنچ جاتا ہے اور انتہا کی حالت میں دماغ کے عضلاتی پردے میں سوزش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے تمام جسم میں ذکاوت شدت اختیار کر لیتی ہے اور ذرا سی بھی عضلاتی تحریک جسمانی ہو یا ذہنی، برداشت نہیں کر سکتی۔ جس کا نتیجہ اخراج منی اور احتلام ہوتا ہے۔

اصول علاج

مرض کی شدت اور مریض کی حالت کے مطابق علاج ہونا چاہئے۔ بعض دفعہ مرض کی شدت اور مریض کی بے چینی بے حد پریشانی کا باعث بن جاتی ہے اور بعض دفعہ بہت سے اسباب اکٹھے ہو جاتے ہیں جن کا فوری طور پر رفع کرنا مشکل ہوتا ہے اور بعض دفعہ مختلف اسباب پیش آ جاتے ہیں۔ ان کے علاج میں کسی میں کمی اور کسی میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اکثر ایک سے زیادہ ہی اسباب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگر اسباب مرض میں ایک اکیلا ہی سبب مرض کا باعث ہے تو جلد آرام ہوگا۔ بعض مرتبہ ایک اصلی سبب ہوتا ہے اور کئی اسباب اس کے ممد و معاون ہو جاتے ہیں اور مرض کو ترقی دیتے ہیں۔ پھر ان اسباب میں سے بعض بہ آسانی رفع ہونے والے ہوتے ہیں۔ بعض کا دور کرنا کچھ دشوار ہو جاتا ہے۔ بعض اسباب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو دور کرنا فقط مریض کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اگر وہ خود ان کو ہٹانا چاہے تو ہٹا سکتے ہیں۔ ورنہ وہ کسی صورت نہیں ہٹ سکتے اور معالج کی کوئی تدبیر و غذا اور دوا کام نہیں کر سکتی۔ البتہ ایسے موقع پر مریض کو سچی ہمدردی کے ساتھ ذرا ترش روئی اور سختی سے تاکیداً بتایئے کہ اگر اس نے مرض رفع کرنے کی کوشش نہ کی تو آئندہ ایسی خوفناک صورت حال اور امراض پیدا ہو جائیں گے کہ زندگی عذاب بن جائے گی اور جب تک وہ معالج کی مرضی کے مطابق یقین نہ دلائے اس وقت تک علاج سے انکار کر دے۔ یہ علاج کی کامیابی کے لئے اولین قدم ہے۔

اس حقیقت کو مدنظر رکھیں کہ اگر امتلائے منی باعث مرض ہے تو باقاعدہ زندگی اور شادی سے جلد آرام ہو جاتا ہے۔ اگر مرض کا سبب عضلاتی سوزش اور خراش ہو تو اس صورت میں علاج سے جلد آرام ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر جلق و اغلام اور کثرت مجامعت باعث مرض ہو تو آرام ہو سکتا ہے۔ مگر مریض و معالج دونوں کو کوشش کرنی پڑتی ہے۔

علاج کے لئے مریض کا ماحول فوری طور پر بدل دینا چاہئے۔ لطف و لذت اور حظ کی صورتیں قطعاً بند کر دینی چاہئیں۔ عشق و محبت کے سلسلے روک دینے چاہئیں۔ بلکہ دوستوں کی صحبت خصوصاً جذباتی قسم کے دوستوں سے بالکل دور رہنا چاہئے۔ بہتر ہے کہ اخلاقی قدروں کو مدنظر رکھنا چاہئے اور مذہبی تعلیم پر صالح طور پر گامزن ہو جانا ضروری ہے۔ صبح کے وقت جلدی اٹھنا، نہانا، جسمانی اور ذہنی طور پر پاک و صاف رہنا اور اکثر اوقات اپنے کام میں مشغول رہنا چاہئے۔ روزانہ صبح و شام اس قدر ورزش اور محنت کرے کہ تھکن کے بعد آرام اور نیند کے لئے طبیعت مجبور کر دے۔ جب آنکھ کھل جائے تو فوراً اٹھ بیٹھنا چاہئے۔ لیٹے رہنا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ خیالات کی پاکیزگی لازمی جزو ہے۔

غذائی علاج

مریض کو غذا سے اس وقت تک دور رکھنا چاہئے جب تک اس کو شدید بھوک نہ لگے۔ ایسے صورت میں صرف پھل دیتے رہنا چاہئے۔ پھلوں کے جوس بھی دے سکتے ہیں۔ جہاں پر پھل ملنے مشکل ہوں وہاں پر تازہ دودھ پلایا جا سکتا ہے۔ جب بھوک میں شدت ہو تو صبح کی غذا میں

مکھن اور دودھ یا چائے، مغز بادام، پیس کر اور مکھن میں ملا کر بھی دے سکتے ہیں۔ اگر بھوک زیادہ ہو تو ڈبل روٹی مکھن یا گھی میں تر بہ تر کھا کر دودھ یا چائے پی سکتے ہیں۔ دلیہ گھی میں تر بہ تر نمکین یا میٹھا کھا کر دودھ یا چائے پی سکتے ہیں۔ دوپہر کو صرف سالن ترکاری اور پھل، اگر بھوک شدید ہو تو روٹی چاول بھی کھا سکتے ہیں۔ رات کو دودھ یا چائے میں مکھن یا گھی ملا کر پلا دیا کریں۔ اگر بھوک زیادہ ہو تو برفی یا دودھ کی کوئی مٹھائی کھلا کر دودھ پلا سکتے ہیں۔ دوپہر اور رات کو بھی پھل دیئے جا سکتے ہیں۔

علاج بالمفرد ادویہ

نمک، بادیان، سنا مکی، زنجبیل، کشنیز، گھی، روغن زیتون، دنبہ کی چکی، گوشت کا شوربا، مچھلی، انگور، تل، اسپغول، تخم کاسنی، تخم کدو شیریں، توری، تخم توری، تخم مولی، نمک مولی، تخم گاجر، ملٹھی، ستاور، خلنجاں، ست گلو، ریوند چینی، فلفل سیاہ، فلفل دراز، ہلدی، دارچینی، گندھک، پارہ ریٹھا، شنگرف، زیرہ سیاہ، زیرہ سفید، اتمیں، چرائتہ، ریوند عصارہ، شہد، چینی دودھ، بلائی، مکھن، انزروت، لفاح اور لہسن وغیرہ وغیرہ۔

علاج بالمرکبات

تحقیقات فارماکوپیا میں جس قدر غدی عضلاتی اور غدی اعصابی مرکبات درج ہیں وہ ضرورت کے مطابق استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ یعنی جسم میں حرارت کی کمی ہو تو غدی عضلاتی مرکبات کا استعمال کریں۔ بلکہ اگر ضرورت محسوس ہو تو کچھ غدی اعصابی بھی دے سکتے ہیں۔ تا کہ رطوبت پورے طور پر ختم ہو کر مکمل حرارت پیدا ہو جائے۔

جب جسم میں خشکی کا اثر زیادہ محسوس ہو تو غدی اعصابی کا استعمال کرائیں۔ البتہ ہر صورت میں قبض اور شدت مرض کا اندازہ کر لیں۔ یعنی اگر قبض ہو تو اس کو بھی ملین یا مسہل غدی عضلاتی دیں اور اگر پیشاب میں خرابی یا جلن وغیرہ ہو تو غدی اعصابی ملین یا مسہل دیں۔ اسی طرح جو نسخے تحقیقات المجربات میں درج ہیں وہ بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ سب اپنی جگہ بے حد مفید اور یقینی و بے خطر مجربات ہیں۔ ذیل میں چند خصوصی مجربات درج کئے جاتے ہیں۔ جو ضرورت اور تحریک کے مطابق استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) **سفوف احتلام:** نمک خوردنی ایک حصہ، سنا مکی تین حصے، باریک کر کے سفوف بنا لیں۔

مقدار خوراک: چار رتی سے ایک ماشہ تک دن میں دو تین یا چار بار استعمال کریں۔

اثرات و افعال: یہ نسخہ غدی اعصابی ملین ہے۔

(۲) **حبوب احتلام:** تخم مولی دو حصے، ریوند خطائی چار حصے، انزروت دو حصے، باریک کر کے گولیاں بقدر نخود بنا لیں۔

مقدار خوراک: ایک ایک گولی دن میں تین چار بار ہمراہ آب تازہ دیں۔

افعال و اثرات: غدی اعصابی شدید ہے۔

(۳) **مصالحہ احتلام:** فلفل سیاہ ڈھائی حصہ، الائچی خورد آدھا حصہ، زیرہ سیاہ ۶ حصے سفوف بنا لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک۔

(۴) **تریاق احتلام:** گندھک اور ریٹھا دونوں ہم وزن باریک پیس کر بقدر نخود حبوب تیار کریں۔

مقدار خوراک: ایک ایک گولی دن میں دو تین بار یا چار بار بھی لے سکتے ہیں۔ ایک خوراک میں دو دو گولیاں بھی لے سکتے ہیں۔

افعال و اثرات: یہ غدی اعصابی تریاق ہے۔

(۵) **اکسیر احتلام:** شنگرف ایک حصہ، نوشادر تین حصے، سہاگہ دو حصے، کشنیز پانچ حصے، ملٹھی پانچ حصے، باریک پیس کر سفوف تیار کر لیں۔

مقدار خوراک: ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک ہمراہ آب تازہ نیم گرم استعمال کریں۔

اثرات و افعال: یہ نسخہ غدی اعصابی اکسیر ہے۔

(۶) حلوہ احتلام: مغز بادام ایک چھٹانک رات کو بھگو رکھیں۔ صبح کو چھیل کر باریک کر کے چینی ملالیں۔ پھر کسی برتن میں مناسب گھی ڈال کر گرم کریں۔ جب گھی گرم ہو جائے تو اُتار کر اس میں بادام ڈال کر ملالیں۔

مقدار خوراک: روزانہ صبح ناشتہ کریں۔

اثرات و افعال: یہ نسخہ بھی غدی اعصابی مقوی ہے۔

سرعت انزال

سرعت انزال کی ماہیت

مردانہ قوت میں ضعف کا چوتھا سبب سرعت انزال ہے جو ایک ایسی علامت ہے جس سے مباشرت میں قبل از وقت (طبعی مدت سے قبل) انزال ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ انزال کی دو صورتیں ہیں: طبعی انزال اور غیر طبعی انزال۔

(۱) طبعی انزال: مباشرت میں انزال کی طبعی مدت عام طور پر دو تین منٹ سے پانچ منٹ تک ہو سکتی ہے یا زیادہ سے زیادہ دس منٹ تک ہو سکتی ہے۔ چونکہ مباشرت کا اصل مقصد اولاد پیدا کرنا یا زیادہ سے زیادہ صحت کے لئے اخراج منی کرنا ہے۔ اس لئے تندرست انسان کے لئے یہ مدت بہت کافی ہے۔ اس سے زیادہ مدت کے طلب گار لذت اور حظ کے خواہش مند ہیں جس کا تعلق صحیح زندگی سے نہیں ہے۔

(۲) غیر طبعی انزال: غیر طبعی انزال کی بھی دو حالتیں ہیں۔

اوّل صورت طبعی مدت سے پہلے انزال ہو جائے یعنی مباشرت میں دخول کے ساتھ ہی فوراً منی کا اخراج ہو جائے یا دخول سے پیشتر ہی انزال ہو جائے یا مباشرت کے خیال یا خوبصورت شکل دیکھنے کے ساتھ ہی انزال ہو جائے۔ یہی صورت سرعت انزال میں شمار کی جاتی ہے۔ یہی قابل علاج ہے۔ یہی بڑھ کر ضعف باہ پیدا کر دیتی ہے۔ دوسرے اس علامت سے اکثر اولاد نہیں ہوتی۔ تیسرے اس خرابی سے عورت کی تسلی نہیں ہوتی اور اس کو مرد سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جس سے اکثر خانہ خراب یا خانہ برباد ہو جاتا ہے۔

دوسری صورت طبعی مدت سے بہت دیر بعد انزال ہو۔ یہ صورت کسی مرض کی وجہ سے ہو یا کسی غذا اور دوا کے ساتھ یا الٹی پلٹی حرکات کرنے سے مدت انزال کو طول دے دیا جائے یعنی پندرہ بیس منٹ سے نصف گھنٹہ تک بڑھا لیا جائے تا کہ مباشرت کی لذت سے زیادہ سے زیادہ لطف حاصل کیا جا سکے۔ لیکن یاد رکھیں کہ پہلی صورت کی طرح دوسری صورت بھی سخت نقصان دہ ہے۔ اوّل اس سے اعضائے منویہ میں ضعف، دوسرے مادہ منویہ کی پیدائش میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ تیسرے عضو مخصوص میں استرخاء، چوتھے فالج کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، پانچویں اتنی مدت مسلسل حرکات کرنے سے عورت کے رحم میں ورم ہو جاتا ہے، چھٹے جریان خون شروع ہو جاتا ہے۔ آخر عورت کے اعضائے مخصوصہ گوشت اور اعصاب کے بنے ہوتے ہیں وہ کسی حد تک ہی چوٹیں برداشت کر سکتے ہیں۔

امساک کی صورتیں

امساک کی بہترین صورت تو یہ ہے کہ انسان تندرست ہو اور اس کی مدت انزال طبعی ہو۔ اگر ایسی صورت نہ ہو تو اپنی صحت کو درست کر

کے مدت انزال کو طبعی کر لینا چاہئے۔ جس کے لئے مناسب اغذیہ وادویہ کا استعمال ہونا چاہئے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اکثر لوگ افیون، بھنگ اور چرس و دھتورہ وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ جن سے آخر کار قوت مردمی برباد ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان اشیاء اور دیگر مخدرات سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ زیادہ امساک اور لذت کی خواہش نہ کریں، بلکہ اپنی ضرورت کو مدنظر رکھیں۔ جو اچھی صحت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ خیال غلط ہے کہ زیادہ امساک سے عورت کو زیادہ خوشی اور تسلی ہوتی ہے بلکہ اس کے خلاف عورت کو تکلیف ہوتی ہے۔ جس سے وہ مباشرت سے دور ہو بھاگتی اور برا مناتی ہے۔

بعض لوگ امساک کے لئے الٹی پلٹی حرکات بھی کرتے ہیں:

۱ مباشرت کے وقت اپنی توجہ کو دوسری طرف لگانے کی کوشش کرتے ہیں یا حرکت کی گنتی شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے ایک طرف اپنی توجہ بدلتے ہیں اور دوسری طرف عورت پر یہ تاثر بٹھاتے ہیں کہ وہ اس قدر قوت کے مالک ہیں۔

۲ مباشرت کے وقت جب انزال کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو اپنی حرکات روک دیتے ہیں یا عضو مخصوص کو باہر نکال کر تسکین حاصل کرتے ہیں۔ پھر حرکت شروع کر دیتے ہیں اور پھر تسکین وغیرہ کی صورت سے امساک کی صورتیں پیدا کرتے ہیں۔

۳ مباشرت کے وقت اپنے پاؤں کی ایڑی سے مقعد پر دباؤ ڈال کر اپنی توجہ بدل کر امساک کی حالت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۴ مباشرت میں ایک بار انزال کے بعد دوبارہ مباشرت سے ایک لمبا عرصہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ ایسی تمام صورتیں عورتوں خصوصاً دلہنوں (نو واردان چمن) پر ظلم ہے جو مباشرت کی حقیقت کو نہیں جانتیں۔ جس سے وہ رحم کی مشکل اور پیچیدہ امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ جن کا نتیجہ اولاد سے محرومی یا تپ دق وسل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور لذت وحظ کے دیوانے بالآخر مفلوج یا پاگل ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ زندگی کے ہر عمل میں اعتدال کو قائم رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

تشخیص سرعت انزال

سرعت انزال کی تشخیص میں اکثر غلطیاں کی جاتی ہیں۔ یہ غلطیاں صرف عوام تک محدود نہیں ہیں بلکہ اچھے اچھے اطباء سے بھی روزانہ سرزد ہوتی ہیں اور بڑے بڑے حکما کی کتب میں بھی نظر آتی ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جریان واحتلام اور سرعت انزال میں پوری طرح فرق نہیں سمجھا جاتا۔ ان تینوں کے اسباب وعلامات کو آپس میں ملا دیا گیا ہے۔ صرف ایک مثال درج ہے جو ایک مشہور طبی مصنف کی کتاب میں درج ہے۔ سرعت انزال کے اسباب قریباً قریباً وہی ہیں جو جریان منی کے ہیں۔ جریان منی اور سرعت انزال اس حیثیت سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ سرعت انزال جریان منی کی ایک چھوٹی حالت ہے ورنہ جو نقص اعضائے تناسل اور منی کے جریان منی پیدا کرتے ہیں وہی اسباب چھوٹے اور خفیف ہونے کی حالت میں سرعت انزال پیدا کرتے ہیں۔ یہ صرف ایک مثال ہے لیکن اکثر کتب طبیہ میں سے اس قسم کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے وہ اس کی ماہیت واسباب اور علامات وعلاج وغیرہ سے بالکل بے خبر ہے۔

غلط فہمی

سرعت انزال کی ماہیت کو سمجھنے میں غلط فہمی صرف اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ اس کو صرف جریان منی یا اخراج منی کی ایسی صورت خیال کر لیا گیا ہے جس سے سرعت اور تیزی پائی جاتی ہے اور حیرت یہ ہے کہ جریان منی میں تو اخراج مسلسل کے ساتھ ضعف انتشار قائم ہوتا ہے۔ جب کہ سرعت انزال میں انتشار میں شدت پائی جاتی ہے۔ پھر دونوں کو ایک ہی مرض قرار دینا کس قدر غلط فہمی ہے۔ اس لئے دونوں کے اسباب کو مشترک

کہنا بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اگر دونوں کی ایک ہی صورت ہوتی تو پھر ان کو جدا جدا امراض کا نام دینا ضروری نہیں تھا۔ سرعت انزال دراصل جریان اور احتلام سے بالکل جدا مرض ہے۔ اس لئے اس کو جدا سمجھنے کی ضرورت ہے لہٰذا اس کے اسباب بھی ان سے مختلف ہیں۔

حقیقت سرعت انزال

اس امر کو ذہن نشین کرلیں کہ تندرست انسان میں انزال کے لئے ایک مناسب وقت ہوتا ہے جو دو منٹ سے لے کر پانچ منٹ تک یا زیادہ سے زیادہ اسی قدر اور وقت ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر اس سے کم ہو تو سرعت انزال اور اگر زیادہ بھی ہو تو مرض میں شمار کریں۔ جس کا نتیجہ خوفناک امراض خصوصاً فالج ولقوہ اور دق وسل ہوتے ہیں۔ اس لئے مخدرات اور ممسکات مضر اور نقصان دہ ہیں۔

گزشتہ صفحات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ احتلام عضلات میں تیزی اور سوزش سے پیدا ہوتا ہے اور جریان اعصاب میں سوزش اور تیزی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح سرعت انزال کے متعلق بھی سمجھ لیں کہ وہ گردوں میں سوزش اور تیزی سے عمل میں آتا ہے۔ اس حقیقت سے احتلام و جریان اور سرعت وانزال کی حقیقت اور ان کے فرق کو سمجھا جاسکتا ہے۔ جن کے اسباب وعلامات درج کئے گئے ہیں۔

ایک خاص بات

اکثر لوگ خصوصاً جنسی مریض سرعت انزال کی بہت شکایت کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرعت انزال اس قدر عام مرض نہیں ہے اور نہ ہی فوری طور پر ہوسکتا ہے۔ چونکہ اس سے جنسی جذبہ میں شدت ہوتی ہے۔ اس لئے اس جذبہ کی تسکین سے شدت کم ہو کر سرعت انزال کم ہو جاتا ہے۔ لیکن جس کثرت سے لوگ اس کے شاکی پائے جاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سو فیصدی لوگ اس مرض میں گرفتار ہیں۔ دراصل یہ مرض کی صورت نہیں بلکہ لذت اور حظ کی زیادہ سے زیادہ طلب ہوتی ہے۔ انسانی خصلت کا تقاضا ہے کہ وہ لذت ولطف اور حظ کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ اکثر لوگ نہ اس کے مقصد کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بلکہ اپنے جذبہ نفسانی کے تحت اپنے حواس خمسہ کو تسکین دیتے ہوئے لذیذ اغذیہ واشربہ لطیف نظارے و پر لطف نغمے وحسین رقص اور جنسی حظ کو زندگی سمجھ لیا گیا ہے۔ مگر اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں کہ ان جذبات کی شدت رفتہ رفتہ کسی خاص عضو خصوصاً اعضائے رئیسہ کی طرف خون کو اکٹھا کر دیتی ہے جس کا نتیجہ بالکل اسی طرح ہوسکتا ہے جیسے یک بارگی شدت جذبہ کے تحت خون کے اکٹھا ہونے سے عمل میں آتے ہیں جن کو ہم شادی مرگ یا غم مرگ کا نام دیتے ہیں یا خوفناک امراض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جن میں جسم کا سن ہو جانا، ضعف بصر وسماعت اور فالج ولقوہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ انتہائی خوشی میں اپنے آپ میں نہ رہنا یا قہقہہ مار کر بے قابو ہو کر ہنسنا بھی بعض اوقات نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں قہقہہ مار کر ہنسنے کو منع کیا گیا ہے اور اس صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ لذت ولطف اور حظ خصوصاً جنسیاتی جذبات میں زیادتی اور شدید امساک سے دور رہنا چاہئے۔ کیونکہ قدرتی اور اعتدال کا راستہ اور عمل ہی درست ہوسکتا ہے۔

ایک اور غلط فہمی

اکثر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جب تک مرد اور عورت کا انزال اکٹھا نہ ہو اس وقت تک اولاد نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اگر مرد میں سرعت انزال ہو تو اس کو ضرور اس قدر امساکی ادویہ کھانا چاہئیں جس قدر اس کو عورت کے انزال میں ضرورت ہوسکتی ہے۔ یہ ایک زبردست غلط فہمی اور حقائق سے لاعلمی ہے۔ امساک اپنی لذت ولطف اور حظ کے لئے نفسیاتی طلب ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سرعت انزال میں عورت تشنہ رہ کر

بے قرار ہو جاتی ہے اور اس کی خاموشی بھی شدید احتجاج معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ خیال کرنا کہ اکٹھا انزال نہ ہونے سے اولاد نہیں ہو سکتی یہ سراسر غلط فہمی اور حقائق سے لاعلمی ہے۔ کیونکہ جن صاحب علم اور اہل فن کی نگاہ تشریح الابدان، منافع الاعضاء اور حقائق توالد و تناسل پر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مرد اور عورت کا اکٹھا انزال ہونا یا نہ ہونا قیام حمل میں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کے بغیر بھی اولاد ہو سکتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اوّل تو یہ خیال ہی فطرت نفسانی اور مزاج کے خلاف ہے کہ دونوں ہم نفس اور ہم مزاج ہوں۔ اس لئے تقدم و تاخر لازمی امر ہے۔ دوسری مرد کے عضو مخصوص کی بناوٹ صرف ایک پچکاری کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس سے مادہ منویہ کسی قدر لذت و انتشار اور عورت میں لطف و حظ پیدا کرنے کے ساتھ اس کے جسم میں داخل کر دیا جائے۔ پھر جسم میں یہ مادہ منویہ دس سے پندرہ یوم تک اندر رہتا ہے اور کرم منی اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ جب ان کو اتصال نصیب ہوتا ہے تو حمل قائم ہو جاتا ہے۔ تیسرے عورت کے بیضہ جن کے ساتھ مرد کے کرم حمل قائم کرتے ہیں وہ عورت کے انزال کے ساتھ مشروط نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا تعلق عورت کے اس خون کے ساتھ ہے جو اسے ہر ماہ آتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے بیضوں کا اخراج ہوتا ہے۔ ہر حیض کے بعد بیضے رحم میں پائے جاتے ہیں اور کرم منی کو قبول کر کے حمل کا باعث بنتے ہیں۔ چوتھے جب مرد عورت پر اس کی مرضی کے بغیر مجرمانہ حملہ کرتا ہے تو اس کا انزال عورت کی مرضی کے بغیر ہوتا ہے۔ مگر اولاد ہو جاتی ہے۔ پانچویں جب عورت پینتالیس اور پچاس سال کی عمر کو پہنچتی ہے تو اس کا سلسلہ حیض بند ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں ہزار بار اکٹھا انزال کیا جائے مگر کبھی حمل قرار نہیں پاتا۔ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش اولاد کے لئے مرد اور عورت کا اکٹھا انزال ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے اس ضرورت کے لئے امساکی ادویہ کا استعمال غیر ضروری اور نقصان کا باعث ہے۔

سرعت انزال کے اسباب

اکثر طبی کتب میں سرعت انزال کے اسباب قریباً قریباً وہی لکھے ہیں جو جریان منی کے اسباب ہیں۔ گویا جریان منی اور سرعت انزال اس حیثیت سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ بلکہ سرعت انزال کو جریان منی کی ایک چھوٹی حالت قرار دیا ہے۔ یعنی جو نقص اعضائے تناسل اور منی کے جریان پیدا کرتے ہیں وہی اسباب چھوٹے اور خفیف ہونے کی حالت میں سرعت انزال پیدا کرتے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے جیسا کہ ہم پہلے کئی بار لکھ چکے ہیں کہ سرعت انزال کا مرض جریان منی سے بالکل جدا مرض ہے۔ اس لئے سرعت انزال کے اسباب بھی اس سے بالکل جدا ہیں۔ سرعت انزال کے اسباب درج ذیل ہیں۔

(۱) **سوزش غدد اور غشائے مخاطی**: سوزش غدد میں جگر و گردے اور خصیتین و امعاء کے غدد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حالات میں دورانِ خون مقام سوزش پر دباؤ کی حالت پیدا کر کے سرعت انزال کا بڑا اور قوی سبب بن جاتا ہے۔ اس حالت میں ذکاوت اور انتشار بھی اکثر رہتا ہے اور دورانِ خون میں تیزی اور دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

غشائے مخاطی کی صورت میں سر سے پاؤں تک کسی مقام کے غشائے مخاطی میں سوزش ہو سکتی ہے۔ اس میں احلیل (پیشاب کی نالی) کی سوزش اور سوزاک قابل ذکر ہیں۔ چونکہ غشائے مخاطی کی سوزش بھی ایک قسم کی غدی سوزش ہے اس لئے وہی حالات قائم رہتے ہیں۔ بعض عیاش قسم کے لوگ انتشار میں تیزی پیدا کرنے کے لئے سوزاک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

راز کی بات: فرنگی طب میں جس حالت کی ہائی بلڈ پریشر (خون کے دباؤ میں شدت) کہا جاتا ہے وہ اور کچھ نہیں ہے صرف جسم کے کسی غدد یا جسم میں کسی جگہ غشائے مخاطی میں سوزش پیدا ہوتی ہے۔ پس وہاں کی سوزش کو معلوم کر کے دفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ عام طور پر یہ سوزش اعضائے رئیسہ کی غشائے مخاطی یا گردوں اور خصیتین میں پائی جاتی ہے۔

(۲) **غلبہ خون:** غلبہ خون عام طور پر خون کی زیادہ پیدائش سے ہوتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

① جگر کی تقویت ② بہترین غذاء ③ اچھا ماحول۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن میں یہ تینوں صورتیں اکٹھی پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک حالت میں بھی غلبہ پیدا ہو جائے تو سرعت انزال کی صورت قائم ہو جاتی ہے۔

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ جگر کی تقویت سے جسم میں غذا جلد جلد خون بننے لگتی ہے اور اگر اس کے ساتھ بہترین غذا ہو تو خون میں کثرت کے ساتھ تقویت اور بڑھ جائے گی۔ اس کے ساتھ اچھا ماحول میسر آ جائے یعنی گلشن و آسائش زندگی، نغمہ و سرود اور حظ و لذت کا آرام وغیرہ۔ اگرچہ یہ وقتی صورتیں ہیں تاہم ان کا تسلسل آخرکار تحلیل قلب پیدا کر کے فوری موت (ہارٹ فیلور) کا باعث بن جاتا ہے۔ بہرحال غلبہ خون بہت ہی کم لوگوں میں ہوتا ہے۔

(۳) **کثرت حرارت وحدت منی:** کثرت حرارت کی صورت عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ حرارت کی پیدائش زیادہ ہو اور اس کا اخراج یا خرچ کم ہو۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

① جگر و غدد یا غشائے مخاطی میں سوزش ② گرم اشیاء اور اغذیہ کا بالفعل یا بالقوئ استعمال ③ گرم ماحول۔

ان تمام صورتوں میں جب جسم میں حرارت اور صفراء کی پیدائش بڑھ جاتی ہے اور اس حرارت کا اخراج پورے طور پر نہیں ہو سکتا یا اس کا جسم میں پورے طور پر خرچ نہیں ہو سکتا تو اس سے منی میں بھی حدت بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح سرعت انزال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ گرم گرم روٹی سالن کھانے اور گرم گرم دودھ یا چائے پینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس عادت سے بھی اکثر سرعت انزال ہو جاتا ہے۔ گرم علاقے اور گرم ماحول میں جہاں پر بہت زیادہ شدت کی گرمی ہوتی ہے۔ گرمی جسم میں جذب ہو کر سرعت انزال کا باعث بنتی ہے۔

ایسے مکان جن میں گھٹن اور گرمی کا احساس ہوتا ہے، سرعت انزال کے اسباب میں ان کو بھی شریک کر لینا چاہئے۔ ایسی صورتوں میں مقام اور مکان دونوں پرفضا اور تسکین دہ ہونے چاہئیں۔

اس امر کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ کثرت حرارت سے حدت منی پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے سرعت انزال پیدا ہو جاتا ہے۔ حدت منی میں صرف حرارت کی پیدائش یا حار اغذیہ یا حار ماحول کے اسباب نہیں ہوتے بلکہ نفسیاتی اور جذباتی اثرات بھی منی میں حدت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ اثرات ظاہرہ صورتوں میں ہوں یا تصور میں پیدا ہو جائیں اس میں عشقیہ قصے و کہانیاں اور ناول شریک ہیں۔ بلکہ نفسیاتی اور جذباتی اثرات اس قدر شدید ہوتے ہیں کہ ان کا اثر فوراً ہو جاتا ہے۔ ان کے مقابلے میں پیدائش حرارت کا اثر دنوں اور مہینوں میں ہوتا ہے۔ اغذیہ میں گوشت و گرم مصالحہ جات اور گرم میوہ جات وغیرہ اور جو لوگ کثرت سے شراب پیتے ہیں وہ بہت جلد اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سرعت انزال کے اسباب میں حرارت کے اثرات کی ایک خوفناک صورت یہ بھی ہے کہ جو لوگ فاحشہ یا حیض والی عورتوں سے مباشرت کرتے ہیں ان سے بھی جسم میں حرارت اور حدت منی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ فاحشہ عورتوں میں آتشک اور سوزاک کے امراض عام ہوتے ہیں۔ ان سے جسم میں یقیناً حرارت و سوزش پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر وہی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی صورتیں حیض والی عورتوں سے بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اکثر سوزش ہو کر سوزاک پیدا ہو جاتا ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ سرعت انزال کی ایک اور صورت بھی اکثر پائی جاتی ہے۔ وہ ہے اپنے سے کم عمر عورتوں یا کنواری لڑکیوں سے مباشرت کرنا۔ ان کے جسم میں مرد کی حرارت سے بہت زیادہ حرارت ہوتی ہے۔ جو جسم میں جذب ہو کر منی میں حدت پیدا کر دیتی ہے اور سرعت

انزال کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ ان اسباب کے ساتھ ہی کم عمر عورتوں یا کنواری لڑکیوں کے تصورات بھی حدت منی کا باعث بن جاتے ہیں۔ ظاہر میں یہ باتیں معمول زندگی ہیں لیکن سرعت انزال کے شدید اسباب ہیں۔ ان حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک صحیح زندگی کے لئے تزکیہ نفس بھی بے حد ضروری امر ہے۔

تشخیص

صرف مریض کے کہنے پر اس کو سرعت انزال کی دوا دے دینا کوئی زیادہ مفید نہیں ہے، بلکہ مریض کو پورے طور پر سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جس قدر اسباب بیان کئے گئے ہیں ان کو ذہن میں رکھنا لازمی ہوتا ہے۔ تاکہ مریض کا صحیح طریق پر علاج کیا جا سکے۔ بظاہر سرعت انزال معمولی مرض ہے لیکن مندرجہ بالا اسباب کے تحت غور کریں تو یہ ایک خوفناک مرض ہے۔ اس کی شدت سے خوفناک امراض پیدا ہوتے ہیں جن میں فالج، ذیابیطس اور تپ دق وسل قابل ذکر ہیں۔ ضعف قلب اور ہارٹ فیلور بھی انہی صورتوں میں ہو جاتے ہیں۔

علاج سرعت انزال بالا دویہ

ذہن نشین کرانے کے لئے ہم پھر لکھ رہے ہیں کہ سرعت انزال ایک جدا علامت ہے۔ اس کا جریان اور احتلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سرعت انزال غدی تحریک ہے۔ اس میں چونکہ عضلات میں تحلیل پیدا ہوتی ہے اس لئے عضلات میں کمزوری ہو جاتی ہے جس سے منی میں امساک قائم نہیں رہ سکتا۔ امساک خون کے دباؤ سے پیدا ہوتا ہے۔ ریاح صالح سے قائم رہتا ہے۔ جو حرارت کی عضلات کی طرف زیادتی سے تحلیل ہو جاتی ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین رکھیں کہ انزال ایک اضافی حالت ہے جو تندرستی کی حالت میں طبعی صورت پر قائم رہتی ہے۔ اس کا اندازہ دو تین حد پانچ منٹ سے زیادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ہونا چاہئے۔ یہ کمی بیشی صالح ریاح کی کمی بیشی پر منحصر ہے۔ مرض کی حالت میں چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ یہی اس کی حالت مرض ہے اور اسی کا علاج کیا جاتا ہے۔

چونکہ لذت ولطف اور حظ انسانی شوق اور خواہشات کا کمال ہے۔ اس لئے اکثر انسان ان کی تکمیل کے لئے اور مد مقابل کو اپنی طاقت کی نمائش کے لئے امساک کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ لیکن یہ وہ نہیں جانتے کہ مرض کی حالت کو رفع کرنے کے لئے ان کی کوشش جائز ہے لیکن ضرورت سے زیادہ طبعی اور مصنوعی امساک دل ودماغ اور جگر جو اعضائے رئیسہ ہیں، ان کو کمزور کر دیتا ہے۔ اوّل اندازہ سے زیادہ حرکت کرنی پڑتی ہے، دوسرے ممسک ادویہ اپنی خشکی کی وجہ سے مادہ منویہ کو خشک کر دیتی ہیں، تیسرے ممسک ادویہ میں اکثر نشہ آور اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ ان سب کا نتیجہ خوفناک امراض کا پیدا ہو جانا ہے۔ البتہ طبعی اور غیر مضر امساک میں کوئی نقصان نہیں۔

ملذذ ادویہ

مباشرت میں لذت ولطف اور حظ کو بڑھانے کے لئے بعض لوگ ملذذ ادویات کا استعمال کرتے ہیں۔ اس حظ نفسانی سے ایک مراد یہ بھی ہوتی ہے کہ عورت بھی اس لذت ولطف اور حظ سے لطف اندوز ہو کر ان سے دلی محبت کرنے لگے۔ لیکن وہ لوگ اس حقیقت سے بالکل واقف نہیں ہوتے کہ ہر ملذذ دوا شدید محرک اور سوزش پیدا کرنے والی ہوتی ہے۔ اس سے دورانِ خون میں تیزی پیدا ہو کر جلد انزال ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ جو ادویہ بھی لذت ولطف اور حظ میں اضافہ کریں گی وہ یقیناً جلد انزال کا باعث ہوں گی۔

بعض لوگ ملذذ ادویہ اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ عورت کو جلد انزال ہو جائے لیکن وہ اس امر کو بھول جاتے ہیں کہ وہ دوا ان میں بھی

سرعت انزال پیدا کر دے گی۔ ان ادویات کے استعمال سے بے حد نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ ملذذ ادویہ سے عورتوں کے رحم اور مردوں کے عضو مخصوص میں سوزش پیدا ہو کر سیلان الرحم اور جریان منی پیدا ہو جاتا ہے۔ مرد و عورت دونوں کو ملذذ ادویات سے پرہیز بہتر ہے۔

راز کی بات

سرعت انزال کے کئی اسباب بیان کئے گئے ہیں لیکن اگر صحیح اغذیہ اور درست ادویہ کو تجویز کر دیا جائے تو تمام اسباب کا مرکزی اثر غدد اور خصوصاً جنسی غدد پر پڑتا ہے۔ جس سے وہاں کے عضلات میں جلد تحلیل ہو جاتی ہے۔ اس لئے علاج میں غدد کی اس سوزش کو رفع کرنا اور حرارت کا اعتدال مقصود ہوتا ہے۔ جو صحیح اغذیہ اور درست ادویہ سے فوراً اعتدال پر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ایسی ادویہ اور اغذیہ درج ذیل ہیں۔

سرعت انزال کے لئے اغذیہ: ہر قسم کا دودھ، مکھن، مرغابی کا گوشت، مچھلی، بادام، چہار مغز، انگور تازہ شیریں، امرود، بیٹھا، خربوزہ، ناشپاتی، گھیا، کھیرا، ککڑی، شلغم اور چقندر وغیرہ۔ اس میں غدی اعصابی، اعصابی غدی اور اعصابی عضلاتی ہر قسم کی اغذیہ شامل کی جاسکتی ہیں۔

سرعت انزال کے لئے مفرد ادویہ: اسپغول، بالنگو، گوند ببول اور گوند کیکر، تال مکھانہ، صندل، تخم کاسنی، سمندر سوکھ، کف دریائی، ابریشم، اسگندھ، الائچی خورد، برم ڈنڈی، برہمی، بھنگ، ترنجبین، تل، ثعلب، کشنیز، رب السوس، ستاور، ریٹھا، زیرہ سفید و سیاہ، سپستان، سرپھوکہ، سونا مکھی، شکر، گاؤزبان، مشک، لوبان، مروڑ پھلی، موم، انزروت، تلسی، شربت شہد، گھی، لفاح۔

سرعت انزال کے لئے کشتہ جات: کشتہ چاندی، کشتہ قلعی، کشتہ سیسہ، کشتہ نیلم، کشتہ سنکھ، کشتہ کوڑی زرد، کشتہ سیپ اور کشتہ سونا مکھی۔

سرعت انزال کے لئے مجربات: تحقیقات طبی فارما کوپیا میں جتنے بھی نسخہ جات غدی اعصابی، اعصابی غدی اور اعصابی عضلاتی دیئے گئے ہیں ضرورت کے مطابق وہ سب مفید اور صحیح ہیں۔ اسی طرح تحقیقات المجربات میں بھی جو نسخے درج ہیں وہ بھی سب یقینی ہیں۔ اور جو نسخے اس تحریک کے نام سے مقوی و اکسیر اور تریاق کے تحت درج ہیں وہ سب بے خطا ہیں۔ ہمارے مجربات و مرکبات اور نسخہ جات سو فیصد صحیح ہیں۔ البتہ مریض کو اپنی غذا و ماحول کو درست رکھنا چاہیے۔

حبوب برائے سرعت انزال: انزروت ایک تولہ، لوبان ایک تولہ، کف دریائی دو تولے، ورق نقرہ دو ماشے، اوّل انزروت اور لوبان کو باریک کر لیں۔ پھر ان میں ورق کھرل کر لیں۔ اس کے بعد اس میں کف دریائی ملا کر کھرل کریں اور گولیاں بقدر نخود تیار کر لیں۔ مقدار خوراک ایک گولی صبح ایک گولی شام ہمراہ آب تازہ۔

سفوف برائے سرعت انزال: الائچی خورد ایک تولہ، صندل سفید ایک تولہ، اسگندھ ناگوری تین تولے، گوند کیکر تین تولے۔ باریک سفوف بنا لیں۔ مقدار خوراک ایک ماشہ صبح ایک ماشہ شام۔ اس کو بوقت ضرورت دوگنا استعمال کر سکتے ہیں۔

مٹھائی برائے سرعت انزال: مغز بادام دو چھٹانک، مربہ گزر چار چھٹانک، مٹھائی پیٹھہ چار چھٹانک۔ پہلے مربہ اور مٹھائی کو کوٹ لیں۔ پھر اس میں مغز بادام شامل کر لیں۔

مقدار خوراک: ایک تولہ صبح ایک تولہ شام ہمراہ آب تازہ۔

اکسیر برائے سرعت انزال: کشتہ چاندی، کشتہ سیپ، کشتہ سونا مکھی ہم وزن لے کر ملا لیں۔

مقدار خوراک: نصف رتی صبح نصف رتی شام۔

تریاق برائے سرعت انزال: ریٹھا ایک تولہ، کشنیز تین تولے، زیرہ سیاہ ایک تولہ، گوند کیکر تین تولے کوٹ کر گولیاں بنا لیں۔

مقدار خوراک: ایک گولی صبح ایک گولی شام۔

کیمیاوی اور نفسیاتی نامردی اور ضعفِ باہ

ماہیت مرض میں ہم لکھ چکے ہیں کہ عنانت و نامردی اور ضعف باہ تینوں لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی معمولی مردمی قوت کی کمزوری سے لے کر مادرزاد نامردی تک کے تمام درجات اس میں شریک ہیں۔ لیکن ان کے حقیقی مفہوم میں تین قسم کی صورتیں پیش آتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) **مردمی قوت میں کمزوری:** جس سے مرد کا مباشرت و مواصلت اور جماع کی قابلیت ختم ہو جانا یا بہت کم ہو جانا اور مناسب اندازہ کے مطابق فعل انجام نہ دے سکنا۔

(۲) **خواہش جماع کا ختم ہو جانا:** اس صورت میں وہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں جن سے خواہش جماع پیدا ہوتی ہے۔

(۳) **قوت تولید کا خراب یا ختم ہو جانا:** اس صورت میں تولید نسل کی قابلیت ختم ہو جاتی ہے یا بہت کم ہو جاتی ہے۔ اس میں مباشرت و مواصلت اور جماع کی قابلیت تو ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے مگر اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رہتی۔ اس صورت کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں اس کو بھی نامردی میں شمار کرتے ہیں۔

عنانت و نامردی اور ضعف باہ کے اسباب میں ہم کثرت مباشرت، جلق، احتلام، جریان اور سرعت انزال کی حقیقت و ماہیت اور علامات وعلاج پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اگر چہ ان میں احتلام وجریان اور سرعت انزال بذات خود امراض ہیں لیکن ضعف باہ کے زبردست اسباب میں شریک ہیں۔ کیونکہ باہ کی خرابی کسی ایک عضو کا نقص نہیں ہے بلکہ جسم کے کسی عضو کی خرابی سے یہ واقع ہو سکتی ہے۔

اعضاء کی خرابی گویا مشینی نقص ہے۔ اگر چہ ہر مشینی نقص میں بھی جسم میں خاص قسم کے کیمیاوی اثرات موجود ہوتے ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر مرض کی ابتدا مشینی صورت ہی سے ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو مشینی نقص ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ بعض ایسی خرابیاں اور اسباب ہیں جن کا تعلق مشینی کی نسبت جسم کے کیمیاوی اثرات سے ہوتا ہے۔ جیسے منی میں نقص پیدا ہو کر باہ میں بے اعتدالی واقع ہو جائے، خون میں خرابی پیدا ہو کر باہ میں نقص پیدا ہو جائے، ماکولات ومشروبات میں کیمیاوی توازن قائم نہ رہے۔ اس سے جسم میں قوت باہ کا توازن ختم ہو جاتا ہے۔ اگر چہ ہم ان پر روشنی ڈال چکے ہیں تاہم ان کا خصوصی علاج لکھنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مشینی خرابی اور کیمیاوی نقص کے علاوہ نفسیاتی انفعال واثرات بھی قوت باہ میں نقصان کا باعث بن سکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے شوق وعشق اور لذت وسرور سے قوتِ باہ میں تحریک اور حظ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان جذبات میں جو قوت باہ میں نقصان کا باعث بنتے ہیں ان میں خوف وغم اور ندامت واحساس کمتری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی حقیقت و ماہیت اور علاج پر لکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔ تاکہ معالج مردانہ امراض کے علاج میں الجھن کا شکار نہ بن جائے۔

منی کے نقص سے ضعف باہ

منی کے نقص کی تین صورتیں ہیں: (۱) پیدائش منی میں کمی (۲) قوام منی میں ضعف (۳) مزاج منی میں نقص۔

ان تینوں نقائص کی صورتیں اگر چہ جدا جدا ہیں لیکن ان کا باہم گہرا تعلق ہے۔ اس لئے ان کا ذکر ایک مقام پر ہی مفید ہو سکتا ہے۔

منی میں بذات خود یہ قوت ہے کہ جب اس کی پیدائش بڑھ جاتی ہے تو جسم انسان پر اس کا ایک خاص قسم کا اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ قانون فطرت نے اپنے نظام کے مطابق اس دُنیا میں بنی نوع انسان کے سلسلہ حیات وبقا کو جاری رکھنے اور قائم رکھنے کے لئے عمل ازدواج میں ایک

قسم کا ذوق و تلذذ رکھ دیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر یقیناً انسان اس طرف متوجہ نہ ہوتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ نظام حیات اور سلسلہ توالد و تناسل ختم ہو جاتا۔

اس ہیجان اور جوش کی وجہ وہ مادہ مولدہ یا مادہ منویہ ہی ہوتا ہے جو انسان کے جسم میں تیار ہوتا رہتا ہے۔ مادہ بدن میں کثیر مقدار میں تیار ہوتا رہتا ہے۔ جس کے ساتھ ہی اس کے اخراج کے لئے سرور اور دغدغہ محسوس ہوتا ہے اور انسان عمل طبعی کا طلب گار ہوتا ہے۔ غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مادہ منویہ بذاتِ خود انسان کے لئے منزلہ احساس کے ہے۔ اگر منی کی پیدائش میں کمی واقع ہو جائے یا اس کے اخراج میں زیادتی کر دی جائے جو عام طور پر کثرت اخراج منی سے واقع ہوتی ہے تو اس کا لازمی اثر قوت باہ پر پڑے گا اور جو احساس اور دغدغہ باعث تلذذ اور انتشار ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ منی کی پیدائش بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ اس مقصد کے لئے اور ادویہ کے علاوہ مریض کو اچھے ماحول میں رکھنا نہایت ضروری ہے۔

علاج بالغذا

منی کا نقص قلت کی وجہ سے ہو تو غذا میں گوشت، انڈے اور دیگر مرغن اشیاء استعمال کرائیں۔ اس کے ساتھ میوے اور حلوے بے حد مفید ہیں۔ عام طور پر ان کی ترتیب اس طرح رکھنی چاہئے کہ صبح کو میوہ جات پیس کر اور گھی میں سرخ کر کے کھائیں۔ ساتھ دودھ یا چائے دے دیں۔ دوپہر کو بھنا ہوا گوشت یا دالیں اور سبزیاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن ان کا گھی میں تر بہ تر ہونا ضروری ہے۔ ساتھ پھل بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ رات کو دو چار انڈوں کا حلوہ کھلا کر ساتھ دودھ دے دیں۔ اس طرح بہت جلد جسم میں تقویت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور منی کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔

علاج بالمرکبات

اس سلسلہ میں طبی کتب میں بے شمار مجربات درج ہیں جو تقریباً سب ہی مفید ہیں۔ مثلاً لبوبات و معجونات اور حلوے وغیرہ جن میں حلوہ کنجشک، حلوہ بیضہ مرغ، دوائے ترنجبین، حلوہ آنبہ معجون انطاکی، معجون سپاری پاک، معجون تال مکھانہ اور حلوہ نخود وغیرہ شامل ہیں۔

علاج بالمفرد ادویہ

بادام، پستہ، چلغوزہ، نارجیل، کنجد، مربہ زنجبیل، تخم گندر، تازہ مچھلی، بہمن سرخ و سفید، ثعلب مصری، تودری سیاہ و سفید، چار مغز اور شہد وغیرہ۔

نوٹ: اس قسم کے علاج میں مزاج اور تحریک کو ضرور مدنظر رکھیں تا کہ علاج معالجہ میں فوری اثر نمودار ہو اور یہی کامیابی ہے۔

نقص قوت تولید

عنانت و نامردی اور ضعف باہ کی ہم نے تین صورتیں پیش کی ہیں۔

(۱) **مردمی قوت میں کمزوری:** جس سے مرد میں مباشرت و مواصلت اور جماع کی قابلیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ مناسب اندازہ کے مطابق یہ فعل انجام نہیں دے سکتا۔ اگرچہ اس میں خواہش جماع باقی ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں شدید ہوتی ہے۔

(۲) **خواہش جماع کا ختم ہو جانا:** جس میں وہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں جن سے خواہش جماع پیدا ہوتی ہے۔

(۳) **نقص قوت تولید:** اس صورت میں تولید نسل کی قابلیت ختم ہو جاتی ہے یا بہت کم ہو جاتی ہے۔ اس میں مباشرت و مواصلت اور جماع

کی قابلیت تو ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے مگر اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رہتی۔ اس صورت کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں اس کو بھی نامردی میں شمار کرتے ہیں۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے ''منی کے نقص سے ضعف باہ'' کے عنوان کے تحت کیمیاوی اثرات کی تین صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) پیدائش منی میں کمی (۲) قوام میں خرابی (۳) مزاج منی میں نقص۔

ان تینوں نقائص کی صورت کم وبیش جدا جدا ہے لیکن ان کا باہم گہرا تعلق ہے۔ اس لئے ان کا ذکر ایک ہی مقام پر کردیا ہے۔

عنانت و نامردی اور ضعف باہ کی تین صورتوں میں نقص قوت تولید کی خرابی کا علاج منی کے نقص سے ضعف باہ میں شامل ہے۔ لیکن نقص قوت تولید کا عنوان پھر قائم کردیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرنگی طب نے ایک علامت منی میں خرابی کے متعلق تشخیص کی ہے کہ کرم منی کا نہ ہونا یا بہت کم ہونا وغیرہ۔

جاننا چاہئے کہ جب منی اپنے مزاج میں پختہ ہو جاتی ہے تو اس میں کرم خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس میں کرم منی پیدا کرنے کی جدا کوئی صورت نہیں ہوتی۔ بہر حال سہولت اور مزید معلومات کے لئے جدا عنوان کے تحت ذکر کردیا گیا ہے۔

نقص قوت تولید کی تین صورتیں ہوتی ہیں: (۱) رطوبات بلغمیہ کی زیادتی سے اس میں پختگی پیدا نہ ہو اور نہ ہی مکمل قوام بنے۔ (۲) جسم میں اس قدر حرارت اور صفراء پیدا ہو جائے جس سے منی کا قوام بگڑ جائے یا کرم منی فنا ہو جائیں۔ (۳) بچپن میں جماع سے مادہ منویہ کو تباہ کرلینا یا عام زندگی میں کثرت مباشرت سے منی میں پختگی اور قوام قائم نہ ہونے دینا۔ ان تینوں صورتوں میں نقص تولید پیدا ہو جاتا ہے۔

یادرکھیں کہ یہ نقص مردوں کے علاوہ عورتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان میں مادہ منویہ کا نقص بھی ہوتا ہے۔ جس طرح مردوں میں کرم منی کا نہ ہونا یا بہت کم ہونا پایا جاتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں بیضہ انثیٰ کا نہ ہونا یا بہت کم ہونا ہوتا ہے۔ اولاد پیدا ہونے کے لئے صورت یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے اعضائے تناسل درست ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں کرم منی اور بیضہ انثیٰ کی بھی کثرت ہو۔ تاکہ ان کے آزادانہ ملاپ سے فوراً حمل قرار پا جائے۔ اس لئے دونوں میں مادہ منویہ کی کثرت ہونی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے اغذیہ اور ادویہ درج ذیل ہیں:

۱. مغزیات میں ہر قسم کے میوہ جات خاص طور پر بادام بے حد مفید ہیں۔ ان کو سفوف وحلوہ اور حریرہ وچٹنی کی صورت میں دے سکتے ہیں۔

۲. روغنیات میں ہر قسم کا حیوانی روغن جس میں دُنبے کی چکی، گائے اور بھینس کا روغن (چربی نہیں) روغن موٹا ہوتا ہے اور چربی پتلی ہوتی ہے۔ اس میں مکھن، دودھ اور گھی کی خاص خصوصیت ہوتی ہے۔ بالائی بھی اس مقصد کے لئے مفید ہے۔

۳. پرندوں کا گوشت، ان میں تیتر و بٹیر اور مرغ و مرغابی کا گوشت مفید ہے۔ اسی طرح جگر و گردوں کا پکا کر کھانا بھی مفید ہے۔

۴. جوان بکروں کے تازہ خصیے گھی میں تل کر روٹی یا بغیر روٹی کے کھانا مفید ہے۔

۵. چڑوں کا گوشت اور تیتر کا گوشت بھون کر کھانا مفید ہے۔

۶. خرما تر یا خشک معجون اور حلوہ کی صورتوں میں اپنے اندر یقینی اثرات رکھتا ہے۔

۷. بنولوں کا حریرہ اور حلوہ بھی مفید ہے۔ خاص کر عورتوں کے لئے مفید ہے۔

۸. دالوں میں ماش اور چنے کی دالیں گھی میں گوشت یا گوشت کے بغیر بھون کر کھانا، تازہ مٹر گھی میں تل کر کھانا مفید ہے۔ ماش کی دال اور چنے کی دال کے حلوے بھی اپنے اندر مفید اثرات رکھتے ہیں۔

۹. ناریل کی مٹھائی، خصوصاً گھی میں تلے ہوئے ناریل منی کی تقویت اور اس میں خمیر پیدا کرنے کے لئے خاص طور پر مفید ہے۔

ادویہ میں ذیل کی ادویہ منی کی پیدائش اور تقویت کے لئے مفید ہیں:

۱ درخت ببول (کیکر) کی خام پھلیاں سائے میں خشک کر کے مفرد یا مرکب منی کی پیدائش وتقویت اور تغلظ و تکمیل کے لئے بہترین دوا ہے۔ اگر وقتی طور پر میسر نہ ہو تو کیکر کے پھول و کونپلیں اور گوند بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ اس کی چھال اور کیکر کے کسی جزو میں کیا ہوا قلعی کا کشتہ بھی اپنے اندر مفید اثرات رکھتا ہے۔

۲ مغز تخم تمر ہندی سوختہ چھلکا دور کر کے مفرد یا مرکب اپنے اثرات میں مفید ہے۔

۳ درخت بڑ کا پھل سایہ میں خشک کر کے مفرد یا مرکب استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر وہ میسر نہ ہوں تو اس کا دودھ، کونپلیں اور چھال بھی مفید ہیں۔ اسی طرح درخت پیپل بھی اپنے اندر مفید اثرات رکھتا ہے۔

۴ ثعلب مصری منی کی تقویت اور تکمیل کے لئے ایک مشہور اور مفید دوا ہے۔ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں استعمال ہوسکتی ہے۔

۵ کمرکس بھی تقویت منی اور پیدائش کے لئے مفید ہے۔

۶ اسگندھ ناگوری اپنے خاص افعال و اثرات میں اپنا مقام رکھتی ہے۔ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں استعمال ہوتی ہے۔

۷ سنگھاڑا خام و پختہ اور تازہ و خشک ہر صورت میں اپنے اندر تقویت رکھتا ہے۔ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں مفید ہے۔

۸ سلاجیت ایک قسم کا چونہ ہے۔ منی کی پیدائش وتغلظ اور تقویت و تکمیل کے لئے ادویات میں شامل ہے۔

یہ چند اہم اغذیہ اور ادویہ لکھ دی گئی ہیں تا کہ فوری طور پر اطباء اور حکماء ان سے استفادہ کرسکیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی ادویات ہوسکتی ہیں۔

کجی قضیب

اعوجاج ذکر، قضیب کا ٹیڑھا ہونا۔ اس حالت میں عضو مخصوص کسی ایک طرف کو جھک جاتا ہے۔

قضیب کی بناوٹ

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کا جسم چار قسم کے مفرد اعضاء (انسجہ-ٹشوز) سے بنا ہوا ہے:

(۱) اعصابی انسجہ (۲) عضلاتی انسجہ (۳) قشری انسجہ (۴) الحاقی انسجہ۔

یہ چاروں انسجہ (ٹشوز) چار مفرد اعضاء کہلاتے ہیں۔ ہم یہ حقیقت ثابت کر چکے ہیں کہ جب اخلاط مجسم ہوتے ہیں تو یہی مفرد اعضاء بنتے ہیں۔ ان کی عام طور پر ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اعصابی انسجہ باہر کی طرف، قشری انسجہ (:دی) اندر کی طرف۔ عضلاتی انسجہ سب سے اندر ہوتے ہیں اور الحاقی انسجہ سے ان تمام انسجہ کے درمیان بھرتی ہوتی ہے۔ جس کا مقصد تمام انسجہ کو آپس میں ملا کر مضبوط کرنا ہے۔ ان کے افعال کی صورت یہ ہے کہ اعصاب جسم میں حس اور رطوبت پیدا کرتے ہیں۔ عضلات جسم میں حرکت اور خشکی قائم کرتے ہیں۔ غدد و غشاء جسم میں حرارت اور روح کی پیدائش کو جاری رکھتے ہیں جو ضرورت کے وقت خون کی نالیوں سے عضلات میں داخل ہوتے ہیں۔

یہی ترکیب و ترتیب اور بناوٹ عضو مخصوص (قضیب) کی بھی ہے۔ البتہ یہاں پر اعصاب کی کثرت، عضلات میں نزاکت اور غدد میں بہت تیزی ہوتی ہے۔ یہاں پر عضلات کی بناوٹ اس طرح ہوتی ہے کہ قضیب کے دائیں بائیں اور اوپر نیچے کی طرف آپس میں ملے ہوتے ہیں اور ضرورت کے وقت پھیلتے اور سکڑتے رہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ عضلات کی بناوٹ اسفنجی نما ہوتی ہے۔ جب ان میں روح اور رطوبت بھرتی ہے تو وہ پھیل جاتے ہیں اور جسم تن جاتا ہے۔ جب ان کا اخراج ہو جاتا ہے تو وہ سکڑ جاتے ہیں۔

ماہیت انتشار

جب جنسی حظ اندرونی یا بیرونی طور پر پیدا ہوتا ہے یعنی ذہنی یا حسی کسی صورت سے بھی اثر انداز ہوتا ہے تو اوّل اعصاب میں لہری دوڑتی

جاتی ہے۔ جس سے عضلات میں تحریک ہوتی ہے اور دِل کا فعل تیز ہو جاتا ہے اور اپنی شرائن کے ذریعے اعضائے مخصوصہ کی طرف خون روانہ کرتا ہے۔ جس کے ساتھ روح اور حرارت وہاں پر بڑھ جاتی ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت جب عضلات میں تحریک پیدا ہوتی ہے تو رطوبات غدد کی طرف روانہ ہو جاتی ہے اور حرارت اعصاب کی طرف جا کر وہاں جو تیز لہر دوڑتی رہتی ہے اس میں تحلیل پیدا کر کے اس کو اعتدال پر لاتی ہے۔ مگر عضلات کی تیزی سے چونکہ غدد میں سکون ہوتا ہے۔ اس لئے رطوبات کا اخراج بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح قضیب میں خیزش بڑھتی رہتی ہے۔ یعنی اعصاب میں بجلی کی سی لہر دوڑ رہی ہوتی ہے۔ عضلات میں تحریک سے خیزش بڑھ رہی ہوتی ہے اور غدد میں رطوبات کا اخراج بند ہو جاتا ہے۔ یہی رطوبت جو خصیتین میں اکٹھی ہوتی ہے وہ پختہ ہو کر منی بن جاتی ہے اور عضلات میں تحریک بڑھتی جاتی ہے تو دِل کے فعل میں تیزی آ جاتی ہے جس سے دوران خون کی قضیب کی طرف زیادتی ہوتی ہے اور وہ اپنی لمبائی اور چوڑائی میں بڑھنا اور پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے اندازے کے مطابق شدید تن جاتا ہے۔ اس صورت میں اوپر نیچے اور دائیں بائیں عضلات اپنی اپنی جگہ کھینچ کر قضیب کو انتشار کی حالت میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ چونکہ شدت حرارت سے تحریک غدد میں آ جاتی ہے اس سے منی پختہ ہو جاتی ہے۔

کجی کی ماہیت

کثرت رگڑ یا چوٹ یا زخم سے جب قضیب کے انسجہ خصوصاً عضلاتی انسجہ خراب ہو جاتے ہیں یا ان میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو وہاں پر رطوبات و خون اور روح و حرارت کا اجتماع مشکل ہو جاتا ہے اور جس طرح کے عضلات درست ہوتے ہیں اس طرف انتشار کے وقت تیزی جھکاؤ اور ٹیڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے جس قدر انسجہ زیادہ خراب ہوں گے اسی قدر کجی زیادہ ہوگی۔

یاد رکھیں کہ اگر احساس میں کمی ہے تو عصبی انسجہ میں بگاڑ ہے۔ اگر انتشار میں خرابی ہے تو عضلاتی انسجہ میں نقص ہے۔ اگر حرارت و خون اور رطوبت و روح کے جوش میں کمی ہے تو غدی اور غشائی خرابی ہے۔ بس یہی کجی کی ماہیت ہے۔ بار بار پڑھیں اور ذہن نشین کر لیں۔

کجی کے اسباب

جلق، اغلام، کثرت مباشرت، سوزاک، آتشک، ضرب اور زخم اور اسی قبیل کی دیگر صورتیں ہوتی ہیں۔

کجی کی علامات

قضیب میں دبلا پن اور شہوت کی حالت میں ٹیڑھا پن، جھکاؤ اسی طرف ہوتا ہے جس طرف کھچاؤ ہوتا ہے اور دوسری طرف استرخاء اور ڈھیلا پن ہوتا ہے۔ انتشار نامکمل، حرارت میں کمی اور جوش کا فقدان، احلیل سے رطوبات کا اخراج، غرض یہ کہ کجی کے ساتھ نامکمل انتشار اور کمی حظ کی حالتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اصول علاج

یاد رکھیں کہ سب سے مشکل علاج وہ ہے جس کسی عضو میں تحلیل و ضعف پیدا ہو جائے جیسے فالج و لقوہ اور استرخاء ریاسل و دق اور ذیابیطس ہیں لیکن تحلیل و ضعف سے بڑھ کر وہ امراض ہیں جن میں مفرد اعضاء (انسجہ) کے خلیات برباد ختم ہو جائیں یا مر جائیں۔ انہی امراض میں کجی و سرطان اور فساد خلیات ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ امراض ناقابل علاج ہیں۔ مندرجہ بالا تمام امراض اور انہی اقسام کے دیگر امراض قابل علاج ہیں۔ البتہ یہ مشکل ترین اور پیچیدہ ترین امراض ہیں اور معالج کی انتہائی توجہ چاہتے ہیں بلکہ مریض اور اس کے لواحقین کو بھی کوشش کرنی چاہئے۔

کجی میں چونکہ مفرد اعضاء (انسجہ) کے خلیات برباد و ضائع اور ختم ہو جاتے ہیں اس لئے وہاں کے مفرد اعضاء کے خلیات کو پھر پیدا اور زندہ کیا جاتا ہے۔ قانون فطرت یہ ہے کہ یہ خلیات پیدا اور زندہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی دلیل وہ گوشت ہے جو جسم کے کسی حصہ سے کٹ جاتا ہے یا ضائع ہو جاتا ہے، لیکن وہ پھر پیدا ہو جاتا ہے۔ بہر حال کجی قابل علاج ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ نظریہ مفرد اعضاء (انسجہ) کے تحت تشخیص مرض سہل اور علاج مرض آسان ہو گیا ہے۔ ایسے مریض کے علاج میں غور سے اس کی نبض اور قارورہ دیکھیں اور معلوم کریں کہ تحریک کہاں ہے اور جس مفرد عضو میں تحریک ہو اس کے افعال کو دیکھیں کہ وہ کہاں تک صحیح کام کر رہے ہیں۔ اس طرح جہاں تسکین و تحلیل وہ ان کے مفرد اعضاء کے افعال کو مدنظر رکھیں۔ اگر تحریک کے مفرد اعضاء پورے طور پر کام نہ کر رہے ہوں تو اوّل انہی کو تیز کر کے ان کے افعال کو مکمل کریں۔ یعنی اعصاب ہیں تو ان میں تیزی سے رطوبات پیدا ہو جائیں۔ اگر عضلات ہوں تو ان میں تیزی سے دورانِ خون تیز بلکہ بخار پیدا ہو جائے اور اگر غدد میں تیزی ہو تو جسم میں حرارت اور صفراء کی زیادتی ہو جائے اور مفرد عضو تحریک سے لے کر مسہل تک کام کرنا شروع کر دے۔ جب کوئی مفرد عضو اپنے افعال درست کر لے گا تو یقیناً اس کا اثر دیگر مفرد اعضاء پر پڑے گا۔ اگر تحریک اپنے پورے کام انجام دے رہی ہو تو جہاں پر تسکین ہے اس کو تیز کر کے اس میں انتہائی تحریک پیدا کر دیں تاکہ وہ اپنے پورے افعال انجام دے سکے۔ اس طرح دوران خون و حرارت اور روح و رطوبت تمام جسم میں خصوصاً ضرورت کے مقام پر دوڑنے اور پہنچنے لگیں گی۔ اس طرح ایک طرف نیا خون اور کیمیاوی اجزا بننا شروع ہو جائیں گے، دوسری طرف مفرد اعضاء (انسجہ) کے نئے خلیات بننا شروع ہو جائیں گے۔ لیکن پھر بھی جلدی صحت کا تصور نہ کریں۔ کیونکہ خلیات کی بناوٹ و پیدائش اور زندگی میں اچھا خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ بہر حال مستقل مزاجی سے یقیناً آرام آ جاتا ہے۔

غذا

مریض کو اس کی تحریک کے مطابق غذا دیں۔ لیکن وقت کی پابندی اور شدید بھوک کو ضرور مدنظر رکھیں۔ بھوک کی شدت سے اس وقت ضعف تحلیل کا نقصان نہیں ہوتا جس قدر بغیر بھوک کے کھانے سے ہوتا ہے۔

دوا

علاج میں دوا کی اہمیت ظاہر ہے مگر جب تک مریض کو اچھی خاصی بھوک نہ لگے دوا نہ دینی چاہئے تاکہ خمیر ختم ہو کر خون بننا شروع ہو جائے۔ جس مفرد عضو کو تحریک دینی ہو اس تحریک کی ادویہ دیں۔ قبض کا خیال رکھیں۔ غذا کے لئے تحقیقات علاج بالغذاء کو مدنظر رکھیں۔ دوا کے طور پر تحقیقات فارما کوپیا اور تحقیقات المجربات میں سے ضرورت کے مطابق دوا تجویز کریں۔

جنسی قوت کے ضعف کے لئے اغذیہ اور ادویہ

جنسی قوت کی کمزوری کسی ایک عضو یا قوت کے تحت نہیں ہے بلکہ اس کے اسباب مختلف اعضاء اور قویٰ میں ہوتے ہیں۔ جیسے اعضاء رئیسہ و شریفہ کی کمزوری منی کی پیدائش میں کمی یا اس میں حدت کی کمی۔ ضعف بدن، کمی غذا، مزاج میں گرمی و سردی اور خشکی و تری، مدت دراز تک جماع ترک کرنے میں آلہ تناسل کا ڈھیلا پڑ جانا۔ نچلے حصہ میں ریح کا کم پیدا ہونا، جلق اور فالج اور ضعف اعصاب وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لیکن جنسی قوت و جذبات کو جو اغذیہ اور ادویہ تحریک دیتی ہیں وہ غدی عضلاتی اور غدی اعصابی ہوتی ہیں۔ اس لئے حکماء و اطباء اور دیگر معالجین نے جو اغذیہ اور ادویہ تحریر کی ہیں ان کی اکثریت غدی عضلاتی اور غدی اعصابی پر مشتمل ہے۔

اغذیہ برائے جنسی قوت

گوشت: ہر قسم خصوصاً مرغ و کنجشک اور تیتر و بٹیر، ان کے انڈے بھی ویسے ہی مفید ہیں۔ دریائی اور سمندری جانور جیسے مچھلی، مرغابی اور

بلخ وغیرہ۔ اناج: میں گیہوں، چنا۔ میوہ جات: بادام، پستہ، اخروٹ، چلغوزہ، خوبانی، نارجیل، انجیر اور کشمش۔ پھل: کھجور اور آم وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سبزیاں: میتھی، پیاز، کریلے، ٹماٹر وغیرہ مفید ہیں۔

مفرد ادویہ برائے جنسی قوت

دار چینی، جائفل، جاوتری، عاقر قرحا، زنجبیل، زعفران، عنبر اور کستوری خالص، کشتہ ہیرا، خولنجاں۔ روغن: بعض ادویہ کے روغن اندرونی اور بیرونی طور پر مفید ہیں روغن زیتون، گھی اور دُنبے کی چکی اور گائے کی موٹی چربی جس کو روغن کہتے ہیں۔ مرغ اور بلخ وغیرہ کی چربیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دھاتیں: کشتہ سونا، کشتہ تانبا، کشتہ نیلا تھوتھا، پارہ اور شنگرف اور ان کے مرکبات وغیرہ خاص طور پر مفید ہیں۔

مجربات برائے جنسی قوت

جنسی قوت کے متعلق بے شمار مجربات طبی اور جنسی کتب میں بھرے پڑے ہیں لیکن ان کی اکثریت میں غیر اصولی اور کسی نظریہ کے بغیر ادویہ کو جمع کر دیا گیا ہے اور جو مجربات صحیح ہیں ان کو تلاش کر کے پیش کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اس لئے یہ کام کسی دوسرے وقت کے لئے رکھ دیا ہے۔ اگر موقع ملا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک کتاب تحقیقات المرکبات لکھی جائے گی جس میں سر سے پاؤں تک حکما و اطبا اور قرابادینوں کے مجربات اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ ذیل میں چند ذاتی مجربات درج ہیں جو ضرورت کے مطابق زود اثر و اکسیر اور یقینی و بے خطا ہیں۔

مقوی چھوہارے: موٹے موٹے چھوہارے حسب ضرورت لے لیں۔ ان کو درمیان میں سے چیر کر دو ٹکڑے کر لیں۔ پھر ان میں پستہ باریک کر کے بھر دیں۔ معمولی دھاگے سے باندھ لیں۔ پھر توے پر تھوڑا گھی ڈال کر خوب تل لیں۔ بس تیار ہے۔ پانچ سے دس تک صبح ناشتہ میں کھائیں۔ ضرورت محسوس کریں تو رات کو بھی غذا کے بعد لے سکتے ہیں۔

مقدار خوراک: غدی عضلاتی شدید ہیں۔

اکسیر مقوی باہ: کشتہ نیلا تھوتھا ایک ماشہ، کچلہ چار ماشہ، شنگرف ۸ ماشہ، رائی بارہ ماشہ، سب کو پیس کر ملا لیں اور پھر کم از کم ایک گھنٹہ کھرل کر لیں۔ پھر گولیاں بقدر فلفل سیاہ بنا لیں۔

مقدار خوراک: ایک ایک گولی دن میں دو تین بار دیں۔ نوجوانوں کے لئے ایک گولی ایک وقت ہی کافی ہے۔

افعال و اثرات: غدی عضلاتی۔

تریاق مقوی باہ: لونگ ایک تولہ، تخم پیاز تین تولے، رائی چار تولے پیس کر سفوف تیار کر لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: نصف ماشہ سے ایک ماشہ تک دن میں ایک دو یا تین خوراکیں۔ ضرورت کے مطابق دے سکتے ہیں۔

افعال و اثرات: عضلاتی غدی شدید۔

اسرار مقوی باہ: جمال گوٹہ تین ماشے، کچلہ نو ماشے، دونوں کو باریک کر کے سفوف بنا لیں اور کم از کم نصف گھنٹہ کھرل کر لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک تنکا سے تین تنکے تک۔ یعنی ایک تنکے کے سرے پر جس قدر بھی آ جائے۔ اگر مقدار زیادہ ہو جائے گی تو اجابتیں شروع ہو جائیں گی۔

اس نسخہ میں یہی ایک اسرار ہے کہ ایک شدید مسہل کو بطور شدید مقوی باہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سفوف کی رائی کے برابر گولیاں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔ اس کے استعمال سے اگر اجابتیں شروع ہو جائیں تو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ اجابتیں آنے سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔ البتہ مریض کے لئے پریشانی ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے احتیاط ضروری ہے۔

جنسی قوت اور اقوال حکمائے قدیم

۱ جالینوس کہتا ہے کہ کثرت جماع بدن کو کمزور کرتی ہے اور جلد بوڑھا بنا دیتی ہے۔ زیادہ جماع کرنے والے کو لازم ہے کہ فصد بہت کم کھلوائے۔ تکلیف کے کاموں اور حمام پسینہ وغیرہ سے پرہیز کریں۔ بدن کو گرمی اور رطوبت پہنچانے کی تدبیروں میں مصروف رہے۔ کیونکہ جماع بدن کو سرد و خشک اور تحلیل کرتا ہے۔ ان امور کی تلافی کے لئے مقوی غذا اور شراب کا استعمال، نیند بھر کر سونا، بدن کو آسائش دینا، خوشبودار اشیاء اور روغنیات کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

۲ جالینوس کہتا ہے کہ جن نوجوانوں میں منی کی زیادتی ہوتی ہے اگر وہ جماع نہ کریں تو ان کے سر بوجھل اور بھوک زائل ہو جاتی ہے۔ میں نے بہت سے ایسے اشخاص کو دیکھا ہے جن میں منی بکثرت تھی اور انہوں نے اپنے آپ کو جماع سے روکے رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بدن سرد ہو گئے۔ حرکت کرنا مشکل ہو گیا۔ ہاضمہ خراب اور بھوک کم ہو کر مالیخولیا کے عوارض میں مبتلا ہو گئے۔ حتیٰ کہ بلاوجہ رونے کی طرف ان کی طبیعت کا میلان ہو گیا۔

۳ جالینوس لکھتا ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ متواتر ایک سال تک جماع کرنے کے بعد تارک جماع ہو گیا جہاں وہ پہلے خوب بھوک اور خواہش کے ساتھ کھایا کرتا تھا وہاں اس کی بھوک بہت کم ہو گئی۔ بہت کم غذا کھاتا اور اس کو بھی اچھی طرح ہضم کرنے سے قاصر رہتا۔ اگر زیادہ کھا لیتا تو فوراً قے ہو جاتی۔ غرض یہ کہ اسے مالیخولیا کے عوارض لاحق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ اپنی عادت کے مطابق جماع کی طرف راغب ہوا تو تمام عوارض رفع ہو کر اس کی صحت بحال ہو گئی۔

۴ جالینوس کا قول ہے کہ اگر طاقت کی حالت اچھی ہو تو کثرت جماع سے امراض بلغمیہ کا انسداد ہوتا رہتا ہے۔

۵ جالینوس کہتا ہے کہ جو شخص بکثرت جماع کرتا ہے۔ اس کا بدن حرارت غریزی کے کم ہو جانے سے سرد پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ شدت لذت جو لازمہ جماع ہے نہایت سخت محلل ہے۔

۶ شیخ الرئیس لکھتے ہیں کہ جماع مناسب وقت پر کیا جائے تو نفع مند ثابت ہوتا ہے۔ ذہن کو صاف کرتا ہے، غصہ اور جنون کو تسکین دیتا ہے، خصوصاً عاشق کو معشوق کے ساتھ جماع کرنے سے عشق کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

۷ شیخ الرئیس بو علی سینا لکھتے ہیں کہ اگر عضو خاص کے اعصاب میں برودت کی وجہ سے استرخا ہو جائے تو عانہ و خصیتین اور عضو خاص پر عاقر قرحا اور روغن چنبیلی ملا کر مالش کریں۔ فرفیون اور مشک روغن چنبیلی میں حل کر کے ملنا بھی مفید ہے۔ شیر کی چربی تو بہت ہی اچھی چیز ہے۔

۸ شیخ الرئیس بو علی سینا لکھتے ہیں کہ کثرت جماع کے ستائے ہوئے مریضوں کے معدہ کو قوی اور ہضم کو عمدہ بنانا نہایت ضروری ہے۔ نیز ادویہ مقوی قلب و مسکن چیزیں دی جائیں۔ عام مقویات سے روکا جائے۔

۹ شیخ الرئیس بو علی سینا لکھتے ہیں کہ شتر اعرابی کے بچے کا پنیر بھی تقویت باہ کے لئے عجیب المنفعت دوا ہے۔ یہ خشک شدہ بقدر نخود لے کر تقریباً دس تولے پانی میں حل کر کے وقت سے بارہ گھنٹے پہلے پلا دیں۔ اگر شدید نعوظ موجب اذیت ہو تو عضو کو سرد پانی سے دھو ڈالیں۔ پھلوں میں انگور شیریں باہ کے لئے بہت عمدہ ہے۔ اگر تازہ ہو تو خصوصیت کے ساتھ مفید ہے۔ عصافیر (کنجشک) کا گوشت پکا کر کھانا بھی باہ کے

لئے مفید ہے۔ اس کو مداومت کے ساتھ کھانا اور اس میں بجائے پانی کے دودھ پینا نعوذ پیدا کرتا ہے۔

۱۰ حکیم رازی لکھتا ہے کہ جماع سے عاجز ہونے کے چار اسباب ہیں: (۱) انتشار کی کمزوری (۲) منی کی کمی (۳) جمود (۴) وہم کا قائم رہنا۔

۱۱ حکیم رازی کہتا ہے کہ اس کبوتر اور چوزہ کا گوشت بہت مفید ہے جو نخود، مغز پنبہ دانہ، لوبیا، مغز تخم قرطم اور باقلا کھلا کر پرورش کیا گیا ہو۔

۱۲ حکیم سویدی کہتا ہے کہ جو شخص نر چڑیا کے کھانے پر مداومت کرے اور جب پیاس لگے تو دودھ پیا کرے اس کی منی کی پیدائش اور جماع میں بے حد ترقی ہو جائے گی۔ اس کا قول ہے کہ گھوڑ سواری کرنا قوت باہ کو بڑھاتا ہے۔

۱۳ حکیم سویدی کہتا ہے کہ گاجروں کا کھانا تقویت باہ کے لئے بہت مفید ہے۔ گاجر کا مربہ بھی بہت مفید ہے۔ خصوصاً جب کہ اس میں زنجبیل، شکر اور شہد بھی شریک کر لئے گئے ہوں۔ رُب زلال نخود بھی نفع بخش چیز ہے۔ ماہی تازہ کو روغن زیتون میں بھون کر پیاز ملا کر کھانا بھی اچھا ہے۔

۱۴ حکیم سویدی لکھتا ہے کہ بکری کا گوشت، پیاز، شکر، شہد اور زعفران ملا کر کھائیں۔ اونٹ کا گوشت بھون کر استعمال کرائیں سمک صیدا پونے دو ماشے کھلائیں اور اوپر سے ایک قدح شراب ابیض یک سالہ پلائیں۔ یہ سب چیزیں ان کے مجربات میں سے ہیں۔

۱۵ ایک حکیم کہتا ہے کہ اگر چنے رات کو بھگو کر صبح کچے کھائے جائیں اور اوپر سے ان کا پانی بھی تھوڑا سا شہد ملا کر پی لیں تو ضعف باہ کے مایوس مریضوں کو قوت باہ عود کر آتی ہے۔

۱۶ بیضہ بٹیر (ہمائی) کا کھانا بالخاصیت عورتوں کی شہوت کو برانگیختہ کرتا ہے۔

* * *